اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ

ھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ؕ پ ۵ ع

بعثتِ محمدی ﷺ

جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے

ور رسول اُنکی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں

970

بسم الله الرحمن الرحیم

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلوا علیہ وآلہٖ

Marfat.com

فہرست مضامین

اہتمام :- محمد مبین
ترتیب و تزئین :- افضال احمد صدیقی و نسیم الدین
ناشر :- بزم غلامان رسول کراچی
مطبوعہ :- مشہور آفسٹ پریس کراچی

لاکھوں سلام - ۳
جناب مولانا احمد رضا خاں بریلوی -
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اداریہ) ۵
پیغامات ——— ۷ تا ۱۰
دعائے خلیل (نسیم الدین) ۱۱
خلقت محمدی (جناب مولانا محمد شفیع اوکاڑوی) ۱۲
قبل از بعثت (جناب مولانا محمد شفیع اوکاڑوی) ۱۵
بعثت محمدی (جناب مولانا محمد شفیع اوکاڑوی) ۲۱
ضرورت نبوت (علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی) ۲۵
ختم نبوت (جناب مفتی محمد شفیع) ۲۹
وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین (علامہ سید احمد سعید شاہ) ۳۷
مطالعہ سیرت (جناب نعیم صدیقی) ۴۱
آل رسول (جناب مولانا سید سلیمان ندوی) ۴۶
صلح حدیبیہ فتح مبین (جناب عبدالکریم عابد) ۵۱
رسول کائنات (مولانا شبیر احمد اظہری) ۵۸
حضور اکرم غیروں کی نظر میں (جناب مولانا جمیل احمد نعیمی) ۶۱
سیرت نبوی کے تمدنی اثرات (جناب سید رشید احمد ارشد) ۶۳
پیغمبر اعظم کا مشن (حضرت علامہ اقبال) ۶۹
جشن عید میلاد النبی (جناب مولانا حسن مثنیٰ ندوی) ۷۱
فضیلت محمدی (محمد مبین) ۸۳
حجۃ الوداع (علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی) ۸۶
حضور اکرم (جناب شاہ بلیغ الدین) ۱۰۱
سرعرش مسند نشیں (جناب محمد شفیع اوکاڑوی) ۱۰۵
عقیدت کے پھول (جناب ماالقادری) ۱۰۶
دل مدینہ میں (بہزاد لکھنوی) ۱۰۷
اک نگاہ التفات (انجم نعمانی) ۱۰۸

Marfat.com

A Fascinating Approach to Typing Pleasure

58704

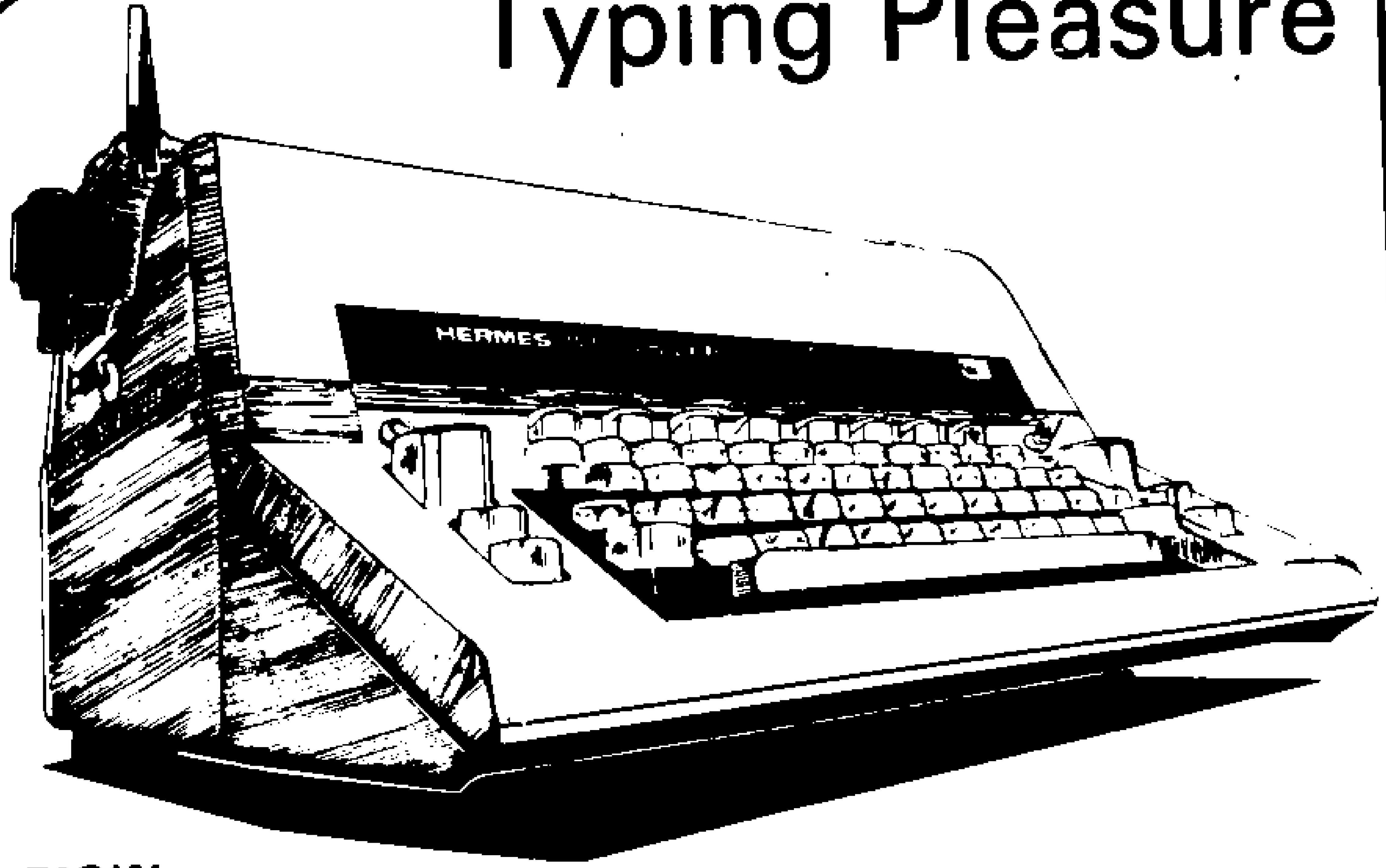

SWISS ORIGIN

HERMES

— need no introduction

HERMES
AMBASSADOR

(Manual and Electric models)

Now available from ready stock

Carriage Sizes : 15"-18"-25"

with Variety of Modern Typefaces

Ask for a free demonstration without obligations

● SATISFACTORY SERVICE FACILITIES AVAILABLE ●

Universal Business Equipment

3, Badri Building, I. I. Chundrigar Road, Karachi-2
Telephone : 239845-238615-229282
76-Kashmir Road, Saddar, Rawalpindi. Ph. 22146

ADKO

Marfat.com

جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی

لاکھوں سلام

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

اس کی پیاری فصاحت پہ بیحد درود
اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود
اسکے خطبہ کی ہیئت پہ لاکھوں سلام

وہ دُعا جس کا جوبن بہار قبول
اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے درود
یادگاریٔ اُمت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

Marfat.com

انتساب

اراکین بزم غلامانِ رسولؐ

مجلہ کی اشاعت کے

سلسلے میں اپنی تمام کاوشوں

کو اپنے محترم بزرگ ----

----- حاجی منیر الدین خان

کے نام نامی سے منسوب کرتی ہے

کیونکہ یہ سب کچھ انہی کی

نظرِ کرم کا نتیجہ ہے ———

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

نسیم الدین

سکریٹری بزم غلامانِ رسولؐ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہیں جس نے اپنے
سے ہمیں مسلمان بنایا۔ اور پاکستان جیسا عظیم ملک عطا کیا۔

خدا کی رحمت ہو اس کے پیارے نبیؐ اور ہمارے آقا و مولا پر
فیض نے ہمیں خیر الامم کے منصب پر فائز کیا۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو تمام مشکلات و مصائب اور گونا
مرونیات کے باوجود اپنے ساتھیوں کو خدا کے دین اور اس کے
کے پیغام کی طرف بلاتے ہیں۔ اور ایسے مواقع فراہم کرنے کی
سرگرداں رہتے ہیں کہ ہمارے دنیاوی فرائض دینی رجحانات کے
میں مانع ثابت نہ ہوں۔

چنانچہ قیام پاکستان سے لیکر اب تک سیرت النبیؐ کے اجلاس منعقد ہوتے رہے اور رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ فیض عام بنا رہا۔

اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے ایک سیرت کمیٹی بزم غلامان کے نام سے تشکیل پائی۔ جس کا کام اتباع اسوۂ رسول پاک علیہ السلام
بیدار کرنا ہے۔

لہٰذا سیرت کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
جلاس کے انعقاد کے ساتھ ہی ساتھ ایک مجلہ بھی پیش کیا جائے
عام نوجوان کے ذہن میں ابھرتے ہوئے وسوسوں اور سوالات کے
ت کا آئینہ دار ہو۔

اس ضمن میں حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس شمارہ
یسے مقالات اور اقتباسات شامل کئے جائیں جو تحریکی نوعیت کے
ہمارے جمود کو ختم کریں۔ اور ہم میں عمل کے جذبہ کو ابھاریں تاکہ ہم
حسنہ کو ہر لمحہ پیش نظر رکھ کر اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر عہد اور ہر دور میں زندگی کے تمام تقاضوں کو بطریق احسن پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو ہمیں سچائی، راست بازی اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے اس راہ پر گامزن ہو کر ہم روحانی اور مادی قوتوں سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔

ہمارے نزدیک حضور پرُنور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت پیش کرنے کا اس سے بہتر طریقہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ہم اپنی زندگی کو حضورؐ کے پیش کردہ سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں اور مغرب کی کورانہ تقلید اور مشنری اداروں کی مسموم فضا سے اپنے گرد و پیش کو پاکیزہ رکھیں۔

پاکستان جو عطیہ خداوندی ہے۔ اور جس کا قیام پرچم محمدی کو بلند رکھنے کے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔ آج کی مادیت کی آغوش میں سہما ہوا نظر آتا ہے۔ کہیں زبان کا مسئلہ ہے۔ تو کہیں علاقائی تعصب کا غوغا ہے۔ کسی جگہ اقربا نوازی ہے۔ تو کوئی خویش پروری میں مست ہے۔ کیا یہی پیغام محمدی کی تعبیر نکلتی ہے؟

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

پاکستان کے ۳۴ سال میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ ہر نوجوان کے ذہن پر سوالیہ نشان بن کر رہ گیا ہے۔ ہم نے تقلید مغرب میں اپنا دہ اثاثہ گنوا دیا۔ جو ہمیں ہوش سے بلند جوش میں بہا کر دنیا کے سب سے بڑے اسلامی مملکت کی تخلیق کی جانب لایا تھا۔ جہاں اخلاق محمدیؐ۔ قانون محمدیؐ۔ نظام محمدیؐ اور ثقافت محمدیؐ کا بول بالا ہونا تھا۔ لیکن

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب جہاں اپنے آقا سے محبت کا اظہار ایک رسم بن کر رہ گیا ہے
رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی

Marfat.com

جہاں لادینی نظریات اور غیر اسلامی تحریکات کا نہ صرف تحفظ کیا جارہا ہے بلکہ ان کے فروغ میں بڑی دریدہ دہنی کے ساتھ حصہ لیا جارہا ہے۔

جہاں اشتراکیت، نصرانیت اور صیہونیت کا عفریت پھنکاریں مار رہا ہے۔

جہاں ہر نیکی کا مذاق اڑانا فیشن سے بڑھ کر مقصد بنتا جارہا ہے۔

جہاں ہر عیب ایک ہنر ہے اور ہر برائی ایک فیشن بن گیا ہے جہاں تقلید کا نام ترقی اور گمراہی کو روشن خیالی سے تعبیر کیا جانے لگا ہے۔

جہاں دین سے تمسخر کے لئے ارکان دین کو ہدف بنایا جارہا ہے۔ جہاں کتاب الٰہی کو چھوڑ کر لال پیلی اور نیلی کتابوں میں الجھایا جارہا ہے۔

جہاں کفر و ضلالت کی ہر بوتل پہ اسلامی لیبل چسپاں کیا جارہا ہے۔

ان حالات میں یہی جہادِ اکبر ہے کہ برائی کو پھیلنے سے روکنے اور بھلائی کی دعوت کو عام کرنے کے لئے جدوجہد کی جائے

حضور پرنور ؐ کا اسوۂ مبارک اور آپ کی سیرت طیبہ کا حقیقی سبق آج بھی اس بات کا تقاضہ کر رہا ہے کہ ہم اپنے آقا کو صرف ہدیۂ عقیدت پیش کرنے پر اکتفا نہ کریں۔ بلکہ آپ کی لائی ہوئی دعوت پھیلانے کے لئے آگے بڑھیں۔

ہمارا یہ اقدام اس مشن کی پہلی کڑی ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ وقت اور وسائل کی کمی کی وجہ سے ہم اس شمارہ (مجلہ) کو حضور پرنور کی سیرت مقدسہ کے تمام پہلوؤں سے مزین نہ کر سکے۔ تاہم ہماری یہ کاوش احیاء دین کے بلند مقصد کی نشاندہی کرتی ہے رب کریم ہمارے اس عاجزانہ اور مخلصانہ نذرانہ کو قبول فرمائے۔ اور ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

محمد مبین

وارکین سیرت کمیٹی

بزمِ غلامانِ رسول

****

Marfat.com

جمعیت علماء پاکستان اور ورلڈ اسلامک کے سربراہ

مولانا شاہ احمد نورانی

کا

پیغام بسلسلہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت ہیں۔ آپ نے انسان کو بنیادی حقوق کا شعور دیا۔ آپ نے خواتین کو اسکا صحیح مقام بخشا۔ اپنے غلامی کی زنجیریں توڑ دیں، آپ نے بوریہ نشینوں کو حاکم بنا دیا، یہ آپ کا اعجاز تھا کہ آپنے یتیموں اور لاوارثوں کی اتنی سرپرستی کی وہ آپ کو اپنا سہارا سمجھنے لگے غرضیکہ آپنے دکھی انسانیت کو غموں سے نجات دلائی۔ آج بھی راہ حق کے متلاشی اور امن کے پیاسے صرف آپ کی تعلیمات پر عمل کرکے اوج ثریا پر مقیم ہو سکتے ہیں۔

بزم غلامان رسول صلی اللہ علیہ وسلم عید میلاد کے موقع پر مجلہ شائع کرکے بارگاہ رسالت میں جو خراج عقیدت پیش کررہی ہے وہ قابل صد مبارکباد ہے۔

شاہ احمد نورانی

۷ ربیع الاول شریف ۱۴۰۸ھ

Marfat.com

پیغام

مجھے یہ جان کر قلبی مسرت ہوئی ہے کہ بزم
غلامان رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہادیٔ اعظم، محسن انسانیت حضور پر نور
شافع یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم واصحابہ وبارک وسلم کی ولادت باسعادت کی تقریب کے موقع
پر ایک مجلہ شائع کر رہی ہے اس سلسلے میں مبارکباد قبول فرمائیے۔

بلاشبہ حضور کی ذات گرامی ساری کائنات کے لئے رحمت اور آپ کی بعثت مبارکہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے اور آپ کا اسوۂ حسنہ جس طرح چودہ سو سال سے ہر دور میں بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے ایک مشعل راہ رہا ہے اسی طرح آج بھی ہے اور ہم اسی اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے ہی دنیا و دین کی برکتیں اور سعادتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ انسانی معاشرے کے تمام پریشان کن اور الجھے ہوئے مسائل کا مستقل حل آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے علاوہ کچھ نہیں۔ امید ہے کہ آپ کا یہ مجلہ انشاء اللہ العزیز مسلمانوں کے قلب و ذہن میں اس حقیقت کو اجاگر کرنے اور اصلاح عقیدہ و عمل میں بہت ممد و معاون ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس عقیدت و محبت کو قبول فرمائے اور دارین میں اجر عظیم عطا فرمائے اور سب مسلمانوں کو آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمتہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم۔

محمد شفیع الخطیب الاوکاڑوی غفرلہٗ

۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۹۶ھ

کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیرتِ طیبہ کے مطالعہ کے بغیر اسلام کا صحیح فہم
ناممکن ہے۔ قرآنِ کریم کی بہترین تفسیر حضور رسالت پناہ کی
حیاتِ مبارکہ ہے۔ اگر اسلام کو صرف قرآن کے ذریعہ سے کماحقہٗ سمجھا جاسکتا
تو اللہ تعالیٰ صرف کتاب نازل فرما دیتا اور نبیٔ آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
کو مبعوث فرما کر اسلام کی تبلیغ و توسیع کے لیے ایک نہایت مشکل جدوجہد پر مامور نہ
فرماتا۔ یہی سبب ہے کہ کلمۂ طیبہ کے، جو ایمان کا جامع ترین مختصر بیان ہے۔ دو اہم اجزاءِ
ترکیبی ہیں۔ ایک اقرارِ توحید جو مقدم ہے اور دوسرا اس کے بعد ہی حضورؐ کی
رسالت کی تصدیق۔
سیرت کے سلسلہ میں جتنے بھی اچھے مضامین شائع ہوں۔ وہ اسلام کے فہم کی توسیع
میں مددگار ہوں گے۔
اس لیے میں جناب محمد مبین صاحب کی اس کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ
وہ ربیع الاوّل کے موقعہ پر ایک خصوصی رسالہ شائع کر رہے ہیں جس کا موضوع،
سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہوگی۔
میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد مبین صاحب کی اس کوشش کو
شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور تمام مضمون نگاروں کی رہنمائی فرمائے
تاکہ یہ رسالہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو۔

*

اشتیاق حسین قریشی
سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

Marfat.com

مجھے یہ

معلوم ہوکر خوشی ہوئی

کہ محمد مبین صاحب عید

میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے

سلسلے میں ایک گرانقدر مجلہ شائع کر رہے ہیں

اس محسنِ انسانیت پر جتنا بھی کام ہو کم ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ

و آلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ صرف کوئی شخصی سیرت نہیں بلکہ آپ کی سیرت

مبارکہ سارے بنی نوع انسان کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ ہمارے سامنے

دنیا کی بڑی بڑی شخصیتیں ہیں جو ہمارے لیے مشعلِ راہ کا کام تو دے سکتی ہیں

لیکن ان میں سے کوئی بھی ہمارے لیے مکمل نمونہ حیات نہیں۔ یہ تو

حضور سرورِ کائنات ﷺ کی ہی ذاتِ گرامی ہے جو زندگی کے ہر

شعبہ میں رشد و ہدایت کا کام دیتی ہے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیم نبوی ﷺ زیادہ سے

زیادہ عام کی جائے تاکہ ہر مسلمان

تطہیر فکر کے ساتھ اپنے اعمال

کو بہ آسانی اس کا تابع

بنا سکے

(جسٹس نعیم الدین)

جج سندھ ہائی کورٹ۔

Marfat.com

نسیم الدین

دعائے خلیل

دنیا کے تمام مذاہب میں مختلف تقریبیں منانے کا طریقہ عہد قدیم سے چلا آتا ہے۔ ہر قوم و ملت کے افراد اپنی تقاریب کو نہایت خوشی اور مسرت سے مناتے ہیں۔ تقاریب کو اجتماعی اور قومی حیثیت سے خاص اہمیت حاصل ہے۔ خصوصاً مذہب اسلام میں جو تقاریب ہیں وہ ہر حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ مگر یہ تقاریب محض رسوم و رواج یا لہو و لعب کے لئے نہیں مقرر کی گئی ہیں۔ بلکہ ان میں ماضی کے زبردست حوادث اور اکابر کے عظیم الشان کارنامے پنہاں ہیں۔ ان تقاریب کو قائم رکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ جن پاکیزہ ہستیوں نے اس دنیا میں تشریف لا کر ظلم و ستم کو مٹا کر عدل و انصاف قائم کیا۔ اور اللہ کی راہ میں بے مثال قربانیاں دے کر اپنے اعمال و کردار کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ جو حق و صداقت کے پرچم کو بلند کر کے میدانِ عمل میں آئے اور آکر ارباب باطل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا۔ ان کی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جائے تاکہ ان کی یاد کے ساتھ ساتھ ان کے اعمالِ حسنہ اور ان کے عظیم الشان کارناموں کی یاد بھی تازہ ہوتی رہے اور مسلمانوں کے عمل میں تیزی، جذبات میں فرحت، معلومات میں وسعت، خیالات میں رفعت پیدا ہو، اور مسلمان پھر اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرنے کے لئے تیار و مستعد ہو جائیں اور اپنے اخلاق و کردار کو اپنے اسلاف کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

ربیع الاول وہ مبارک مہینہ ہے جس میں آفتاب نبوت ماہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع فرما کر اپنی ضیا پاشیوں سے تمام عالم کو منور فرمایا۔

۱۲ ربیع الاوّل دو شنبہ کی مبارک صبح کو دعائے خلیل زید مسیحا مجسم بن کر ظاہر ہوئی۔ جس کے عالم وجود میں آتے ہی کفر و ضلالت کی ظلمتیں کافور ہو گئیں اور کائنات کا کونا کونا بقعۂ نور بن گیا۔ دنیا پر مستقل ترقی کے دروازے کھل گئے۔ کائنات کی خوابیدہ قوتیں بیدار ہو کر مصروف عمل ہو گئیں وہ لوگ جو بجائے انسانوں کے خونخوار درندے بن چکے تھے۔ کمال انسانیت کے مرتبے پر فائز ہو کر اخلاق و اعمال کے پیکر بن گئے ؎

جھکے ہوؤں پہ کی نظر رشک خضر بنا دیا
رہزنوں کو دی نداِ بن گئے شمع رہبری
تیرے کرم نے ڈال دی طرح خلوص و بندگی
تیرے غضب نے بند کی رسم و رہ ستمگری
تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
دشت نوردوں کو دیا تو نے شکوہ قیصری

فرزندانِ توحید اس دن کو یاد کر کے مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہیں۔ سرور دو عالم نور مجسم رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حضور ہدیۂ عقیدت و تحفۂ صلوٰۃ وسلام پیش کر کے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں۔ شمع رسالت کے پروانے سردار دو جہان، باعث کون و مکان، محسن کائنات کی صورت و سیرت، فضائل و کمالات خصائص محامد کے بیان اور حمد و نعت کے پر کیف نغموں سے اپنے قلوب کو منور کرتے ہیں اور محسن کائنات کے احسانات اور خالق کائنات کے انعامات کا شکریہ بجا لاتے ہیں۔

نسیم الدین

سیکریٹری بزم غلامان رسول

Marfat.com

جناب مولانا محمد شفیع اوکاڑوی

خلقتِ محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور اسی نور کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے بلا واسطہ پیدا فرما کر مخلوقات کی پیدائش کا سبب قرار دیا۔ عالمِ اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا عدم سے وجود میں آنا خلقتِ محمدی ہے اور اس دار دنیا میں رونق افروز ہونا ولادتِ محمدی اور چالیس برس کی عمر شریف میں وحی الٰہی سے مشرف ہو کر داعی الی الحق ہونا بعثتِ محمدی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

عالمِ اجسام سے پہلے عالمِ ارواح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات کا موجود ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وإذ أخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ءأقررتم وأخذتم على ذلكم إصري قالوا أقررنا قال فاشهدوا وأنا معكم من الشاهدين ۝ (قرآن کریم۔ پارہ ۳۔ رکوع ۱۶)

اور جب اللہ نے تمام نبیوں سے عہد لیا تھا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور حکمت سے دوں۔ پھر آئے گا تمہارے پاس ایک رسول معظم تصدیق کرتا ہوا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم سب ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس (عہد) پر میرا بھاری ذمہ لیتے ہو۔ سب نے اقرار کیا ہے فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

آیت کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ اجسام سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت ہو چکی تھی اور ان کی ذوات مقدسہ عالمِ ارواح میں جلوہ گر تھیں اور صفتِ نبوت سے موصوف ہو چکی تھیں، ورنہ ان سے عہد و پیمان کا لیا جانا کس طرح صحیح متصور ہوگا۔

رہا یہ امر کہ ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات اور جمیع انبیاء کرام کی خلقت سے پہلے ہے تو یہ قرآن کریم سے اشارۃً اور صحیح احادیث سے صراحۃً ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین ۝ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم —————) مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

اس آیہ کریمہ میں العٰلمین اسی طرح اپنے عموم پر ہے جس طرح الحمد للہ رب العٰلمین میں العٰلمین اپنے عموم پر ہے تو ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہے اور رحمت کی حاجت ہوتی ہے کس کو؟ جس کے لئے وہ رحمت ہو۔ تو جب آپ کی ذاتِ اقدس کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا گیا تو ثابت ہوا کہ تمام جہان آپ کی رحمت کے محتاج ہیں اور یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ جس چیز کی حاجت ہو وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے تو ضروری تھا کہ آپ کی مقدسہ تمام عالموں سے پہلے ہوتی۔ نیز آپ کی ذاتِ مقدسہ عالمین کے باوجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں واسطہ ہے۔ اس لئے بھی آپ کا مخلوقات سے پہلے موجود ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیءٍ خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذالک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ ولم یکن فی ذالک الوقت لوحٌ ولا قلمٌ ولا جنۃٌ ولا نارٌ ولا ملکٌ ولا سماءٌ ولا ارضٌ ولا شمسٌ ولا قمرٌ ولا جنیٌّ و

Marfat.com

لا انسیٰ فلما اراد اللہ ان یخلق الخلق قسم ذٰلک النور اربعۃ اجزآء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزآء فخلق من الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملٰئکۃ ثم قسم الرابع اربعۃ اجزآء فخلق من الاول السمٰوٰت ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ والنار ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول نور ابصارھم ومن الثانی نور قلوبھم وھی المعرفۃ باللہ ومن الثالث نور قلوبھم وھو التوحید لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(ترجمہ) کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح نہ قلم، نہ جنت، نہ دوزخ، نہ فرشتہ، نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن، نہ انس (کچھ بھی) نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کیا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے پہلے حصہ سے قلم دوسرے سے لوح محفوظ تیسرے سے عرش پیدا کیا اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے حاملین عرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے باقی سب فرشتے پیدا کئے۔ اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصہ سے (سانوں) آسمان۔ دوسرے سے (ساتوں) زمینیں تیسرے سے جنت دوزخ پیدا کئے اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے (مومنوں کی) آنکھوں کا نور۔ دوسرے سے ان کے دل کا نور جس سے اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں تیسرے سے ان کے انس ومحبت کا نور اور توحید ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

حضرت علامہ محمود آلوسی بغدادی صاحب روح المعانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں۔

ولذا کان نورہ صلی اللہ علیہ وسلم اول المخلوقات ففی الخبر اول ماخلق اللہ تعالیٰ نور نبیک یا جابر!

روح المعانی پ۱ ص۹۶

چونکہ مذکورہ حدیث میں نورہ فرمایا اور نورہ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹتی ہے اور اللہ اسم ذاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ صفاتی سے نہیں ورنہ نور جمالہ یا من نور علمہ وغیرہ ہوتا اور اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ کے نور کا ٹکڑا یا حصہ ہے۔ کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ میں مغایرت شرط ہے اور یہ اضافت تشریفی ہے۔ جیسے روح اللہ۔ بیت اللہ کہا جاتا ہے کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کے پتھر وغیرہ اللہ کی ذات کے ٹکڑے یا اجزاء ہیں؟ یا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح کے ٹکڑے اور جز ہیں؟ ہرگز نہیں)

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

بداں کہ اول مخلوقات وواسطہ صدور کائنات وواسطہ خلق عالم وآدم نور محمد است صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری وسائر مکونات علوی وسفلی ازاں نور وازاں جوہر پاک پیدا شدہ وحدیث اول ما خلق اللہ العقل نزد محققین ومحدثین بہ صحت نہ رسیدہ وحدیث اول ما خلق اللہ القلم نیز گفتہ اند۔

(جان لو کہ اول مخلوقات وواسطہ صدور کائنات وواسطہ تخلیق عالم وآدم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور باقی تمام مخلوقات علوی وسفلی اسی نور اور اسی جوہر پاک سے پیدا ہوئی اور حدیث کہ اللہ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا ہے محققین ومحدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ایسے ہی وہ حدیث بھی صحت کو نہیں پہنچتی جس میں ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا ہے)

حضرت ابن عباس وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی؟

قال کنت نبیاً وآدم بین الروح والجسد (ترمذی، بخاری فی التاریخ مشکوٰۃ ص۵۱۳ خصائص کبریٰ ص۳)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں علم

Marfat.com

الٰہی میں نبی تھا۔ سو ان کا کہنا غلط ہے کیونکہ اگر آپ کی یہ مراد ہوتی تو
اس میں پھر آپ کی کیا تخصیص تھی علم الٰہی میں تمام چیزیں آپ کے
وجود سے بھی پہلے تھیں، تو یہ تخصیص خود دلیل ہے۔ اس کی کہ آپ کی
مراد یہ نہ تھی اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ نبوت وصف ہے اور وصف و
کمال وجود اور ذات کے تابع ہوا کرتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ
وصف ہو اور موصوف نہ ہو۔ ثابت ہوا کہ آپ کا وجود آدم علیہ السلام
سے پہلے تھا اور وہ وجود نوری تھا۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نوراً بین یدی ربی
قبل خلق آدم باربعۃ عشر الف مائۃ عام (زرقانی ص۴۹)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ
ہزار سال پہلے اپنے رب کے حضور ایک نور تھا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔

انا اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث (ابن ابی حاتم۔ دلائل
النبوۃ خصائص کبریٰ ص۳)

میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں ان سب سے پچھلا
ہوں!

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے نبی بھی آپ اور
سب سے پچھلے نبی بھی آپ ہیں یعنی صفت نبوت کی ابتدا بھی آپ سے
ہوئی، اور انتہا بھی آپ کی ہی ذاتِ بابرکات پر ہوئی نہ آپ سے پہلے
کوئی نبی تھا نہ بعد میں کوئی نبی ہوگا۔

حد پہ پہنچ کر ایک بات کہتا ہوں تیری شان میں
دہر میں تیری ذات پر ختم ہوئی پیمبری

ان احادیث مبارکہ سے صراحتاً ثابت ہوا کہ باعث ایجاد دو عالم
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے
تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

ثابت ہوا کہ جس نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات
سے پہلے پیدا کیا گیا تھا وہی نور تمام انبیائے کرام کے بعد بشریت محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم میں جلوہ گر ہوا، بلاشبہ آپ بھی بشر ہیں مگر آپ کی
بشریت مطہرہ بے مثل اور بشریت کے ہر عیب و نقص سے پاک اور
مبرا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ
اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"باید دانست کہ خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم در خلق سائر
افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد
کہ او صلی اللہ علیہ وسلم با وجود نشاء عنصری از نور حق جل وعلی مخلوق
گشتہ است کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خلقت من نور اللہ"
(مکتوبات شریف جلد سوم)

جاننا چاہئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش دوسرے انسانوں
کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے تمام افراد میں سے کوئی فرد بھی پیدائش میں ان سے کسی
طرح مناسبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشاء عنصری کے اللہ
جل شانہٗ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے
کہ میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں)

از فروغِ تست روشن دین و دنیا ہر دو جا
بر تو بادا از خدا صلوات یا بدر الدجےٰ

دین و دنیا ہر دو مقام آپ ہی کے نور سے روشن ہیں۔ اے بدر الدجےٰ
آپ پر خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں۔

مادرِ گیتی نہ زادہ چوں تو فرزند دیگر
دیدۂ عالم نہ دیدہ ہم چو تو حسن اللقا

دنیا نے آپ جیسا کوئی فرزند نہیں جنا ہے اور جہان کی آنکھ نے
آپ جیسا حسین نہیں دیکھا ہے

کے ملک کردے بہ پیشِ آدمِ خاکی سجود
نور تو در وے نہ بودے گر ودیعت اے ہدیٰ

اے سراپا ہدایت! اگر آپ کا نور مبارک، آدم علیہ السلام کی پیشانی میں امانت نہ
رکھا جاتا تو فرشتے آدم خاکی کب سجدہ کرتے۔

از بہارِ لطف تو سرسبز باغ کائنات
وز نسیم فیض تو شاداب تر روض الصفا

آپ کے لطف و کرم کی بہار اور نسیم فیض ہی سے، باغ کائنات سرسبز اور شاداب
ترہے۔

Marfat.com

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی

قبل از بعثت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

(قرآن شریف ۳ ر ۱۶)

اور یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد لیا تھا کہ جو میں نے تمہیں کتاب و حکمت سے دیا، پھر تمہارے پاس تشریف لائے گا ایک (بڑی شان والا) رسول تصدیق کرتا ہوا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس (عہد) پر میرا بھاری ذمہ لیتے ہو؟ سب نے عرض کیا ہم اقرار کرتے ہیں، فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس عہد و پیمان کے مطابق تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی امتوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتے اور اپنی امتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی تائید و امداد کا عہد لیتے رہے یہاں تک کہ حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ کہتے ہوئے تشریف لائے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ تورات و انجیل میں بھی بیان فرمائے تھے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم اور بنی اسرائیل کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی بھلائی میں ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (پ ۹)

جو پیروی کریں گے اس رسول امی کی جس کو لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات و انجیل میں۔

نیز فرمایا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ

(قرآن کریم ۲۶/۱۲)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو ان کے ساتھی (صحابہ) ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں تو انہیں دیکھے گا رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے (اور) اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہوئے ان کی علامت (نورانیت ہے جو) ان کے چہروں میں سجدہ کے اثر سے ہے یہی ان کی صفت توراۃ میں اور یہی انجیل میں ہے۔

ف:- ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے اوصاف توراۃ و

Marfat.com

انجیل میں بھی تھے۔

حضرت عطا ابن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو توراۃ میں ہیں دریافت کیے تو انہوں نے فرمایا خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو قرآن میں آتے ہیں، ان ہی میں کے بعض توراۃ میں بھی مذکور ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے پڑھنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّحِرْزًا لِلْاُمِّيِّيْنَ اَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ وَّلَا سَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَّعْفُوْا وَيَصْفَحُ وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَآءَ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهِ اَعْيُنًا عُمْيًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا وَّغُلْفًا

(بخاری، خصائص کبریٰ ص۱۰)

اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا شاہد و مبشر اور نذیر اور امیوں کا نگہبان بنا کر، تم میرے بندے اور میرے رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے اور وہ نبی نہ بدخلق ہے نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے نہ بُرائی کو بُرائی سے دفع کرنے والے بلکہ خطا کاروں کو معاف فرمانے والے اور احسان کرنے والے ہیں، اور اللہ انہیں نہیں اٹھائے گا جب تک کہ ان کی برکت سے ٹیڑھی ملت کو سیدھا نہ کر دے گا یہاں تک کہ لوگ صدق و یقین کے ساتھ کہنے لگیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور ان کے سبب اندھی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا اور پردوں میں لپٹے ہوئے دل کشادہ ہو جائیں۔

اسی مضمون کی حدیثیں ابن عساکر، ابن سعد، دارمی، بیہقی، حاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بھی بیان فرمائی ہیں لیکن دارمی نے اپنی مسند میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت کعب احبار سے اتنا زیادہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدِيَ الْمُخْتَارُ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطَيْبَةَ اُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَفِيْ كُلِّ مَنْزِلٍ وَيُكَبِّرُوْنَهٗ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ رعاة الشمس يُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ اِذَا جَآءَ وَقْتُهَا وَلَوْ كَانُوْا عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ وَيُوَضِّئُوْنَ اَطْرَافَهُمْ وَاَصْوَاتُهُمْ بِاللَّيْلِ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ كَاَصْوَاتِ النَّحْلِ

(خصائص کبریٰ ص۱۰)

محمد رسول اللہ میرے عبدِ مختار ہیں ان کی جائے ولادت مکہ اور مقامِ ہجرت طیبہ ہے ان کے امتی حمد کرنے والے ہیں وہ خوشی اور مصیبت اور ہر حالت میں اللہ کی حمد کریں گے اور ہر بلندی کے مقام پر اللہ کی بڑائی بیان کریں گے۔ اور نماز کو اس کے وقت پر ادا کرتے رہیں گے۔ خواہ کوڑے کرکٹ کی جگہ پر کیوں نہ ہوں اور اپنے وسطوں پر ازار بند باندھیں گے اور اپنے اطراف کو روشن و منور دیکھیں گے اور رات کو ان کی دھیمی دھیمی ذکر و اذکار کی آوازوں سے فضائے آسمانی معمور ہو گی۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیا علیہ السلام کو وحی فرمائی۔

اِنِّيْ بَاعِثٌ نَبِيًّا اُمِّيًّا اَفْتَحُ بِهٖ اٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا وَّاَعْيُنًا عُمْيًا مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَمُهَاجِرُهٗ بِطَيْبَةَ

کہ بلاشبہ میں ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں جس کے ذریعہ بہرے کان اور غلاف چڑھے دل اور اندھی آنکھیں

Marfat.com

إلى أن قال، بكل جميل واهب له كل خلق
كريم أجعل السكينة لباسه والبر شعاره
والتقوى ضميره والحكمة معقوله والصدق
والوفاء طبيعته والعفو والمغفرة والمعروف
خلقه والعدل سيرته والحق شريعته والهدى
إمامه والإسلام ملته وأحمد اسمه
أهدي به من بعد الضلالة وأعلم به
بعد الجهالة وأرفع به بعد الخمالة وأسمي
به بعد النكرة وأكثر به بعد القلة و
أغني به بعد العيلة وأجمع به بعد الفرقة
وأؤلف به بين قلوب وأهواء متشتتة
وأمم مختلفة وأجعل أمته خير أمة

(ابن ابی حاتم، ابو نعیم
خصائص کبریٰ ص۱۳)

کھول دوں گا اس نبی کا مقام ولادت مکہ اور جائے ہجرت طیبہ ہوگا میں انہیں ہر خوبی اور ہر خلق کریم عطا کروں گا۔ اطمینان قلب اور وقار کو ان کا لباس عادات و احسان کو ان کا شعار، تقویٰ کو ان کا ضمیر حکمت کو ان کا راز، صدق و وفا کو ان کی طبیعت اور عفو و کرم کو ان کی عادت، عدل کو ان کی سیرت، اظہار حق کو ان کی شریعت، ہدایت کو ان کا امام اور اسلام کو ان کی ملت بناؤں گا ان کا نام احمد ہے اور خلق کو ان کے صدقے میں گمراہی کے بعد ہدایت، جہالت کے بعد علم و معرفت، گمنامی کے بعد رفعت و منزلت عطا کروں گا اور انہیں کی برکت سے قلت کے بعد کثرت، فقر کے بعد دولت تفرقہ کے بعد محبت عنایت کروں گا اور انہیں کی بدولت مختلف قبائل غیر مجتمع خواہشوں اور اختلاف رکھنے والے دلوں میں الفت پیدا کروں گا اور ان کی ساری امت کو تمام امت سے بہتر کروں گا۔

بخوف طوالت ان تین حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ کتب احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب الہیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ سے بھری پڑی ہیں۔ مگر علماء یہود و نصاریٰ نے ازراہ حسد و عناد ان میں تبدیلیاں کیں اور آپ کے اوصاف جمیلہ کو چھپایا۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں مختصراً مذکور ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ
وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا
بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ۵ وَلَا
تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ
تَعْلَمُونَ ۵ (قرآن پ۱)

اور ایمان لاؤ اس کلام پر جو میں نے نازل کیا ہے۔ تصدیق کرتا ہوا اس کی جو تمہارے پاس ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ ہو اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت کے عوض مت بدلو اور مجھ سے ڈرو اور حق کے ساتھ باطل کو نہ ملاؤ اور حق (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف) نہ چھپاؤ۔ اور تم تو (حقیقت حال) جاننے والے ہو۔

نیز فرمایا

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ
كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا
مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۵
(قرآن کریم پ۲)

وہ (علمائے یہود و نصاریٰ) جن کو ہم نے کتاب دی ہے اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو (بلا تردد) پہچانتے ہیں اور بلاشبہ ان میں سے ایک گروہ ہے جو حق (یعنی آپ کے اوصاف حمیدہ) کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے حالانکہ وہ (حقیقت کو خوب) جانتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ علمائے یہود و نصاریٰ نے دیدہ و دانستہ تورات و انجیل میں سے حضور صلی اللہ علیہ

Marfat.com

سلم کے اوصاف جمیلہ کو چھپایا کہ کہیں جہلا آپ کے اوصاف پر مطلع ہو کر آپ پر ایمان نہ لے آئیں۔ اور ہم نے ان کے مالوں اور پھلوں وغیرہ میں جو اپنے حق اور سالانے وغیرہ متعین کئے ہوئے ہیں وہ بند نہ ہو جائیں۔

اس پر انہیں فرمایا گیا کہ تم پر تو یہ لازم تھا کہ تم سب سے پہلے ان پر ایمان لا کر دوسروں کی ہدایت کا سبب بنتے اور بے شمار رحمتوں و برکتوں کے مستحق بنتے، کیونکہ تم اہل علم ہو اور اس نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کے اوصاف جمیلہ سے خوب پہچانتے ہو مگر تم پر افسوس کہ تم نے بجائے سب سے پہلے ایمان لانے کے سب سے پہلے کفر کیا اور ان کے اوصاف حمیدہ چھپا کر دوسروں کے لئے بھی رشد و ہدایت کا دروازہ بند کیا اور ان سب کے کفر کا وبال بھی اپنے اوپر لیا۔

ان آیات و احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ کتب سابقہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے اوصاف جمیلہ مذکور تھے اور ان اوصاف کو تمام وہ لوگ جانتے تھے، جو اُن کتابوں کو پڑھنے اور سننے والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جب آپ کو دیکھتے تو علامات سے فوراً پہچان لیتے کہ یہی وہ ذات گرامی ہے جس کا ذکر مبارک ہماری آسمانی کتابوں میں موجود ہے مگر بعض علمائے یہود و نصاریٰ نے محض اپنے ذاتی مفاد و اقتدار کی خاطر کتب الٰہیہ میں تغیر و تبدل کیا تاکہ لوگوں پر آپ کا حال مشتبہ ہو جائے اور لوگ آپ پر ایمان نہ لائیں اور ہمارا اقتدار وغیرہ برقرار رہے۔

چنانچہ حضرت عاصم بن قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ جس چیز نے ہمیں اسلام و ایمان کی طرف متوجہ کیا وہ یہ تھی کہ ہم بت پرست اور مشرک لوگ تھے، اہل کتاب یہودیوں سے ہماری اکثر لڑائیاں ہوتی رہتیں جب ہم غالب ہو کر ان کے مالوں پر قبضہ کرتے، تو وہ کہتے کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ جب وہ مبعوث ہوں گے تو ہم ان کے ساتھ ہو کر تمہیں اس طرح قتل کریں گے۔ جس طرح قوم عاد وارم کو قتل کیا گیا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ہم نے جان لیا کہ یہ وہی رسول ہیں جن کی بعثت کی خبر یہود ہمیں دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ہمیں دعوتِ ایمان دی تو ہم ایمان لے آئے اور یہود منکر ہو گئے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری۔

وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝	وہ یہود اس (نبی کے آنے) سے پہلے (اس نبی کے وسیلے سے) کافروں پر فتح طلب کیا کرتے تھے تو جب وہ آیا تو انہوں نے پہچانا اور اس کے ساتھ کفر کیا تو ایسے کافروں پر اللہ کی لعنت ہے

(سیرت ابن ہشام ص ۲۲۵/۱)

حضرت نملہ بن ابی نملہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ یہود بنی قریظہ اپنی کتابوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام، آپ کے اوصاف حمیدہ، اور آپ کے ہجرت کر کے تشریف لانے کا ذکر اپنے بچوں کو سنایا کرتے تھے مگر جب آپ تشریف لائے تو انہوں نے حسد و بغاوت کرتے ہوئے کہہ دیا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۶۰/۱)

حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود بنی عبد اشہل میں سے ایک یہودی ہمارا پڑوسی تھا، ایک روز وہ ہمارے گھر آیا جبکہ وہاں کافی لوگ موجود تھے۔ میں اس وقت ان سب میں چھوٹی عمر کا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے قیامت حساب و کتاب اور جنت دوزخ وغیرہ کا ذکر کیا، وہاں جتنے لوگ تھے وہ سب بت پرست اور ان چیزوں کے منکر تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تکذیب کی تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے یہ سب کچھ حق ہے اور ان کا منکر دوزخ میں جائے گا اور اس وقت وہ کہے گا کہ اس دوزخ کی آگ کے بجائے

Marfat.com

نیا کی آگ کے تنور میں ڈال کر اوپر سے بند کر دیا جاتا تو وہ اس قدر تکلیف دہ نہ ہوتا جس قدر یہ دوزخ تکلیف
س کی باتوں سے سخت حیران تھے اور اس پر افسوس کر رہے تھے پھر اس نے کہا مکے سے ایک نبی مبعوث ہونے
گوں نے کہا کب ؟ تو اس نے میری طرف دیکھا اور اشارہ کرتے ہوئے کہا اگر اس لڑکے کی عمر ہوئی تو یہ اس

ضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث
ہم آپ پر ایمان لے آئے مگر وہ بسبب حسد و غرور منکر ہی رہا۔ ایک دن ہم نے اس سے کہا۔ اے فلاں تجھ
س ہے تو نے ہی تو ہم کو اس نبی کی آمد کی بشارت سنائی تھی اور تو خود ہی منکر ہو گیا ہے اس نے کہا ٹھیک ہے
نہیں ہیں۔ (سیرت ابن ہشام ص۲۲۶ ج۱)

ضرت عاصم بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کے ایک بوڑھے آدمی نے مجھ سے کہا، کیا جانتے ہو کہ
سعید، اسید بن سعید، اسد بن عبید اور بنی ہزل کی ایک جماعت کے اسلام قبول کرنے کا سبب کیا تھا؟ میں
ہیں، اس نے کہا کہ وہ یہ تھا کہ شام کے یہودیوں سے ابو عمیر ابن الہیبان ایک شخص تھا زمانۂ اسلام سے کچھ
پہلے وہ آیا اور ہمارے پاس آکر ٹھہرا۔ اس کی نیکی، پرہیزگاری اور بزرگی کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی بارش
ہم سب مل کر اس سے کہتے اے ابن الہیبان باہر چلو اور ہمارے لئے بارش کی دعا کرو! وہ کہتا خدا کی قسم میں اس
۔ دعا نہیں کروں گا جب تک کہ تم لوگ صدقہ نہیں کرو گے! ہم کہتے کتنا صدقہ ؟ وہ کہتا ایک صاع کھجور یا دو
ہم صدقہ کر دیتے تو وہ ہمیں ساتھ لے کر باہر نکلتا اور ہمارے لئے بارش کی دعا کرتا خدا کی قسم ابھی وہ اس جگہ
ہٹتا تھا کہ بادل آجاتے اور بارش شروع ہو جاتی اور ایک دو ہی مرتبہ نہیں، بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوا۔ وہ ہمارے
رہا، یہاں تک کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا اے گروہ یہود کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے شراب و
سرزمین سے تکلیف و بھوک والی زمین کی طرف کون سی چیز لائی تھی ؟ ہم نے کہا تم ہی خوب جانتے ہو اس نے
س شہر میں صرف اس لئے آیا تھا کہ یہ شہر اس نبی آخر الزماں کی ہجرت گاہ ہے جو عنقریب ظہور فرمانے والے ہیں مجھے
لا شاید وہ میری زندگی میں ہی مبعوث ہو جائیں گے تو میں ان پر ایمان لا کر ان کی پیروی کروں گا مگر ایسا نہ ہوا۔ اب
۔ لئے وہ موقع آئے گا، دیکھنا ان پر ایمان لانے میں کوئی تم سے سبقت نہ لے جائے ؟ بلاشبہ ان کو اپنے دشمنوں
ت بھی کرنا پڑے گی اور ان کو عورتوں اور بچوں کو قید بھی کرنا پڑے گا مگر ان کا یہ برتاؤ تمہیں ان پر ایمان لانے سے
دے۔ یہ کہہ کر وہ مر گیا۔

پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور وہ وقت آیا کہ آپ نے بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا تو ثعلبہ و اسید
ر، و اسد بن عبید نے کہا اے بنی قریظہ خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کے اوصاف ابن الہیبان نے تمہیں بتائے تھے
سب سے عہد لیا تھا کہ تم ان پر ایمان لاؤ گے۔ لہٰذا خدا سے ڈرو اور ان کی پیروی کرو! قوم نے کہا یہ وہ نہیں ہیں انہوں
خدا کی قسم بلاشبہ یہ وہی ہیں، یہ کہہ کر وہ اپنی قوم سے نکلے اور مسلمان ہو گئے۔ اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کی حفاظت
لی مگر قوم نے نہ مانا۔ (سیرت ابن ہشام ص۲۲ ج۱ طبقات ابن سعد ص۱۶ ج۱)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم اولادِ اسماعیل

Marfat.com

کی شاخ بنی عبدالمطلب سے ایک نبی کے منتظر ہیں مگر مجھے امید نہیں کہ میں ان کے زمانے تک زندہ رہوں گا، میں ا
ایمان لاتا اور ان کی تصدیق کرتا ہوں کہ بلاشبہ وہ نبی ہیں۔ پھر مجھ سے کہا اے ربیعہ اگر تمہاری عمر دراز ہو اور تم
پالو تو میرا اسلام ان سے کہہ دینا۔ اور میں تمہیں ان کے اوصاف بھی بتاتا ہوں تاکہ ان کا حال مشتبہ نہ رہے۔ میں نے کہا
اس نے کہا وہ نہ تو بلند قامت ہوں گے، اور نہ پست، ان کے جسم پر بال نہ زیادہ ہوں گے نہ کم، ان کی آنکھوں میں
سُرخی رہے گی جو کبھی جُدا نہ ہوگی، اِن کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اور ان کا نام احمد ہوگا، اسی شہ
ان کی ولادت و بعثت ہوگی، لوگ ان کی نبوّت و رسالت اور ان کی تعلیمات کی تکذیب و مخالفت کریں گے یہاں تک کہ ان کو
کرنی پڑے گی اور مکّہ سے یثرب (مدینۂ منورہ) چلے جائیں گے۔ وہاں ان کا بول بالا ہوگا اور آخر ان کو غلبہ حاصل ہوگا۔ د
کہیں لوگوں کے بہکانے میں نہ آجانا۔ میں دینِ ابراہیمی کی تلاش میں سارے ملکوں اور شہروں میں پھرا ہوں جب یہودی نصرا
مجوسی سے بھی ملا، اس نے یہی کہا کہ یہ دین تمہارے اسی شہر مکے ہی سے ظاہر ہوگا۔ جب کہ نبی آخرالزماں حضرت احمد (صلی
علیہ وسلم) مبعوث ہوں گے۔ پھر آپ کے وہ اوصاف جو میں نے تمہیں سُنائے ہیں وہ مجھے سُناتے اور کہتے کہ ان کے
نبی باقی نہیں رہا۔

حضرت عامر فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں
بن عمرو کا سلام پہنچایا اور اس کے حالات و اقوال سنائے تو آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، اور اس کے لئے د
رحمت فرمائی اور فرمایا کہ میں نے اس کو جنت میں ناز کے ساتھ ٹہلتے ہوئے دیکھا ہے۔

(طبقات ابن سعد ص ۱۶۱ تاریخ کامل ابن اثیر ص ۲)

WITH THE BEST COMPLEMENTS

OF

ACTION 77 SUITING
TRILON SUITING
TR-300 SUITING
SANYO PRINTS

ESMAIL JAMAL & CO.

117, LAKHMIDAS STREET, KARACHI

Phone : 230207

Marfat.com

لانا محمد شفیع اوکاڑوی

بعثتِ محمدّی

ابھی آپ کی عمر مبارک چالیس برس کی نہیں ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوشہ نشینی اور خلوت گزینی محبوب و مرغوب ادی چنانچہ آپ سال میں ایک دو مرتبہ کھانے پینے کا مختصر سامان لے کر غار حرا میں تشریف لے جاتے، غار حرا سے اللہ شریف برابر نظر آتا وہاں آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت یعنی ذکر و فکر اور مراقبہ فرماتے اور ذاتِ حق میں مستغرق رہتے اور جب نظر مبارک اٹھا کر بیت اللہ شریف کا جمال مبارک بھی کرتے۔

جوں جوں ایام وحی قریب قریب آ رہے تھے۔ کثرتِ عبادت کا ذوق و شوق اور غار حرا کی گوشہ نشینی محبوب تر ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ مہینوں قیام فرمانے لگے۔ جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا گھر تشریف لاتے اور پھر واپس جا کر ں ہو جاتے۔

حضرت برہ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت و اکرام کے ظہور کا فرمایا تو آپ جب کسی حاجت کے لئے باہر تشریف لے جاتے۔

یَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّ شَجَرٍ اِلَّا قَالَ السَّلَامُ عَ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! فَکَانَ یَلْتَفِتُ عَنْ یَمِیْنِہٖ
الِہٖ وَخَلْفِہٖ فَلَا یَرٰی اَحَدًا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ)
یَرُدُّ عَلَیْھِمْ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ۔

تو جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے تو وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ! آپ سلام کا جواب دیتے اور دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے تو سوائے پتھروں کے اور درختوں کے کوئی چیز نظر نہ آتی۔

(سیرت ابن ہشام ص۲۵۰ طبقات ابن سعد ص۱۰۲ خصائص کبریٰ ص۹ زرقانی المواہب ص۲۱۹)

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَکَّۃَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ
بْعَثَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُہُ الْاٰنَ (مسلم کتاب الفضائل)

بلاشبہ میں اس وقت بھی اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکہ معظمہ میں قبل از بعثت مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔

بتدائے وحی اور رویائے صادقہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

مَا بُدِئَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
الْوَحْیِ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ فِی النَّوْمِ فَکَانَ
ادی اِلَّا جَاءَ مِثْلُ فَلَقِ الصُّبْحِ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتداء رویائے صالحہ سے ہوئی جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے تھے بعینہٖ وہ صبح کی روشنی کی طرح ظہور میں آ جاتا۔

Marfat.com

(بخاری کتاب التعبیر)

چنانچہ جب آپ کی عمر شریف چالیس سال اور چالیس روز یا دس روز کی ہوئی تو حسب معمول ایک روز غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس جبریل امین بشری صورت میں آگئے اور آ کر کہا اِقْرَأْ (پڑھئے) آپ نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ (میں پڑھنے والا نہیں) آپ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر اپنے ساتھ لگا اتنے زور سے دبایا کہ وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچ گئے اور پھر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا، اور کہا پڑھئے، میں نے کہا۔ پڑھنے والا نہیں ہوں! انہوں نے پھر مجھے اسی طرح زور سے دبایا پھر چھوڑ کر کہا۔ پڑھئے، میں نے وہی جواب د نے تیسری مرتبہ پھر دبایا اور کہا پڑھئے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھنے والا نہیں پھر جبریل نے کہا۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ۔
(قرآن کریم)

پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے (آپ کو) پید ہے (اور جس نے بنایا ہے) انسان کو خون کی پھٹ پڑھئے اور آپ کا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس سے سکھایا اور سکھایا انسان کو جو کچھ کہ وہ نہ جانتا

چنانچہ جب آپ نے اپنے رب کا نام سُنا تو فوراً قرارت فرمادی۔ سُبْحَانَ اللّٰه جبریل امین جب صرف اِقْرَأْ۔ اِقْرَأْ کہتے رہے آپ نے قرأت نہیں فرمائی اور جب انہوں نے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ کہا تو آپ قرأت فرمادی۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے یہی دکھانا تھا کہ اے جبریل پہلے فقط اِقْرَأْ کہنا اور پورا زور لگا مگر میرا حبیب نہیں پڑھے گا۔ جب تک میرے نام سے شروع نہیں کرو گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا حبیب ہی علم وعرفان سے متصف ہے اور اس سلسلہ میں تمہارا محتاج نہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جبریل ومیکائیل نے پہلے آپ کا سینہ اقدس چاک کیا پھر سینہ اور قلب اطہر کو شق کر کے دھویا۔ پھر اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ پڑھا۔

(مسند ابو داؤد طیالسی، مسند حارث، بیہقی وابو نعیم فی دلائل النبوۃ، زرقانی علی المواہب ص۲۴۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر جبریل میرے پاس سے چلے گئے اور کیفیت یہ تھی کہ وہ آیتیں گویا میرے پر لکھی گئی ہیں۔ اس وقت میں غار سے باہر نکلا تو میں نے سُنا کوئی کہہ رہا ہے یَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا جِبْرِیْلُ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ آپ اللہ کے رسول اور میں جبریل ہوں۔ میں نے دیکھنے کے لئے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ آسمان کے کنارے پر جبریل امین آدمی کی شکل پر ہیں اور فرما رہے ہیں یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا جِبْرِیْلُ (سیرت ابن ہشام)

فرماتے ہیں اسی کیفیت میں میں گھر کی طرف چلا۔ راستے میں جو بھی پتھر اور درخت ملتا بلند آواز سے کہتا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (بزار، ابو نعیم، خصائص کبریٰ ص۹۴)

غرض آپ جلالِ الٰہی اور ہیبتِ حق سے لبریز عجیب وغریب کیفیتیں لئے گھر تشریف لائے۔ ام المومنین

58704

Marfat.com

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خندہ پیشانی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ زَمِّلُوْنِی! زَمِّلُوْنِی!! مجھے کمبل اڑھاؤ!! آپ نے اپنا سرِ مبارک ان کی آغوشِ محبت میں رکھ دیا۔ جب آپ کو سکون ہوا تو آپ نے فرمایا خدیجہ میرا کیا حال ہے! انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ آپ نے ان کو ساری کیفیت سُنائی، اور فرمایا۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے، یہ نبوّت و رسالت کے بارِ گراں کی عظمت کا تخیّل تھا۔ انہوں نے کہا ایسا ہرگز نہ کہیئے، آپ کو کسی قسم کا خوف نہیں۔ میں آپ کو بشارت دیتی ہوں، خدا کی قسم آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا و غمگین نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی یعنی اہل قرابت کے ساتھ احسان فرماتے۔ ضعیفوں یتیموں۔ فقیروں اور اہل و عیال کے حوائج پورے کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو عطا فرماتے ہیں جن کو آپ کے سوا کسی اور سے عطا کی امید نہیں ہوتی اور آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، امانت دار اور مہمان نواز ہیں، خوش خلق، خوش گفتار اور عالی کردار ہیں۔ یعنی آپ کی ذات اقدس میں مکارمِ اخلاق اور محاسنِ شمائل مجتمع ہیں۔ لہٰذا آپ کو امرِ مکروہ نہ پہنچے گا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اقوالِ مُبارکہ سے ان کی کمالِ فراست و معرفت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ اور اوصافِ جمیلہ کا خوب پتہ چلتا ہے۔

اس کے بعد وہ آپ کو ساتھ لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل عہد جاہلیت میں رسومِ جاہلانہ اور بتوں کی عبادتِ مشرکانہ وغیرہ ترک کر کے نصرانی راہب ہو گئے تھے۔ توراۃ و انجیل کے بہت بڑے ماہر تھے اور انجیل کے مضامین عربی اور عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، بہت بوڑھے تھے اور بڑھاپے کے سبب نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے ان سے کہا۔ اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھائی کے بیٹے محمد بن عبداللہ سے سنو! ورقہ نے کہا اے ابن اخی آپ کیا دیکھتے ہیں؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام واقعہ سنایا۔ ورقہ نے سن کر کہا یہ وہی ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہوا تھا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ اور جوان ہوتا۔ جب کہ آپ کی قوم آپ کو مکّہ سے باہر نکال دے گی؟ آپ نے فرمایا کیا میری قوم مجھ کو مکہ سے باہر نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا۔ ہاں! فرمایا کیوں؟ ورقہ نے کہا ایسا ہی ہوتا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر نہیں آیا جس کی مخالفت نہ ہوئی ہو۔

یعنی کفار ہمیشہ پیغمبروں کے دشمن رہے ہیں، اگر میں زندہ رہا تو آپ کی پوری پوری حمایت کروں گا۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر تشریف لا کر جب حضرت خدیجہ کو سارا واقعہ سنایا تو حضرت خدیجہ نے کہا۔ اے ابن عم میں آپ کو بشارت دیتی ہوں اور قوی امید رکھتی ہوں کہ آپ اس اُمت کے نبی ہونے والے ہیں۔ پھر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ان کو سارے واقعات سُنائے۔

فَقَالَ اِنْ کُنْتِ صَدَقْتِنِیْ اِنَّہٗ لَنَبِیُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاِنَّهٗ لَیَاتِیْهِ النَّامُوْسُ الْاَکْبَرُ الَّذِیْ کَانَ یَاتِیْ مُوْسٰی (خصائص کبریٰ ص ۹۵)

تو ورقہ نے کہا اے خدیجہ اگر یہ صحیح ہے جو تو کہتی ہے تو بلاشبہ وہ اس امت کے نبی ہیں اور ان کے پاس وہی ناموسِ اکبر آیا ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آتا تھا۔

اس کے بعد ورقہ بن نوفل بیت اللہ شریف میں آپ سے ملا تو اس نے آپ سے خود سارے حالات سُن کر کہا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ اس اُمت کے نبی ہیں۔ آگے وہی کہا جو مذکور ہو چکا ہے۔

(سیرت ابن ہشام ص ۲۵۴ ج ۱)

Marfat.com

اس کے بعد ورقہ بن نوفل نے وفات پائی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم نے ورقہ کو ریشمی لباس پہنے ہوئے جنت میں دیکھا ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا اور اس نے میری تصدیق کی تھی، اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نے ورقہ کو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر پر دیکھا ہے۔

(بیہقی، ابو نعیم، ابن عدی، ابن السکن، زرقانی علی المواہب ص ۲۴۳)

حضرت ام سلمہ حضرت خدیجہ سے روایت فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے میرے چچا کے بیٹے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جب تیرے پاس جبریل آئے تو تو مجھے بتلا دے، آپ نے فرمایا۔ ہاں! جب جبریل امین آئے تو آپ نے فرمایا۔ اے خدیجہ! یہ جبریل امین آ گئے ہیں! انہوں نے کہا۔ کیا آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! انہوں نے کہا آپ میرے دائیں طرف میرے پاس آ کر بیٹھ جائیں! آپ تشریف لا کر ان کے دائیں طرف بیٹھ گئے، انہوں نے کہا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا ہاں! انہوں نے کہا آپ میرے بائیں طرف میرے پاس آ کر بیٹھ جائیں؟ آپ بائیں طرف آ کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا۔ اب بھی دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! انہوں نے کہا۔ آپ میری آغوش میں بیٹھ جائیں! آپ ان کی آغوش میں آ کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا۔ اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! انہوں نے اپنے سر سے اوڑھنی اتار کر ایک طرف رکھ دی اور اپنے سینہ سے کپڑا ہٹا دیا۔ اس وقت آپ ان کی آغوش میں ہی تھے تو انہوں نے کہا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا نہیں!

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اب انہوں نے اعراض کر لیا ہے، تو حضرت خدیجہ نے کہا اے ابن عم!

اَبْشِرْ فَاِنَّہٗ مَلَکٌ کَرِیْمٌ لَوْ کَانَ شَیْطَانًا مَّا اسْتَحْیٰی

میں آپ کو بشارت دیتی ہوں کہ بلاشبہ وہ مکرم فرشتہ ہے اگر شیطان ہوتا تو وہ حیا نہ کرتا۔

(الاستیعاب ص ۷۴۰ ج ۲، خصائص کبریٰ ص ۹۵ ج ۱)

With the best Compliments

حاجی اسمٰعیل

جوڑیا بازار۔ کراچی

ضرورتِ نبوت

علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی
شیخ الحدیث سابق پرنسپل جامعہ اسلامیہ بہاولپور

اس میں شک نہیں کہ انسان میں جسمانیت، حیوانیت در ملکیت سب کچھ موجود ہے۔ جسم کے متعلقات و مناسبات جسمانیت ملے ضروری ہیں۔ جیسے زمان و مکان، تشکیل و تناہی، ہیئت و تدار وغیرہ۔ اور حیوانیت کے لوازمات و ملحقات حیوانیت کے لئے زم ہیں جیسے کھانا پینا اور اس کے متعلقات۔ اسی طرح ملکیت کے لمحات و متعلقات کا ملکیت کے لئے ہونا ضروری ہے۔ جیسے تسبیح و یبد لیکن جس طرح جسمانیت، حیوانیت و ملکیت تینوں انسان کے ارد گھومتی ہیں اس طرح ان کے جملہ ضروریات و مناسبات بھی ضروریات و اسبات انسانیہ کے آس پاس گردش کرتے ہیں۔ بلکہ یوں کہیئے کہ انسان کائنات کے حقائق لطیفہ کا مجموعہ ہے۔ اور سب مخلوقات انسان کی ادم اور انسان سب کا مخدوم ہے۔ لہٰذا کل مخلوقات انسان کی ضروریات خادم اور انسانی ضروریات سب کی مخدوم ہیں۔ گویا کل کائنات کی ضروریات، ضروریاتِ انسانیہ کے محور پر گھوم رہی ہیں۔ دنیائے انسانیت یہ عظیم الشان نظام دامنِ نبوت سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ن افرادِ انسانی کا رابطہ بارگاہِ نبوت سے قائم نہیں ہوا وہ حیوانیت اور ہیمیت کے گڑھوں میں جا گرے۔

ضرورتِ نبوت پر پہلی دلیل

مقصدِ تخلیق کے حصول کا موقوف علیہ ہمیشہ ضروری ہوا کرتا ہے

انسان معرفتِ الٰہیہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور خدا کی معرفت کا حاصل ہونا نبوت و رسالت کے بغیر ممکن نہیں اس لئے نبوت و رسالت کا وجود انسان کے لئے ضروری ہے۔ منکرین نبوت کا یہ کہنا علم و عقل کی روشنی میں قطعی باطل ہے کہ "جب انسان کے پاس حواس اور عقل دونوں موجود ہیں تو اسے نبوت و رسالت کی کوئی ضرورت نہیں"۔ خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لئے یہ حواس کافی ہیں نہ یہ عقل۔ جن لوگوں نے خدا کی معرفت کے لئے حواس کو کافی سمجھا وہ محسوسات و مظاہر کائنات کی پرستش میں مبتلا ہو گئے اور جنہوں نے عقل پر اعتماد کیا ان میں اکثر لوگ خدا کے منکر ہو گئے۔ اور جو صریحاً انکار کی جرأت نہ کر سکے انہوں نے ذات و صفات کے مسائل میں ایسی ٹھوکریں کھائیں کہ معرفت کی راہوں سے بہت دور جا پڑے اور عقل نا تمام کی وادیوں میں بھٹک کر ظنون و اوہام کے گڑھوں میں جا گرے۔ قرآن کریم نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں ارشاد فرمایا۔ "ان یتبعون الا الظن وان هم الا یخرصون" رہا یہ امر کہ خدا ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو اس کی معرفت ضروری ہے یا نہیں؟ تو یہ ایک علیحدہ موضوع ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ مصنوع کا وجود صانع کے وجود کی دلیل ہے۔ اور مصنوع کی تخلیق کسی حکمت و مقصد کے بغیر نہیں ہوتی اور کسی مصنوع کی حکمتِ تخلیق کا فوت ہو جانا اس مصنوع کے عبث ہونے کو مستلزم ہے۔ انسان کے اوصاف و خواص اس امر کی دلیل ہیں کہ وہ اپنے خالق کا مظہر ہے۔ اب اگر وہ اس حقیقت کو پہچاننے کی صلاحیت

Marfat.com

سکھنے کے باوجود نہ پہچانے تو اس نے خود اپنے وجود کو عبث قرار دے دیا۔ اور پہچانے تو چونکہ وہ ذاتِ باری تعالیٰ کا مظہر ہے۔ لہٰذا اپنے آپ کو صحیح معنوں میں پہچاننا دراصل اپنے خالق کو پہچاننا ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے "من عرف نفسہ عرف ربہ" لہٰذا ثابت ہو گیا کہ معرفتِ خداوندی کے بغیر انسان کا وجود عبث ہے اور اگر انسان چاہتا ہے کہ میرا وجود عبث نہ ہو تو معرفتِ الٰہیہ کے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ نہیں۔

ضرورتِ نبوت پر دوسری دلیل

قانونِ فطرت یہ ہے کہ ہر نوع کے مدرکات کو معلوم کرنے کے لئے اسی نوع کا ادراک کیا گیا ہے۔ مثلاً مبصرات کو جاننے کے لئے ادراکِ بصری اور مسموعات کے لئے ادراکِ سمعی۔ علیٰ ھذا القیاس پانچوں حواس کو لیجئے۔ ہر نوع محسوس کے لئے اسی نوع کا حاسہ ہمارے اندر پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد معقولات کا وجود ہے جنہیں معلوم کرنے کے لئے عقل عطا فرمائی گئی۔ ادراکِ انسانی کی تگ و دو حواس و عقل سے آگے نہ تھی۔ مگر اس کی ضروریات کا تعلق ان دونوں سے آگے تھا۔ جسے علم غیب کہا جاتا ہے۔ جب تک اس عالم تک کسی کی رسائی نہ ہو اس مقام کے ساتھ متعلقہ انسانی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں۔ نبوت جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ اطلاع علی الغیب ہی کا نام ہے۔ لہٰذا انسانی ضرورتوں کے پورا ہونے کے لئے نبوت کا ہونا ضروری ہے۔

ضرورتِ نبوت پر تیسری دلیل

حاسہ سبب ادراک ہے اور اس سے غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے لہٰذا اس کے ازالہ کے لئے عقل کا اس پر حاکم ہونا ضروری تھا۔ مگر جب عقل بھی ٹھوکریں کھائے تو اس کا ازالہ نہ عقل کر سکتی ہے نہ حواس۔ کیونکہ حواس عقل کے محکوم ہیں اور عقل بحیثیت عقل ہونے کے مساوی ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ عقل پر ایسی چیز کو حاکم تسلیم کیا جائے جو غلطی سے پاک ہو۔ اور وہ نبوت ہے۔ کیونکہ نبوت ہی غلطی سے مبرا ہے۔ لہٰذا اختلافِ عقل کی مضرتوں سے بچنے کے لئے نبوت کو ماننا ضروری ہے

نبوت کا غلطی سے پاک ہونا ہی عصمتِ نبوت کا مفہوم ہے۔ معلوم ہ کہ "عصمت" لوازمِ نبوت سے ہے۔ اس مقام پر زلاتِ انبیاء علیہم الس سے وہم پیدا کرنا درست نہیں۔

استدراک

شاید اس بیان کی روشنی میں ضرورتِ نبوت کے ساتھ اجرا نبوت کا شبہ پیدا کر لیا جائے۔ اس لئے گذارش ہے کہ ضرورتِ نبوت اجرائے نبوت ہرگز لازم نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق خاتم النبیین حضرت محمد ر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت مبعوث فرمایا جب کہ نوعِ انسانی اپنی حیا کے منازل طے کرتی ہوئی ایسے مرحلہ پر پہنچ گئی تھی کہ اس کے لئے جو نظ مقرر کیا جائے قیامت تک اس کی تمام ضروریات کے لئے وہی قابلِ عم ہو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

"میں نے آج تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔"

یہ ارشادِ خداوندی منکرینِ ختمِ نبوت کے اس شبہ کا قلع قمع ک کے لئے کافی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوتِ محمدیہ کے دامن سے ال دین وابستہ ہے جو قیامت تک پیش آمدہ ضروریات کے پورا ہونے واحد ذریعہ ہے۔ نبوت و رسالتِ محمدیہ ہی بنی نوع انسان کے ہ فرد کے لئے ضروری ہے۔ اس کے بعد کسی کو نبوت دیا جانا تصور نہی ضرورتِ نبوت کے لئے اجراء نبوت کو لازم سمجھنا اکمالِ دین کے منا ضرورتِ نبوت کے بعد حکمتِ بعثت پر بھی غور کرتے چلیں تاکہ عصمت کا باہمی تعلق اور زیادہ واضح ہو جائے۔

بعثتِ انبیاء کی حکمتیں

قرآن کریم میں بعثتِ انبیاء علیہم السلام کی حکمتیں بکثرت آیات میں بیان کی گئی ہیں جن میں بعض حسب ذیل ہیں۔

Marfat.com

۱۔ وَمَا اَرسلنا من رسولٍ الا لیطاع
باذن اللہ (پارہ ۵ سورہ نساء)

۲۔ وَمَا نرسل المرسلین الا مبشرین
وَ منذرین (پارہ ۷ سورہ انعام)

۳۔ وَ من یطع اللہ وَ رسولہ فقد
فاز فوزاً عظیماً (پارہ ۲۲ سورہ احزاب)

۴۔ و من یطع الرسول فقد اطاع اللہ
(پارہ ۵ سورہ نساء)

۵۔ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث
فیھم رسول من انفسھم یتلوا علیھم
ا یاتہ وَ یزکیھم وَ یعلمھم الکتاب
وَ الحکمۃ وَ ان کانو من قبل لفی
ضلالٍ مبین (پارہ ۴ سورہ آل عمران)

ضرورت نبوت کے ضمن میں جن امور کو ہم نے بیان کیا ہے یہ آیاتِ مبارکہ روز روشن کی طرح ان کی تائید کرتی ھیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت سے متعلق حسب ذیل حکمتوں کی نشاندہی کرتی ھیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرانا۔
۲۔ عالم غیب سے متعلق آخرت کی نعمتوں کی خوشخبری دینا اور عذاب الٰہی سے ڈرانا۔
۳۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا نجات کا آخری اور سعادتِ ابدی کے لئے شرط ہونا۔
۴۔ اطاعت رسول کا اطاعتِ خداوندی ہونا تاکہ بندوں کے لئے اطاعت الٰہی کی راہ متعین ہو جائے۔
۵۔ آیاتِ الٰہیہ کی تلاوت کرنا۔
۶۔ ایمان والوں کا ظاہر و باطن پاک کرنا۔
۷۔ کتاب الٰہی اور حکمت و دانائی کی تعلیم دینا

بیان سابق کی تفصیلات کو ذہن نشین کرنے کے بعد اگر نبوت و رسالت کے ان مناسب و بعثتِ انبیاء علیہم السلام پر غور کیا جائے تو یقیناً عصمت نبوت کا اقرار کرنا پڑے گا۔

کم از کم اتنی بات تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس کام کے کرنے کی صلاحیت کسی میں نہ ہو وہ کام اس کو سپرد نہیں کیا جاتا۔ ایک ظالم کو کرسی عدالت پہ بٹھانا، ان پڑھ آدمی کو علم و حکمت کی موشگافیوں کا کام سونپنا۔ کسی بدکار، فاسق و فاجر کو عفیفات کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے متعین کرنا۔ بیمار و ناتواں کے سر پہ بھاری بوجھ رکھ دینا۔ گم کردہ راہ سے ہدایت طلب کرنا، کسی عاقل کا کام نہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان امور کی صلاحیتوں کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ ان کی انجام دہی کا منصب علیہم السلام کو سونپ دے؟ جب یہ ممکن نہیں تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کے ساتھ وہ تمام توانین اور صلاحیتیں بھی انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائی ہیں جن کا ہونا ان کے لئے ضروری تھا۔ اور یہی عصمت کا مفہوم ہے۔ جس کے بغیر نبوت ایسی ہے جیسے بینائی کے بغیر آنکھ اور روشنی کے بغیر سورج۔

****

ہر قسم کے عمدہ و جدید زیورات کا اعلیٰ مرکز
الذرین جیولرز
۱۵۳ اے بلاک ۲ علامہ اقبال روڈ
پی ای سی ایچ ایس کراچی ۲۹
فون۔ 438761

Marfat.com

WITH THE BEST COMPLIMENTS

OF

NAFIS PAPER MART

Proprietor : ABDUL NASIR KHAN

HASSAN ALI EFENDI ROAD

KARACHI — Phone : 218396

Marfat.com

جناب مفتی محمد شفیع

ختم نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام ہوگیا۔ آپؐ آخری نبی اور رسول ہیں۔

اسلام کے بدیہی عقائد سے مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی ہمیشہ واقف رہے ہیں اور چودہ سو برس کی تاریخ میں یہ بحث کبھی نہیں پیدا ہوئی کہ نبوت کی بھی کچھ قسمیں ہیں، اور ان میں سے کوئی خاص نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی باقی ہے نبوت کی تشریعی و غیر تشریعی، ظلی و بروزی یا مجازی اور لغوی اقسام کا نہ قرآن و حدیث میں کوئی اشارہ تک ملتا ہے، نہ علمائے امت ان سے واقف تھے البتہ اس دور میں تعلیمات اسلامی سے عام غفلت اور جہالت نے اور فتنوں کی طرح اس فتنے کا در بھی وا کیا۔ سب سے پہلے باب اور بہا کے فرقے نے اس مسئلے میں اجماع امت سے اختلاف کیا مگر وہ بھی اس کو علمی رنگ نہ دے سکے اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے بحث کا دروازہ کھولا مگر اس بحث میں بھی اس قدر الجھاؤ اور تضاد کی کارفرمائی ہے کہ خود ان کے ماننے والے بھی تین فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ ایک فرقہ ان کو صاحب شریعت نبی اور رسول مانتا ہے۔ یہ ظہیرالدین اروپی کا فرقہ ہے دوسرا ان کو غیر تشریعی نبی کہتا ہے۔ یہ قادیانی پارٹی ہے، جس کا مرکز اب ربوہ میں ہے۔ تیسرا فرقہ مرزا صاحب کو رسول نہیں بلکہ مسیح موعود یا مہدی موعود قرار دیتا ہے یہ لاہوری پارٹی ہے۔

قادیانی مغالطے

حقیقت میں مرزا صاحب کے دعوائے نبوت میں ایک تدریجی ارتقا ہے۔ ابتدا میں ان کا عقیدہ جمہور اہل سنت کے مطابق تھا ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو انہوں نے جامع مسجد دہلی کے ایک جلسۂ عام میں ایک تحریری بیان دیا جس میں کہا گیا:-

"اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار کرتا ہوں، کہ جناب خاتم الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (تبلیغ رسالت حصہ دوم ص ۲۳)۔

پھر ۱۸۹۹ء کے بعد مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں نبی اور خاتم النبیین کی انوکھی تعریف کرنا شروع کردی۔ مثلاً

"اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضہ کمال کیلئے مُہر دی، جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھیرا یعنی آپؐ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے، اور آپؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی" (حقیقۃ الوحی ص ۹۷ حاشیہ۔ از مباحثہ راولپنڈی ص ۱۴۱)

اس عبارت میں انہوں نے اپنے نبی ہونے کے لئے گویا دلیل بیان کی ہے بالآخر بیسویں صدی کے اوائل میں انہوں نے کھلے طور پر رسالت اور وحی و نبوت کا دعویٰ کر دیا مثلاً۔ "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا" (دافع البلاء ص ۱۱) "حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ" (براہین احمدیہ ص ۲۹۸) اور اس کے بعد تو انہوں نے تمام تکلفات کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف صاحب شریعت رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ہمسری بلکہ اُن سے افضلیت کا دعویٰ کیا، ان کی توہین پر متعدد عبارتیں لکھیں، حتیٰ کہ خود سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے آپ کو بڑھانے کی جسارت سے بھی باز نہ آئے "محمدؐ میں اور ہمارے میں بڑا فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے!" (نزول المسیح ص ۹۶)۔ اس منزل پر پہنچ گئے تو مرزا صاحب نے عامۃ المسلمین سے علیحدہ ایک امت کی

Marfat.com

بنیاد ڈالی اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا' وہ مسلمان نہیں ہے"۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳ از خاتمہ بحث ص ۲۶)

اُن کی تحریروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو نبی بننے کا شوق دامن گیر ہوا تو خاتم النبیین اور مسئلہ نبوت کو اپنی راہ میں حائل پاکر انہوں نے اس کی تحریف و تاویل شروع کر دی۔ کبھی خاتم النّبیین ہی کے معنی بدل کر مہرِ نبوّت قرار دیا' کبھی ختم نبوّت کے معنی اپنے مشہور و معروف معنی میں رکھ کر ظلّی بروزی قسم کی نبوتیں ایجاد کیں' اور ظلّی نبی کو (معاذاللہ) عین محمد واحمد بتلا کر ختم نبوّت کی زد سے باہر آنے کی سعی فرمائی اور کہیں ختم نبوت میں یہ شرط بڑھا کر اس سے گلوخلاصی کی کوشش کی کہ ختم ہونے والی نبوّت تو وہ ہے' جس کے ساتھ شریعت بھی ہو' مطلق نبوت کا اختتام مُراد نہیں۔

ایک منصف مزاج اور سلیم الفہم آدمی کیلئے تو خود مرزا صاحب کی متضاد اور بے تکی باتیں ہی ان کے دعوی اور عقائد کو یکسر مُسترد کر دینے کو کافی ہیں' تاہم عام مسلمانوں کے سمجھنے اور سمجھانے کیلئے مسئلہ ختم نبوت کے تمام پہلوؤں کو قرآن حدیث' آثار صحابہ اور سلفِ صالحین وعلمائے دین کے اقوال کے ذریعے واضح کرنا ضروری ہے۔

ختم النبوۃ فی القرآن

قرآن کریم سے کسی مسئلے کو ثابت کرنے کیلئے علمائے اصول استدلال نے چار طریقے طے کئے ہیں۔ اوّل عبارت النّص دوسرے اشارۃ النّص تیسرے دلالۃ النّص اور چوتھے اقتضاء النّص۔ کلام پاک میں ننانوے آیات ایسی موجود ہیں جو ان چاروں سے کسی نہ کسی طریقے سے ختم نبوّت کا ثبوت مہیا کرتی ہیں چنانچہ اس باب میں پہلی اور صریح ترین آیت یہ ہے:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (الاحزاب : ۴۰)

"نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ' لیکن آپؐ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا"۔

اس آیت کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ چند روز پہلے ہی وحی کے ذریعے عرب کے اس رواج کو مسترد کیا گیا تھا جس کے تحت لے پالک اولاد کو حقیقی اولاد کا درجہ دیا جاتا تھا۔ اس رواج کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام اور متبنّیٰ حضرت زیدؓ بن حارث کی مطلقہ حضرت زینبؓ سے حکم خداوندی کے مطابق نکاح فرمایا اس پر کفار نے شور مچایا کہ یہ کیسا نبی ہے جو اپنے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرتا ہے اسی طعنے کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ اس لئے آپ پر یہ الزام بے محل ہے اس امر واقعہ کے بیان کر دینے کے بعد اس سے پیدا ہونے والے ممکنہ شبہات کے ازالے کیلئے فرمایا گیا: "لیکن آپؐ اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آپؐ کے کوئی صلبی فرزند نہیں' اور آپ اس اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہیں' لیکن آپؐ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں' اور رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ جو لوگ حضور کو ابتر اور مقطوع النسل ہونے کا طعنہ دیتے تھے' انہیں بھی اسی آیت میں جواب دے دیا گیا ہے کہ رسول تو اپنی پوری امت کا باپ ہوتا ہے اور محمدؐ چونکہ قیامت تک کے لئے نبی ہیں لہذا آپؐ کی روحانی اولاد کا بھی کوئی شمار نہیں۔

اس جگہ لفظ "خاتم النبیین" کے اضافے کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس طرح اقوام عالم کو خبردار کر دیا گیا' یہ ہمارا آخری رسول ہے۔ اس کے بعد کوئی پیغامبر نہ بھیجا جائے گا۔ اس لئے دین و دنیا کی اصلاح چاہتے ہو تو اس کی تصدیق کرو۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ماکان محمد ابا احد میں نفی ابوّت سے وہم ہوتا ہے کہ آپؐ میں شفقت پدری بھی نہ ہوگی' اس وہم کو رفع کرنے کے لئے ولکن رسول اللّٰہ کے الفاظ بڑھائے گئے یعنی اگرچہ آپؐ کسی مرد کے نسبی باپ نہیں' لیکن رسول اللہ ہونے کی حیثیت سے نسبی باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: وخاتم النّبیّین یعنی جب ہر رسول اپنی امت کا شفیق باپ ہوتا ہے تو خاتم النّبیّین تو تمام انبیاءؑ سے زیادہ شفیق اور مہربان ہوں گے۔ جن انبیاء کو اپنے بعد اور رسولوں کے آنے کی توقع ہوتی تھی' ان سے اگر کوئی چیز رہ جاتی تو بعد میں آنے والے اس کی تکمیل کر دیتے تھے لیکن تمام انبیاء کے خاتم کو یہ فکر تھی کہ آگے کا راستہ اتنا صاف کر دیا جائے کہ قیامت تک آنے والے انسان گمراہ نہ ہوں۔ چنانچہ ہمارے آقائے نامدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کی

Marfat.com

ستقیم کو ایسا ہموار چھوڑا ہے جس میں رات اور دن برابر ہے۔ اب نہ کہیں شریعت سابقہ کی حاجت ہے، نہ لاحقہ کی۔ نہ کسی جدید نبی کی ضرورت نہ جدید شریعت کی۔

ل شریعت

قرآن مجید کی جس آیت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی شریعت کی ابدی تکمیل کا اعلان کیا گیا، وہی ختم نبوت کے ثبوت میں ی واضح دلیل ہے۔ ارشاد ہوا:

وم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت
م الاسلام دینا (المائدہ: ۳)

"آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، مارے لئے دین اسلام ہی پسند کیا"

آیت مذکورہ میں اکمال دین کی جس زاویے سے بھی تفسیر کی جائے ی یہی ہے کہ اس دین کے بعد کوئی دین، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد کوئی نبی تا قیامت پیدا نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آیت کے بعد نہ کوئی حلال کرنے والا نازل ہوا، اور نہ حرام کرنے والا، کوئی چیز فرائض و سنن ہیں اور نہ کوئی چیز حدود اور دوسرے احکام میں ے۔ (تفسیر مظہری ص ۸، سورۂ مائدہ) اور حدیث میں ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو فاروق اعظمؓ رونے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ں روتے ہو؟ فاروق اعظمؓ نے عرض کیا۔

"ہم اپنے دین میں زیادتی اور ترقی میں تھے۔ لیکن جب وہ کامل ہو گیا ہے (عادت الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ) جب کوئی شے کامل ہو جاتی ہے تو مروہ ناقص ہو جاتی ہے۔" آں حضرت نے فرمایا:

"تم نے سچ کہا" اور یہی آیت آں حضرت کی وفات کی خبر سمجھی گئی، رآپ اس کے بعد صرف اکیاسی روز اس عالم میں زندہ رہے۔

فاروق اعظمؓ کا یہ واقعہ مذکورۃ الصدر تفسیر کی روشن دلیل اور کھلی شہادت ہے کیونکہ اگر اکمال دین اور اتمام نعمت سے نزول احکام دین کا اختتام اور نبوت کا انقطاع اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مراد نہ تھی تو فاروق اعظمؓ کا اس موقع پر رونا بے محل اور بے معنی ہو جائے گا۔

احادیث ختم نبوت

جس طرح قرآن پاک کی ننانوے آیات ختم نبوت کا ثبوت فراہم کرتی ہیں، اسی طرح دو سو دس صحیح احادیث میں اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے کہ آں حضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان میں ایک سو سے زیادہ احادیث متواتر ہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے:

جن حضرات نے آں حضرت کی نبوت اور معجزات اور قرآن مجید کو نقل کیا ہے، ان میں کثیر التعداد حضرات کی نقل سے آنحضرت کا یہ فرمان بھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں" (الملل والنحل ج ا، ص ۷۷)

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث لا نبی بعدی نہ صرف متواتر ہے بلکہ اس کا تواتر بھی اسی درجے کا ہے جس درجے کا آپ کی نبوت، معجزات اور قرآن مجید کا تواتر ہے۔ اب ان احادیث میں سے چند کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا، اور اس کو بہت عمدہ آراستہ و پیراستہ بنایا، مگر اس کے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی۔ پس لوگ اس کو دیکھنے جوق در جوق آتے ہیں، خوش ہوتے ہیں، اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پر کیا، اور مجھ سے ہی قصر نبوت مکمل ہوا، اور میں ہی خاتم النبیین ہوں (یا) مجھ پر تمام رسل ختم کر دیے گئے۔" (بخاری، مسلم، احمد، نسائی اور ترمذی نے روایات کیا۔)

حضرت ابو حازمؓ فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ رہا۔ میں نے خود سنا کہ وہ یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! ان خلفاء کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں؟" فرمایا:

Marfat.com

"ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت کرو، اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی رعیت کے متعلق ان سے سوالات کرے گا" (بخاری، مسلم، احمد، ابن ماجہ، ابن جریر اور ابن شیبہ نے روایت کیا)

حضرت جبیر بن مطعم روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں محمد ہوں، اور میں احمد ہوں، اور میں ماحی ہوں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر مٹادے گا، اور میں حاشر ہوں یعنی میرے بعد ہی قیامت آئے گی اور حشر برپا ہوگا، (یعنی کوئی نبی میرے اور قیامت کے درمیان نہ آئے گا) اور میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بعد اور کوئی نبی نہ ہو" (بخاری، مسلم اور ابونعیم نے روایت کیا)۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: "تم میرے ساتھ ایسے ہو، جیسے حضرت ہارونؑ موسیٰؑ کے ساتھ تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا" بخاری اور مسلم نے غزوۂ تبوک کے باب میں یہ حدیث روایت کی۔ مسلم کی روایت میں اتنی بات اور زیادہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہاد میں حضرت علیؓ کو ساتھ نہیں لیا، بلکہ گھر پہ چھوڑ دیا حضرت علیؓ نے (بطور نیاز مندانہ شکایت) عرض کیا: "آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا!" آپ نے (ان کی تسلی کیلئے) ارشاد فرمایا: "کیا تم اس پر راضی نہیں کیا کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ، جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے ساتھ؟ (یعنی جس طرح حضرت موسیٰ کوہ طور پر تشریف لے جاتے وقت ہارونؑ کو بنی اسرائیل میں اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے تھے، اسی طرح تم اس وقت میرے نائب ہو) لیکن میرے بعد نبوت نہیں" (اس لئے تمہارا مرتبہ اگرچہ ہارونؑ کا سا ہے، مگر تم کو حاصل نہیں) اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: الا انک لست نبیا (مگر تم نبی نہیں ہو)۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دو جماعتوں میں جنگ عظیم رونما نہ ہو، حال آں کہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ تقریباً تیس دجال کاذب دنیا میں نہ آچکیں، جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہوگا کہ میں اللہ کا رسول ہوں" (بخاری، مسلم اور احمد نے روایت کیا)۔

حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قریب ہے کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حال آں کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا" (مسلم نے روایت کیا)۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے تمام انبیاء پہ چھ باتوں میں فضیلت دی گئی، اول یہ کہ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے دوسرے یہ کہ رعب سے میری مدد کی گئی (یعنی مخالفین پر میرا رعب پڑ کر انہیں مغلوب کر دیتا ہے) تیسرے میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا۔ (بخلاف انبیائے سابقین کے کہ مال غنیمت ان کے لئے حلال نہ تھا، بلکہ آسمان سے ایک آگ نازل ہوتی تھی جو تمام مال غنیمت کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی، اور یہی جہاد کی مقبولیت کی علامت سمجھی جاتی تھی) چوتھے، میرے لئے تمام زمین نماز پڑھنے کی جگہ بنادی گئی (بخلاف امم سابقہ کے کہ آں کی نماز صرف مسجدوں ہی میں ہو سکتی تھی) اور زمین کی مٹی میرے لئے پاک کرنے والی چیز بنادی گئی (یعنی بہ وقت ضرورت تیمم جائز کیا گیا، جو پہلی امتوں کے لئے جائز نہ تھا) پانچویں، میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں (بخلاف انبیائے سابقین کے کہ وہ خاص خاص قوموں کی طرف کسی خاص اقلیم میں ایک محدود زمانے کے لئے مبعوث ہوتے تھے) چھٹے، مجھ پر تمام انبیاء ختم کر دیئے گئے" (مسلم نے روایت کیا)۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں دروازے کا پردہ کھولا۔ آپ کا سر مبارک مرض کی وجہ سے بندھا ہوا تھا۔ ادھر لوگ صدیق اکبرؓ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "نبوت میں کوئی جزو باقی نہیں رہا، مگر وہ اچھا خواب جو مسلمان دیکھتا ہے، یا اس کیلئے کوئی اور دیکھے" (مسلم اور نسائی نے روایت کیا)۔

عجیب تاویلات

ختم نبوت کے منکرین قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کی ان صریح تصو

Marfat.com

سے پیچھا چھڑانے کے لئے عجیب و غریب تاویلات کا سہارا لیتے ہیں، اور قرآن و حدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ مثلاً مرزا غلام احمد نے نبی بننے کے شوق میں آیت خاتم النبیین کے معنی یہ بیان کئے ہیں:

"آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے، اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے" اور یہ کہ "ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت مل سکتی ہے" یہ مفہوم نہ صرف عربی زبان اور محاورے کی رُو سے سراسر غلط ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی کو نبی بنانا آں حضرت کے اختیار میں ہے جس پر چاہیں نبوت کی مہر لگا دیں۔ حال آں کہ رسول اور نبی کا تقرر صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے علاوہ ازیں اس تحریف کے نتیجے میں نبوت ایک اکتسابی چیز بن جاتی ہے۔ قرآن کی رُو سے یہ بھی غلط ہے کیونکہ نبوت حاصل کرنا کسی کے اختیار میں نہیں۔

اگر اس نو ایجاد تفسیر کو مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس امت میں جتنے زیادہ نبی آئیں اتنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ظاہر ہو گا لیکن تحریف کرنے والے کو بھی تیرہ سو برس میں اپنے سوا کوئی اس طریقے سے نبی بنتا نظر نہیں آیا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جس ہستی کو، بقول مرزا صاحب، اللہ نے "نبی تراش" بنایا اس کی روحانی توجہ ایک لاکھ سے زائد صحابہ میں سے تو کسی کو نبی بنا نہ سکی، ان کے بعد خیر القرون میں بھی کسی کو یہ سعادت نصیب نہ ہو سکی اور نعوذ باللہ چودھویں صدی میں آ کر بس ایک مرزا صاحب پیدا ہوئے تو اس اعزاز کے اہل ٹھہرے۔ قرآن پاک کی تحریف اور رسول کریمؐ کی توہین اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے! نعوذ باللہ من ذلک

آیت خاتم النبیین کی قادیانی تحریف کا ایک اور رُخ مرزا غلام احمد کے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں یوں بیان ہوا ہے:۔ "لیکن اگر کوئی شخص اس خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو، اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرے کا انعکاس ہو گیا ہو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا۔ کیوں کہ وہ محمدؐ ہے، گو ظلی طور پر۔ باوجود اس شخص کے دعوئے نبوت کے، جس کا نام ظلی طور پر محمدؐ اور احمدؐ رکھا گیا ہے، پھر بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔"

ظل و بروز کی یہ کہانی شاید ہندوؤں کے عقیدۂ تناسخ و حلول سے اخذ کی گئی ہے قرآن و حدیث میں اس کی کہیں شہادت نہیں ملتی اور اگر یہ صحیح ہے کہ آں حضرتؐ کے کامل اتباع سے کوئی شخص عین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتا ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ابتدائے اسلام سے مرزا غلام احمد کی پیدائش تک کسی اور کو یہ کامل اتباع کیوں نصیب نہیں ہوا؟ صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، علی مرتضیٰؓ خیر الخلائق بعد الانبیاء کے مصداق ہیں۔ اور حدیث میں لو کان بعدی نبیٌ لکان عمرَ وغیرہ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں، تو کیا یہ حضرات بھی ظلی طور پر محمد مصطفےٰ بن گئے تھے؟

نبوت کا چھیالیسواں حصہ

صرف یہی نہیں کہ قرآن میں بروز بروزی نبی کے پیدا ہونے کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ بہت سی احادیث بھی اس عقیدے کا صاف صاف بطلان کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ حدیث ملاحظہ کیجئے:

حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! نبوت کا کوئی جزو، سوائے اچھے خوابوں کے باقی نہیں رہا" (بخاری اور مسلم نے روایت کیا)۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ نبوت بالکلیہ ختم ہو چکی ہے سلسلہ وحی منقطع ہو گیا۔ البتہ اجزائے نبوت میں سے ایک جزو "مبشرات" باقی ہے یعنی جو سچے خواب مسلمان دیکھتے ہیں، یہ بھی نبوت کے اجزا میں سے ایک جزو ہے اس کی تشریح بخاری ہی کی دوسری حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اب ذرا قادیانی عقل کج مزاج کی دلیری ملاحظہ کیجئے کہ اسی حدیث سے بقائے نبوت ثابت کرتے ہیں کہا جاتا ہے اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ نبوت کا ایک جزو باقی ہے اسی سے نفس نبوت کا بقا ثابت ہوتا ہے: جیسے پانی کا ایک قطرہ بھی باقی ہو تو پانی کو پانی کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح نبوت کا جزو کا باقی ہونا خود نبوت کا باقی ہونا ہے۔ اگر یہ منطق مان لی جائے کہ کسی شے کے ایک جزو کے وجود کو کل کا وجود قرار دیا جا سکتا ہے، تو پھر ایک اینٹ کو پورا مکان کہنا بھی درست ہو گا! کھانے کے بیس اجزا میں سے ایک جزو نمک ہے تو نمک کو کھانا کہنا بھی روا ہو گا! اور پھر تو شاید ایک دھاگے کو کپڑا کہنا بھی جائز ہو گا! اور ایک انگلی کے ناخن کو انسان، اور ایک رسی کو چارپائی بھی کہا جائے اور ایک میخ کو کواڑ بھی! یہ محض لچر اور ناقابل ذکر بات ہے۔

کہ نبوت کا ایک جزو باقی ہونے سے نبوّت کا بقا ثابت کر ڈالا۔

اس حدیث میں قابل لحاظ بات تو یہ ہے کہ آں حضرتؐ نے انقطاع نبوّت کے ذکر کے ساتھ صرف رویائے صالحہ کے بقاء کا ذکر فرمایا ہے اور کسی قسم کی نبوّت کا نام نہیں لیا۔ گویا نبوّت کی کوئی قسم آپ کے بعد باقی نہیں، بلکہ نبوّت کے تمام اجزاء اور اقسام کے بالکلیہ انقطاع کی خبر دے کر صرف ایک جزو (یعنی رویائے صالحہ) کا استثناء فرمایا گیا ہے۔ اب انصاف کیجئے کہ اگر سوائے رویائے صالحہ کے اور بھی کوئی جزو یا کوئی نوع، یا کوئی قسم نبوّت کی باقی رہنے والی تھی، تو اس کا استثنا کیوں نہیں فرمایا گیا۔

مرزا صاحب نے اپنی اسلام دشمنی پر پردہ ڈالنے کے لئے کبھی فرمایا کہ ختم نبوّت کا مسئلہ تو میرا ایمان ہے، مگر صرف تشریعی نبوّت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت غیر تشریعی ہے، اور میری نبوّت ظلّی و بروزی ہے اور کہیں لکھا ہے کہ مستقل نبوّت ختم ہوئی ہے، اور میری نبوّت غیر مستقل ہے۔ غرض ان متعارض اور متضاد اقوال کو اختیار کر کے وہ سمجھے کہ ہماری نبوّت بھی سیدھی ہو گئی اور مسلمانوں کے سامنے یہ کہنے کی گنجائش بھی باقی رہ گئی کہ ہم قرآن و حدیث کے صریح حکم یا امت کے اجماعی عقیدۂ ختمِ نبوّت کے منکر نہیں ہیں لیکن اس حدیث نے مرزا صاحب کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

ختمِ نبوّت اور نزولِ مسیحؑ

آیت خاتم النبیین کی روشن دلیل کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی غرض سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر آنحضرتؐ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آ سکتا تو آخر زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام، جو متفق علیہ نبی ہیں، کیسے آسکتے ہیں؟ حالانکہ ان کا قیامت کے قریب آنا مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے اور قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہے غرض یا ختمِ نبوت سے انکار کیجئے، یا نزولِ مسیحؑ سے ہاتھ اٹھائیے۔ یہ شبہ خلطِ مبحث کا شاہکار ہے۔ حقیقت میں ان دونوں عقیدوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔ اور اس کے دلائل یہ ہیں:

عربی لغت اور محاورے کی رو سے خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ وصف نبوت کے ساتھ اس عالم میں سب سے آخر میں متصف ہونے یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی، اس

کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپؐ سے پہلے تمام انبیاء وفات پا گئے ہوں یا اہل عرب جب خاتم الاولاد یا آخر اولاد بولتے ہیں تو مراد یہی ہوتی ہے کہ یہ بچہ سب سے آخر میں پیدا ہوا، نہ یہ کہ پہلی تمام اولاد کا صفایا ہو چکا۔ حدیث میں اسی مفہوم کی صراحت یوں ہے کہ حضرت سہلؓ ابن سعد الساعدی راوی ہیں کہ حضرت عباسؓ نے آنحضرتؐ سے ہجرت کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا "اے میرے چچا! اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہجرت ختم کر دی ہے، جیسا کہ مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا ہے"۔ (طبرانی، ابو نعیم، ابو یعلیٰ، ابن عساکر، اور ابن النجار نے روایت کیا) دیکھئے خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کو ختم ہجرت کی تمثیل میں پیش فرما کر بحث کا خاتمہ فرما دیا۔ کسی ادنیٰ سمجھ بوجھ والے آدمی پر بھی یہ بدگمانی نہیں کی جا سکتی کہ وہ حضرت عباسؓ کے خاتم المہاجرین ہونے کو اُن سے سے پہلے مہاجرین کے دنیا میں باقی رہنے کا مخالف یا معارض سمجھے یا حضرت عباسؓ پر ختم ہجرت کا یہ مطلب قرار دے کہ اُن سے پہلے کے سب مہاجرین مر چکے۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنك ومن نوح (الاحزاب: ۷) کی تفسیر میں فرمایا:

"میں خلقت میں سب انبیائے سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر میں ہوں"۔ اس حدیث نے بھی خاتم النبیین کے معنی کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپؐ کی بعثت دنیا میں سب سے آخر میں ہوئی نہ یہ کہ آپؐ سے پہلے سارے انبیائے کرام وفات پا چکے تھے علاوہ ازیں حضرت عیسیٰؑ کے نزول سے متعلق احادیث میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آپؑ اس دنیا میں جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو نبی کی حیثیت سے نہیں، بلکہ امام کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور شریعت محمدیؐ کی پیروی کریں گے۔

انکارِ ختمِ نبوّت کی سزا

"قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ اور اقوالِ ائمہ مفسّرین ختم نبوّت کے اس اجماعی عقیدے پر نہ صرف کلی طور پر متفق ہیں، بلکہ اس سے انکار کرنے اور آیت خاتم النبیین کی خلاف اجماع تاویل کرنے کو قابل تعزیر جرم

Marfat.com

ہے ہیں سید محمد آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و مستند تفسیر روح
انی میں حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے خلاف شبے کا ازالہ کرتے ہوئے
لکھتے ہیں :

"اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے مراد
ہے کہ آپؐ کے اس عالم میں وصف نبوت کے ساتھ متصف ہونے کے
وصف نبوت کا پیدا ہونا بالکل منقطع ہو گیا۔ جن و انس میں سے کسی میں
یہ وصف پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مسئلہ ختم نبوت اس عقیدے
ہے ہرگز معارض نہیں، جس پر امت نے اجماع کیا ہے، اور جس میں احادیث
شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں، اور شاید درجۂ تواترِ معنوی کو پہنچ جائیں، اور
جس پر قرآن نے تصریح کی ہے، اور جس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس
منکر، مثلاً فلاسفہ کو کافر سمجھا گیا ہے، یعنی آخر زمانے میں نزول عیسیٰ
السلام۔ کیوں کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں
نے ملنے سے پہلے وصف نبوت کے ساتھ متصف ہو چکے تھے۔"

اسی آیت کی شرح کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ مزید فرماتے ہیں :

"اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر النبیین ہونا اُن مسائل
سے ہے جن پر قرآن بول اٹھا، اور جس پر احادیث نے صاف صاف
کی اور جس پر امت نے اجماع کیا۔ اس لئے اس کے برخلاف دعویٰ
نے والے کو کافر سمجھا جائے گا، اور اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا
جائے گا۔"

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس اللہ سرہٗ۔ جو علوم ظاہرہ و باطنہ
سلم امام ہیں، آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں ایک ایسا مضمون تحریر
تے ہیں کہ گویا قادیانی فتنہ اُن پر منکشف ہو گیا تھا، اسی کی رد کیلئے
یہ الفاظ لکھے ہیں :

"خوب سمجھ لو کہ تمام امت نے خاتم النبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا
ہے کہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آں حضرتؐ کے بعد نہ کوئی نبی ہے، نہ
رسول۔ اور اس پر بھی اجماع و اتفاق ہے کہ نہ اس آیت میں کوئی تاویل
ہے اور نہ تخصیص، اور جس شخص نے اس آیت میں کسی قسم کی تخصیص
کے ساتھ کوئی تاویل کی، اس کا کلام ایک بکواس و ہذیان ہے، اور
یہ تاویل اُس کے اوپر کفر کا حکم کرنے سے روک نہیں سکتی کیوں کہ وہ
اس نص صریح کی تکذیب کرتا ہے جس کے متعلق امت محمدیہؐ کا اتفاق ہے
کہ اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں۔"

امام حدیث علامہ شاطبیؒ، جو آٹھویں صدی ہجری کے مشہور و
معروف امام ہیں، اپنی کتاب "اعتصام" میں ان لوگوں کی ایک مختصر
فہرست شمار کرتے ہیں، جنہوں نے نبوت یا وحی یا عصمت کا دعویٰ
کیا اور امت کے اجماع نے ان کو واجب القتل سمجھا۔ اسی سلسلے میں
امام موصوف نے فازازی نام کے ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے
نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس نے بہت سے ایسے شعبدے بھی دکھلائے
جو کرامت یا خارق عادت سمجھے جاتے ہیں عوام ہر زمانے میں عجائب
پرست ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت بھی ایک گروہ اس کے ساتھ ہو گیا
یہ شخص بھی مرزا غلام احمد کی طرح اتباعِ قرآن کا مدعی تھا اس لئے اس نے
آیت خاتم النبیین کی ایسی تاویلات شروع کیں جن کے ذریعے آں حضرتؐ
کے بعد کسی نبی کی گنجائش نکل آئے، مگر علمائے وقت نے اس کے دعوے
اور تاویلات کو اتفاق رائے سے کفر و الحاد قرار دیا۔ چنانچہ اس زمانے
کے امام مقتدر شیخ المشائخ ابو جعفر ابن زبیرؒ کے فتوے پر اس کو قتل
کر دیا گیا۔

میٹرو فرنشنگ کمپنی
رام تلاؤ بالمقابل جامع مسجد آرام باغ
فون 215336
برانچ:
پی ای سی ایچ سوسائٹی 78/79 ڈی نرسری اپارٹمنٹ کراچی

Marfat.com

With the best Compliments

of

M/s. Nasir & Co.

A/3, AKBAR ROAD, PREEDY STREET,

KARACHI-3.

Marfat.com

علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے نزدیک یہ فی ہے کہ اس آیۂ کریمہ میں کاف خطاب سے مراد حضور سید عالم وت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے اور یہ امر بھی ہے کہ رحمۃ للعالمین ہونا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف ن ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی رحمۃ للعالمین نہیں لمنا جس کی دلیل یہ ہے کہ آیہ کریمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ح میں وارد ہے اور قاعدہ ہے کہ مقام مدح میں جو وصف ہو گا وہ ممدوح کے ساتھ خاص ہو گا۔ کیونکہ تخصیص کے بغیر مدح نہیں ہے لہذا ضروری ہوا کہ رحمت للعالمین ہونے کے وصف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے خاص ہو کسی مسلم ہستی کے کلام میں دوسرے کیلئے اگر مسامحے کے طور پر یہ لفظ یا اس کا ہم معنی کوئی کلمہ بھی ہو تو اسے مبالغہ یا مجاز پر محمول کیا جائے گا حقیقت و نیت سے اس کو کوئی تعلق نہ ہو گا۔

العٰلمین سے مراد صرف انسان یا جن و بشر و ملائکہ ہی ں بلکہ کل ماسوی اللہ ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ لمین ہونا جہت رسالت سے ہے اور رسالت کل مخلوق کے لئے ہے جیسا کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

اُرۡسِلۡتُ اِلَی الۡخَلۡقِ کَآفَّةً (رواہ مسلم)

جمہ: میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

جب رسالت کل مخلوق کیلئے عام ہے تو رحمت بھی سارے انوں کیلئے عام ہے اور اللہ کے سوا ہر ذرے کو شامل قرار پائی لحمد" ——— اس کے بعد لفظ رحمۃ کی طرف آیئے،

مفسرین نے اس کی دو توجیہیں کی ہیں۔ اگر مستثنیٰ منہ اعم علل ہو تو "رحمۃ" ارسلنا فعل کا مفعول لہٗ قرار پائے گا اور تقدیر عبارت یہ ہو گی:۔

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ لِعِلَّةٍ مِنَ الۡعِلَلِ اِلَّا لِاَجۡلِ الرَّحۡمَةِ لِلۡعٰلَمِيۡنَ

ترجمہ۔ ہم نے آپ کو کسی لئے نہیں بھیجا۔ صرف عالمین کے واسطے "رحمت" کے لئے بھیجا ہے اور اگر اعم احوال کو مستثنیٰ منہ بنایا جائے تو رحمت ضمیر خطاب سے حال ہو گا اور لفظ رحمت مصدر مبنی للفاعل ہو کر بمعنیٰ راحم قرار پائے گا اور تقدیر عبارت یوں ہو گی کہ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ فِیۡ حَالٍ مِنَ الۡاَحۡوَالِ اِلَّا حَالَ کَوۡنِکَ رَاحِمًا لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۔ (ترجمہ) اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ تمام جہانوں کیلئے رحم کرنے والے ہیں لفظ رحمت مفعول لہٗ ہو یا حال بہر صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحم قرار پاتے ہیں کیونکہ مفعول لہٗ سبب فعل ہوتا ہے اور فاعل بھی سبب فعل ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راحم ہونا حال اور مفعول لہٗ دونوں کے مطابق ہے خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کل مخلوقات، ایک ایک ذرہ، ایک ایک قطرہ، غرض اللہ کے سوا ہر شے کے لئے رحم فرمانے والے ہیں۔

بیان سابق کی روشنی میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالمین رحمت کے لئے راحم ہونا ثابت ہو گیا تو راحم للعلمین ہونے کے لوازمات و مناسبات بھی ثابت ہو گئے۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے اِذَا ثَبَتَ الشَّیۡءُ ثَبَتَ بِجَمِيۡعِ لَوَازِمِهٖ ...... جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

کسی پر رحم کرنے کے لئے چار باتیں لازم ہیں:۔

Marfat.com

نمبرا: سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم نہیں کرسکتا وہ خود رحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے۔ لہذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو راحمًا للعلمین نہیں ہوسکتے۔ جب آیۃ قرآنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راحمًا للعلمین ہونا ثابت ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

نمبر۲: دوسری بات یہ ہے کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم کے حال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کریگا اس کی مثال ایسی کہ فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کرکے ظالم کے ظلم سے اسے بچائے اسی خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے۔ عمرو اس کی درخواست سن لیتا ہے مگر اسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا حال کیا ہے؟ وہ نہیں جانتا کہ یہ کس مصیبت میں مبتلا ہے اور کس نوعیت کے رحم کا طالب ہے اسلئے وہ اس سے درخواست کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے اور تو کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو۔ اب اگر زید اسے اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا ہے آپ میرا حال نہ پوچھئے بس مجھ پر رحم کر دیجئے، تو کیا عمرو اس پر رحم کرسکتا ہے؟ نہیں اور یقینًا نہیں جب تک وہ اپنا حال نہ بتائے اور عمرو اس کے حالات سے پوری طرح باخبر نہ ہو اس وقت وہ اس پر رحم نہیں کرسکتا۔ آیت قرآنیہ کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم راحمًا للعالمین تو جب تک حضور تمام عالمین کا ماسوی اللہ جمیع کائنات و مخلوقات کے حالات کو نہ جانیں اور جمیع ماکان ومایکون کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو اس وقت تک حضور راحمًا للعالمین نہیں ہوسکتے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راحمًا للعالمین ہونا ثابت ہے تو کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

نمبر۳: تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار نہ رکھتا ہو مثال کے طور پر ایک شخص شب و روز مقیم ہے وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت میں مشغول رہتا ہے اور عبادت اور ریاضت کرتے کرتے وہ اس قدر ضعیف و ناتواں ہوگیا ہے کہ اس کے لئے چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا تک دشوار ہوگیا ہے اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کے الزام میں پکڑ کر تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور وہ بے گناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حال سے اچھی طرح باخبر ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ آپ بیگناہ ہیں مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے؟ ہمارے پاس وہ قدرت و اختیار نہیں کہ آپ کو تختہ دار سے بچالیں، اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا اختیار نہ ہو اور قدرت نہ پائی جائے اس وقت تک ہم آپ پر رحم نہیں کرسکتے معلوم ہوا قدرت و اختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کیلئے ضروری ہے جب حضور تمام مخلوقات اور کل کائنات کیلئے علی الاطلاق راحم ہیں تو ہر ذرہ کائنات تک رحمت و نعمت پہنچانے قدرت و اختیار بھی حضور کیلئے حاصل ہے

نمبر۴: چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت و اختیار سے کام چلتا نہیں چلتا کسی پر رحم کرنے کیلئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو اور مرحوم راحم کے قریب ہو۔

اس بات کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھئے کہ مثلًا آپ تین فرلانگ کے فاصلے سے کھڑے ہیں اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خونخوار دشمن نے آپ کے مخلص دوست پر حملہ کر دیا وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا آپ اس کی مدد کیلئے دوڑے اور خلوص قلب سے اس پر رحم کرنے کیلئے آگے بڑھے مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب غور کریں آپ زندہ بھی ہیں اور اس دوست کو بچشم خود ملاحظہ بھی فرمارہے ہیں اور اس کے حال کے عالم بھی ہیں، رحم کرنے کی قدرت اور طاقت بھی آپ کے اندر پائی جاتی ہے۔ آپ اپنے اختیار سے رحم کرسکتے ہیں لیکن صرف اس وجہ سے کہ وہ مخلص دوست آپ سے دور ہے اور آپ اس سے دور ہیں، آپ اپنی حیات و قدرت و اختیار کے باوجود بھی اس پر رحم نہیں کرسکتے ہیں معلوم ہوا کہ رحم کرنے کیلئے راحم کا مرحوم سے قریب ہونا بھی ضروری جب آیۃ قرآنیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تمام جہانوں اور مخلوقات کے ہر ذرے کیلئے راحم ہونا ثابت ہوگیا تو یہ امر بھی واضح ہوگیا

Marfat.com

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت و نورانیت کے ساتھ تمام کائنات کے قریب ہیں اور ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ: اگر یہاں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ ایک ذات تمام جہانوں کے قریب کیسے ہو سکتی ہے؟ ایک فرد کسی ایک سے قریب ہوگا تو اس کے علاوہ باقی سب سے دور ہوگا یہ کس طرح ممکن ہے کہ فرد واحد افراد کائنات میں سے ہر فرد کے قریب ہو۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن دو آدمیوں کے درمیان نزدیکی متصور ہے اگر وہ دونوں کثیف ہوں تو واقعی ایسا ہی ہوگا کہ فرد واحد افراد مختلف فی الزمان والمکان سے بیک وقت قریب نہیں ہو سکتا اور اگر دونوں لطیف ہوں یا دونوں میں سے کوئی ایک لطیف ہے تو جو لطیف ہوگا وہ بیک وقت تمام موجودات کائنات سے قریب ہو سکتا ہے جس میں کوئی شرعی یا عقلی استحالہ لازم نہیں آتا دیکھئے ایک ہی قرآن سارے جہان میں پایا جاتا ہے مشرق و مغرب شمال و جنوب، افریقہ و امریکہ، چین و جاپان میں ہر مسلمان حافظ قرآن کے سینے میں ایک ہی قرآن ہے اور وہ ایک ہونے کے باوجود سب سے قریب ہے۔ عالم محسوسات میں شکل و صورت اور آواز ہی کو لے لیجئے، ایک شکل ایک صورت اور ایک ہی آواز بے شمار دیکھنے اور سننے والوں سے قریب ہے ایک بولنے والے کی آواز تمام سامعین کے کانوں میں پہنچتی ہے ایک ہی شکل و صورت سب دیکھنے والوں کی آنکھوں اور دماغوں میں پائی جاتی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگرچہ حافظ قرآن کثیف ہیں اسی طرح سننے دیکھنے والے انسان بھی کثافت سے متصف ہیں۔ لیکن قرآن شکل و صورت اور آواز یہ سب چیزیں لطیف ہیں اس لئے سب کے قریب ہیں کسی سے دور نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافت اتنی قوی ارفع و اعلیٰ ہے جس کی شان کو کائنات و مخلوقات کی کوئی لطیف سے لطیف چیز بھی نہیں پہنچ سکتی۔

اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام افراد ممکنات سے قریب ہونا بالکل واضح اور روشن ہے۔ ہم کثیف ہی سہی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لطیف ہیں لہٰذا حضور کا ہم سب سے قریب ہونا کوئی امر دشوار نہیں آواز کی لطافت کا یہ حال کہ جہاں تک ہوا جا سکتی ہے آواز بھی وہاں تک پہنچ سکتی ہے لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم آواز اور ہوا سے بھی زیادہ لطیف ہیں ہوا اپنے مقام محدود سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور آواز ہوا سے آگے نہیں جا سکتی لیکن جہاں آواز اور ہوا بھی جا سکے آواز اور ہوا تو کیا! یوں کہیئے کہ جہاں جبریل امین علیہ السلام کا بھی گزر نہ ہو سکے وہاں بھی حضور پہنچ جاتے ہیں بلکہ جہاں زمانہ اور مکان بھی نہ پایا جا سکے وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پائے جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ لطافت ایسی صفت ہے جس کے ہوتے قرب اور بعد مکانی کا اشکال باقی نہیں رہتا اور حضور تو ایسے لطیف ہیں کہ تمام کائنات میں کوئی چیز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر لطیف پیدا نہیں ہوئی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف جلد سوم صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ میں فرماتے ہیں کہ رسول کا سایہ نہ تھا یہ دلیل ہے ہر چیز کا سایہ اس چیز سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ اگر رسول کا سایہ ہوتا تو رسول کے وجود مبارک سے زیادہ لطیف ہوتا اور حضور کے وجود مبارک کے برابر کوئی لطیف چیز جہان میں پیدا نہیں ہوئی۔ چہ جائیکہ اس سے زیادہ لطیف ہو۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے قریب اسی وقت ہو سکتے ہیں جب اعلیٰ درجے کے نورانی، روحانی اور لطیف ہوں چونکہ رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے ان تمام جہانوں سے قریب ہونا ضروری ہے، اس لئے ان کا روحانی، نورانی اور لطیف ہونا بھی ضروری ہوا۔ ایک آیت سے پانچ مسئلے وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کیلئے رحمت فرمانے والے ہیں لہٰذا زندہ ہیں اور تمام کائنات کے حالات و کیفیات کے علم میں بھی ہیں اور ساتھ ہی عالم کے ہر ذرے تک اپنی رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت اور اختیار بھی رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی تمام عالم کو نیز کائنات کی ہر شے سے قریب بھی ہیں نیز ایسے روحانی نورانی اور لطیف ہیں کہ جس کی بنا پر آپ کا کسی ایک چیز سے قریب ہونا دوسری چیز سے بعید ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ بیک وقت تمام افراد عالم سے یکساں قریب ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Marfat.com

نور الہدیٰ
مدنی قرآن مجید عکسی معرّیٰ

بہترین طباعت، عمدہ کتابت، خاص اہتمام سے صحت شدہ ۸ صفحات کا رنگین ضروری ضمیمہ، ٹائیٹل سہ رنگہ آرٹ پیپر نہایت خوبصورت اور ممتاز مجلد بائنڈنگ کلاتھ، صفحات ۴۰۰، جسکے پڑھنے سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوتا ہے

کرم بالائے کرم

اگر آپ کو جاگتے ہیں تاجدار مدینہ کے دیدار کی تمنا ہے تو حضرت بہزاد لکھنوی کی تازہ ترین اور بہترین نعتوں کے مجموعے کرم بالائے کرم کا مطالعہ کیجئے۔ یہ ایسی روح پرور نعتوں کا مجموعہ ہے جو ٹوٹے ہوئے دل اور روتی ہوئی آنکھوں سے صحن حرم محراب النبی اور مسجد نبوی میں پیش کی گئیں اور جنکو بیت اللہ اور مسجد نبوی کی روح پرور تجلیات نے نورٌ علیٰ نور بنا دیا ہے۔ دیدہ زیب کتابت و آفسٹ کی روح پرور طباعت اور ہر صفحہ پر خوشنما بیل، رنگین اور خوبصورت سرورق۔ مجلد

مدنی اصلی بہشتی زیور

حضرت علامہ مولانا اشرف علی تھانوی کی وہ بے نظیر تصنیف جس سے ہر مسلمان مرد و عورت بخوبی واقف ہے کتاب کیا ہے مکمل ضابطہ حیات ہے جسے بہترین خوشخط کتابت دیدہ زیب طباعت اور ہر صفحہ پر خوشنما رنگین بیل کیساتھ شائع کیا ہے۔ اب تک ہزارہا کی تعداد میں طبع ہو کر فروخت ہو چکی ہے۔ صفحات ۸۰۴ — سائز $\frac{36 \times 20}{8}$ مجلد بائنڈنگ کلاتھ،

اسلام

حضرت مولانا عاشق الٰہی کی تصنیف کردہ تاریخ اسلام جو سیرت کے موضوع پر انتہائی مستند و مکمل کتاب ہے اور علماء و عوام میں بیحد پسندیدہ و مقبول ہے۔ پاکستان میں نایاب تھی ہم نے شرعی طور پر اجازت حاصل کر کے بہترین کتابت و دیدہ زیب طباعت کے ساتھ شائع کیا ہے
سائز $\frac{36 \times 20}{8}$ ضخامت ۳۹۲ صفحات
مجلد مع حسین گرد پوش

حدائق بخشش

اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی کا نعتیہ دیوان جو عوام میں بیحد مقبول ہے جس کا ایک ایک لفظ دل میں اُترتا چلا جاتا ہے، وہ نعتیں جو آپکے دل کو محبت رسول سے بھر دیں گی۔ ہم نے جلی کتابت و خوبصورت طباعت سے مزین کر کے شائع کیا ہے چہار رنگہ خوبصورت سرورق، سائز $\frac{27 \times 17}{8}$، صفحات ۱۰۴

سوانح کربلا

اسلام کو زندہ کرنیوالا حق و باطل کا وہ عظیم معرکہ جو پوری تاریخ عالم میں اپنی واحد مثال ہے۔ وہ حقیقت جسکو پڑھکر آج بھی دل لرز جاتا ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں مستند حوالوں سے مرتب کردہ عالم بے بدل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی عظیم کتاب سہ رنگہ حسین سرورق، سائز $\frac{30 \times 20}{16}$
ضخامت ۱۴۴ صفحات

فلسفۂ عباداتِ اسلامی

مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحامد صاحب قادری بدایونی نے اسلامی عبادات کے فلسفہ کو بالکل ہی اچھوتے انداز میں تحریر فرمایا ہے جو جملہ مسلمانوں کیلئے عموماً اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے خصوصاً بیحد مفید کتاب ہے۔ کتابت و طباعت خوشخط و دیدہ زیب۔ کاغذ عمدہ گلیز، سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ دو رنگہ حسین سرورق

کتاب و سنت
غیروں کی نظر میں

مجاہد ملت شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی نے اپنی اس کتاب میں دیگر مذاہب کے اکابر و مصلح حضرات کے اقوال کو بڑی محنت و کاوش سے جمع فرمایا ہے جسکے پڑھنے سے دین اسلام کی سچائی کا صحیح اندازہ ہوتا ہے، زبان انتہائی پاکیزہ و سلیس اور طرز بیان بیحد دلچسپ ہے، کتابت و طباعت دیدہ زیب اور معیاری ہے کاغذ عمدہ گلیز، سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ دو رنگہ حسین سرورق

مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی

Marfat.com

جناب نعیم صدیقی

مطالعۂ سیرت صلی اللہ علیہ وسلم

کیوں اور کیسے؟

بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت
ے ساری دلچسپی مجرد حصول ثواب کے لیے رکھتے ہیں (اس سے انکار
ہ کہ حضورؐ سے قرب کی ہر کوشش خدا کی بارگاہ میں پسندیدہ ہے اور
ر اجر کی توقع رکھنی چاہیے لیکن ایسی کوشش کا اولین مدعا زندگی کو
رنا بھی تو ہو) دھوم دھام سے میلاد کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں اور
عتقاد سے کی جاتی ہیں کہ ان مجالس پر حضور کی روح پرنور جلوہ گر
نہے اور اپنی پیروؤں کی محبت کے مظاہر کو دیکھ دیکھ کر خوشنود ہوتی ہے
یرینی کے طشت، پھولوں کے گجرے اور ہار، قوالی اور نعت خوانی
اہتمام، اگر بتیوں اور لوبانوں کی خوشبوؤں کے مرغولے، قمقموں
نانوس کی لمعہ پاشیاں یہ سب کچھ اس اعتقاد کے ترجمان ہیں۔
ت نبویؐ سے اس انداز کی عقیدت پر جو نقشہ سامنے لاتی ہے
سی انسان کا نقشہ نہیں ہے گوشت پوست سے بنے ہوئے کسی
م زاد کی شخصیت نہیں بلکہ ہم ایک فوق الانسان ہستی سے متعارف
تے ہیں جس کا پیکر نور سے ڈھلا ہے جس کے جسم کا سایہ نہیں جس کے
رنامے میں سارا پارٹ معجزوں کا ہے جو عالم اسباب کے قوانین
ے بالاتر ہے جس کے سارے کام فرشتے انجام دیتے ہیں اور جس کی
رہات ہر چیز پر اسرار ہے انکار نہیں کہ ابنائے نوع کے مقابلے
ں حضورؐ کا روحانی اور اخلاقی پایہ بدرجہ بلند ہے وہاں بہت سی
رق العادت چیزیں بھی ملتی ہیں وہاں معجزے بھی ہیں اور وہاں
رشتے بھی حرکت کرتے نظر آتے ہیں مگر بہرحال وہ پاک زندگی
یک انسان کی ہے اور اس کی عظمت کا اساس ہی یہ ہے کہ ایسی
امثال زندگی ایک انسان نے پیش کی وہاں قوانین فطرت اور نوامیس

تاریخ و حدیث ہی کے دائرے میں سارا کام ہوتا ہے اور کامیابی کی راہ کے
ایک ایک پیچ پر قربانیاں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ ایک انسان کی زندگی
ہو کر ہمارے لیے اسوہ بنتی ہے اور اسی کے تصور کے ساتھ ہم اس سے
اکتساب کر سکتے ہیں اس عزم و ہمت کا درس لے سکتے ہیں اس کے اصول
کی پابندی اور فرض شناسی کا سبق سیکھ سکتے ہیں اس سے انسانیت کی
خدمت کا جذبہ اخذ کر سکتے ہیں اور اس سے بدی کی طاقتوں کے خلاف
معرکہ آرا ہونے کے لیے ایک تڑپ اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں۔
سیرت نبویؐ کو اگر تم معجزہ بنا دو گے اور اگر اسے فوق الانسان کارنامے
کا رنگ دیدو گے تو پھر مٹی کے بنے ہوئے انسانوں کے لیے اس میں
نمونہ کیا رہے گا۔ ایسی ہستی کے سامنے ہم مرعوب اور حیرت زدہ تو ہو
سکتے ہیں اس سے ہم عقیدت تو رکھ سکتے ہیں اس کا اتباع نہیں کر
سکتے چنانچہ جہاں عقیدت مندی کا یہ خاص رنگ پہنچا ہے وہاں جتنا
گہرا ہو جاتا ہے عملی زندگیاں اتباع نبوت سے اتنی ہی آزاد ہوتی جاتی
ہیں بلکہ الٹی حالت یہ ہے کہ گھناؤنے معاشی اور معاشرتی جرائم کے
میکدے میں جو لوگ خم کے خم لنڈھاتے ہیں وہ اس سستے طرز
مظاہرۂ عقیدت کر کے مضطرب ضمیر کو اطمینان دلاتے ہیں کہ

کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں

دوسری طرف مغرب سے ایک دوسرا رجحان آ گھسا ہے۔
(HERO WORSHIP) کہا جاتا ہے یہ رجحان اپنی اصلی روح کے اعتبار
سے قوم پرستانہ جذبات کا آئینہ دار ہے ایک طرح کا قومی تفاخر ہے جو
دوسروں کے سامنے ماضی کی نمایاں شخصیتوں کا مظاہرہ کراتا ہے یہ
رجحان گویا یہ کہتا ہے کہ دیکھو ہمارے پاس ایسی اور ایسی ہستیاں ہیں

Marfat.com

ہماری تاریخ میں اتنے لتے۔ بڑے پائے کے بزرگ ہو گذرے ہیں اوران کے یہ یادگار کارنامے ہیں جن کے ہم وارث ٹھہرے ہیں اور جو ہمارے لیے سرمایۂ افتخار ہیں اس رجحان کی علامت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کھو کھلا ہوتا ہے اور اس کے تحت ہر قوم متعدد شخصیتوں کے ایام وفات ایام پیدائش اور دوسرے یادگاری دن بڑے ٹھاٹ باٹ سے مناتی ہے مگر یہ ایام کہیں بھی ان شخصیتوں سے استفادے کا ذریعہ نہیں بنتے۔ انسانیت کے جن نمونوں کو بصد تفاخر دوسروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ان کا کوئی بھی پرتو پیش کرنے والوں کو اپنی زندگی میں دکھائی نہیں دیتا اور نہ کبھی اس پرتو کو اخذ کرنے پر توجہ دی جاتی ہے اس رجحان کے تحت حضورؐ کی یاد تازہ کرنے کے لیے جو تقاریب منعقد ہوتی ہیں کہنے کو تو ایک خاص طرح کی باتیں ہمیشہ کہی جاتی ہیں مگر زندگی پر ان کا کوئی اثر نمودار نہیں ہوتا ۔

تیسرا نقطۂ نظر وہ ہے جو حضورؐ کے پیغام کو ایک نظام حیات کا پیغام نہیں سمجھتا بلکہ ایک مذہب کا پیغام قرار دیتا ہے اس نقطہ نظر سے جو لوگ متاثر ہیں ان کا تصور یہ ہے کہ حضورؐ بس چند اعتقادات چند رسوم عبادات چند وظائف چند اخلاقی سفارشیں اور چند فقہی احکام پہنچانے آئے تھے اور آپ کا منشا ایسے انسان پیدا کرنا تھا جو شخصی طور پر مسلمان کی شان پیدا کر کے ہر گندے سے گندے نظام کے لیے بہترین کارکن ثابت ہوں ایسے عنصر حضورؐ سے بس طہارت ، نماز و روزے ، نوافل و اذکار اور انفرادی اخلاق کی حد تک اکتساب فیض کرتا ہے لیکن تمدنی زندگی کے وسیع تر معاملات میں وہ پوری شان بے حسی کے ساتھ ہر باطل کے کام آتا ہے اور ہر فساد کے ساتھ سازگاری کر لیتا ہے اس عنصر نے گویا سیرت نبویؐ کی مقدس کتاب کے بے شمار زریں ابواب کو فراموشی کی سرزمین میں دفن کر دیا ہے اور بس ایک مقدمے کی نقل کو لے کر اسی میں کھو گئے ہیں اس عنصر نے اب تک حضورؐ کی جو ترجمانی کی ہے اس سے متاثر ہو کر دور حاضر کی کوئی غیر قوم تو کجا خود تعلیم یافتہ نوجوان مسلم تک یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ حضورؐ ان کے لیے قائد سالار تمدن بھی ہو سکتے ہیں اور ان کی بارگاہ سے تازہ ترین کٹھن مسائل کا کوئی حل بھی مل سکتا ہے یہ نقطۂ نظر بھی حضورؐ کی ہستی کے لیے ایک مقدس حجاب بن گیا ہے ۔

یہ غلط نقطہ ہائے نظر پنپ اس لیے رہے ہیں کہ فضا [illegible] کے لیے سازگار ہے فضا یوں سازگار ہے کہ جس نظام سیاست و تمد[illegible] اور جس ہیئت معیشت و معاشرت سے ہم دوچار ہیں اسے خاص [illegible] کا انسان درکار ہے اس مشین کو ایک خاص ڈھنگ کے پرز[illegible] کی ضرورت ہے وہ بالکل دوسری ہی سیرت افراد میں دیکھنا چا[illegible] ہے اس کا کام ایک اور ہی طرز کے ذہن و کردار سے چلتا ہے دوسر[illegible] لفظوں میں یہاں عملی زندگی کو سرے سے اس نمونہ سیاست کی ضرور[illegible] ہی نہیں جسے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پیش کرتی ہے اور اس منڈ[illegible] میں متاع فکر و عمل کی مانگ ہی نہیں ہے جو آنحضورؐ کی زندگی سے اخذ کیا جا[illegible] ہے موجودہ زندگی کا اجتماعی نظام جس طرز کے وزیر و حکام ، جج اور و[illegible] لیڈر اور صحافی ، سپہ سالار اور سپاہی کوتوال اور پیادے ، تحصیلدار ا[illegible] پٹواری ، ڈپٹی کمشنر اور نمبردار اور مزارع ، مصنف اور ادیب اور [illegible] عام قلی اور مزدور مانگتا ہے ان کا نقشۂ انسانیت اس سے بالکل متضا[illegible] قسم کا ہے جس کا مظاہرہ سرور عالم نے تاریخ کے اسٹیج پر فرمایا چھا[illegible] ہوئے نظام کے مطابق گھر گھر میں ماؤں کی محبت کی گودیں اور بالیوں [illegible] شفقت کی نگاہیں اولادوں کو پال رہی ہیں اس کی ضروریات کا لحاظ [illegible] رکھ کر ادارہ ہائے تعلیم و تربیت بیس بیس سال ایک ایک فرد پر صرف ک[illegible] کے کام کے پرزے بنا رہے ہیں اور اسی کے تقاضوں کے تحت ہر صا[illegible] شعور خود اپنے ذہن و کردار کو ایک خاص شکل دینے میں مصروف رہتا ہے یہ نظام جن جن چیزوں کو پسند کرتا ہے انہی کو معاشرہ اپنے افراد میں از خود پیدا کرتا رہتا ہے اور یہ جن جن چیزوں کو حقارت اور کراہت سے دیکھتا ہے ماحول کی پوری طاقت ان کو مٹانے کی درپے رہتی ہے یہ نظام جس بولی کو پسند کرتا ہے زبانیں آپ سے آپ اسی بولی کو بولنے لگتی ہیں یہ جس لباس کو پسند کرتا ہے وہ لباس از خود زیب بدن ہونے لگتے ہیں یہ ایک اشارہ کرتا ہے اور قدیمی حیا دار گھرانوں کی بہو بیٹیوں کے چہروں سے نقابیں الٹ جاتی ہیں عزت کی روش وہ ٹھہرتی ہے جسے مروجہ نظام رائج کرنا چاہے اور ذلت کا طرز وہ قرار پاتا ہے جسے چلتا ہوا تمدن ناپسند کرے جن فنون کو یہ پسند کرتا ہے وہ ذریعہ

Marfat.com

مقبولیت بنتے ہیں اور جن جن مشاغل کو یہ مسترد کرتا ہے وہ نذر تغافل ہو جاتے ہیں یہ اپنی اقدار خود بناتا ہے اور تمام افراد سے منواتا ہے اور دوسری تمام روایات اقدار اور شعائر کو مرجانا پڑتا ہے کچھ جمیت دار افراد اور خاندان ماحول کے جبری دھارے کے خلاف زور کرتے ہیں مگر معاشی محرومی، ثقافتی پسماندگی اور احساس کہتری کا دباؤ اتنا سخت ہوتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پھر اک مضمحل ہو کر اپنے آپکو ماحول کے حوالے کرتے جاتے ہیں ورنہ ان کی اعلیٰ نسل ہمت چھوڑ بیٹھتی ہے اب ایک دنیا کی دنیا جو اپنی سیرت کی تشکیل شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر ماحول کے منشا کے مطابق کرنے میں مگن ہے وہ سرور عالمؐ کی سیرت پر اگر کتابیں لکھے اور پڑھے بھی اور وعظ سنے اور سنائے بھی تو اسوۂ حسنہ کا ذوق لوگوں کے اندر آئے کہاں سے ؟

سچی بات یہ ہے کہ سیرت نبویؐ میں ان لوگوں کے لیے کوئی پیغام ہے ہی نہیں جو کسی غیر اسلامی نظام سے بھی یہ بات بنا رکھنا چاہتے ہوں اور جن کے مفاد کے سودے کسی باطل سے چک گئے ہوں یہ لوگ سیرت پڑھ کر سر دھنتے ہوں گے ان کو ذہنی حظ ملتا ہوگا ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہوگا لیکن ان میں یہ تحریک کہاں سے آئے گی کہ وہ سیرت کے سانچے میں زندگی کو ڈھالیں ان کا جمود کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی داستان حیات رستم و سہراب کا قصہ نہیں الف لیلہ کی کہانی نہیں اور کسی خیالی کردار کا افسانہ نہیں اس کا مقام ہرگز یہ نہیں ہے کہ اسے علم و ادب کے تفریحی چوپال کا محض ایک سرمایۂ رونق بنائیں اسکی قدر و قیمت اجازت نہیں دیتی کہ اسے ہم محض ذہنی لذت حاصل کرنے کے لیے استعمال کریں اس کا احترام روکتا ہے کہ ہم اسے مجرد قومی تفاخر کے جذبے کی تسکین کا سامان بنائیں

یہ غلط نقطہ ہائے نظر ہمارے یہاں مل جل کر کام کر رہے ہیں اور یہی اصل مقصد میں رکاوٹ بن گئے ہیں کون شمار کر سکتا ہے کہ ہر سال کتنی مجالس میلاد اور جلسہ ہائے سیرت ہمارے ملک میں منعقد ہوتے ہوں گے ؟ ایک ربیع الاول کے مہینے ہی میں کتنے وعظ اور کتنی تقریریں ، ہوا میں لہریں اٹھا دیتی ہوں گی ، کتنے مقالے اور کتابیں لکھی جاتی ہوں گی ؟ کتنے جرائد کے خاص نمبر اس موضوع پر شائع ہوتے ہوں گے ، شعراء کتنی نعتیں لکھتے ہوں گے ؟ اور قوال ان کو کہاں کہاں گاتے پھرتے ہوں گے ؟ اکابر کی طرف سے کتنے ہی پیغامات اور بیانات نشر ہو جاتے ہوں گے ؟ دعوتوں اور ضیافتوں کی کیسی کچھ بہاریں دسترخوانوں پر آتی ہوں گی ؟ بازاروں کو سجانے اور دروازے اور محرابیں بنانے میں کتنا روپیہ کھپا دیا جاتا ہو گا۔

لیکن دوسری طرف ذرا یہ بھی سوچیے کہ ایک اچھے مقصد پر قوتوں اور روپے کے اس صرف کا واقعی کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟ جائزے کی ترازو کے پلڑے ایک پلڑے میں اپنی ایک سال کی ان سرگرمیوں کو رکھیے اور دوسرے پلڑے میں حاصل شدہ نتائج کو رکھ کر جانچیے کہ کیا وزن ٹھیک نکلتا ہے ؟ کتنے افراد ہونگے جو ان نیک مساعی کی بدولت سیرت نبویؐ کے سانچے میں اپنی زندگیاں ڈھالنے کی مہم میں ہر سال لگ جاتے ہوں گے ؟ اگر ایک جلسے اور ایک مقالے اور ایک لغت کے ذریعے صرف ایک ہی آدمی بدلا ہوتا تو اندازہ کیجیے کہ گذشتہ دو سال کا کیا حاصل ہونا چاہیے تھا اور اگر علاوہ حاصل نہیں ہے تو کہیں ہماری مساعی میں کوئی کوتاہی موجود ہے اور وہ کوتاہی بڑی بنیادی قسم کی ہے رونا اسی کا نہیں کہ وہ کچھ حاصل نہیں ہوا جو مطلوب ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ماتم اس کا ہے کہ ہمارے پلے وہ کچھ پڑ رہا ہے جو محسن انسانیت کے پیغام اور کارنامے سے کھلم کھلا ٹکراتا ہے ہمارے اندر آج ایسے عناصر پروان چڑھ رہے ہیں جو حضورؐ کے عشق کو زمانہ حال کے لیے ناکارہ اور حضورؐ کے عطا کردہ نظام زندگی کو ناقابل عمل قرار دیتے ہیں ایسے عناصر جو حضورؐ کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں ایسے عناصر جو [illegible] اور ریکارڈ دریا برد کر دینا چاہتے ہیں ایسے عناصر جو قرآن کو [illegible] پیش کرنے والی ہستی کی ۲۳ سالہ جدوجہد اور سازوال تحریکی کارنامے سے بے تعلق کر دینا چاہتے اور حضورؐ کی ہستی کو بطور عملی نمونہ انسانیت کی نگاہوں سے گم کر دینے کی خاطر کوشاں ہیں پھر ستم بالائے ستم یہ تعمیر و تادیل کے نام پر ہمارے ہاں یہ کوشش ہو رہی ہے کہ حضورؐ کی شخصیت پیغام اور کارنامے کو موجودہ فاسد تہذیب کے فکری سانچے میں ڈھال دیا جائے اور محسن انسانیت کی بالکل نئی تصویر عالمی طاقتوں کے ذوق کے مطابق تیار کر دی جائے۔

Marfat.com

میرا حاصل مطالعہ و تحقیق یہ ہے کہ ہم نے مطالعہ سیرتؐ کا صحیح بنیادی نقطہ نظر گم کر دیا ہے اور اوپر کے غلط نقطہ ہائے نظر کار فرما ہیں یہی وجہ ہے، سرکار دو عالمؐ کی محبت و عقیدت کے بے شمار مظاہر موجود ہونے کے باوجود اور سیرت پر دماغی کاوشیں صرف ہونے کے باوجود ہماری تاریخ کے افق سے وہ نیا انسان طلوع نہیں ہو رہا جس کا نمونۂ کامل حضورؐ نے پیش فرمایا تھا۔

حضورؐ کی سیرت ہمارے اندر بجز اس کے کسی طرح جلوہ گر نہیں ہو سکتی کہ ہم اس نصب العین کے لیے ویسی ہی جد و جہد کرنے اٹھیں جس کے لیے حضورؐ کی پوری زندگی کو ہم وقف پاتے ہیں وہی جد و جہد اپنے ڈھب کی سیرت پیدا کرنے کا ذریعہ بھی ہو سکتی ہے اور مصرف بھی!!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک فرد کی سیرت نہیں ہے بلکہ وہ ایک تاریخی طاقت کی داستان ہے جو انسانی پیکر میں جلوہ گر ہوئی، وہ زندگی سے کٹے ہوئے ایک درویش کی سرگذشت نہیں ہے جو کنارے بیٹھ کر محض اپنی انفرادی تعمیر میں مصروف رہا ہو بلکہ وہ ایک ایسی ہستی کی آپ بیتی ہے جو ایک اجتماعی تحریک کی روح رواں تھی وہ محض ایک انسان کی نہیں بلکہ انسان ساز کی آواز ہے وہ عالم نو کے معمار کے کارنامے پر مشتمل ہے۔ ایک پوری جماعت، ایک انقلابی تحریک اور ایک ہیئت اجتماعیہ اس کارنامے کی تفصیل اپنے اندر لیے ہوئے ہے سرور عالمؐ کی سیرت غار حرا سے غار طور تک حرم کعبہ سے لے کر طائف کے بازار تک، امہات المومنین کے حجروں سے لے کر میدان ہائے جنگ تک چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اس کے نقوش بے شمار افراد کی کتاب حیات کے اوراق کی زینت ہیں۔ ابوبکر و عمرؓ عثمان و علی، عمار بن یاسر، خالد و خویلد اور بلال و صہیب رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب ایک ہی کتاب سیرت کے اوراق ہیں ایک چمن کا چمن ہے کہ جس کے لالہ و گل اور نرگس و نسترن کی ایک ایک پتی پر اس چمن کے مالی کی زندگی مرقوم ہے وہ قافلۂ بہاراں وقت کی جس سرزمین سے گذرا ہے اس کے ذرے ذرے پر نکہت کی مہریں ثبت کر گیا ہے دنیا کی اس بلند ترین شخصیت کو اگر سیرت نگاری میں مجرد ایک فرد بنا کر پیش کیا جائے، اور سوانح نگاری کے مروجہ طور پر اسکی زندگی کے بڑے بڑے کاموں، اس کی نمایاں صفات اور اس کے اخلاق و عادات کو بیان کر دیا جائے کچھ تاریخوں کی چھان بین اور واقعات کی کھوج کرید کر دی جائے تو ایسی سیرت نگاری سے صحیح منشا ہرگز پورا نہ ہوگا

پھر سرور عالمؐ کی زندگی کی مثال ایک جوہڑ کے کھڑے پانی کی نہیں کہ جس کے ایک کنارے کھڑے ہو کر ہم بیک نظر اس کا جائزہ لے ڈالیں وہ ایک بہتا ہوا دریا ہے جس میں حرکت ہے، روانی ہے، کشمکش ہے، موج و حباب ہیں، سیپیاں اور موتی ہیں اور جس کے پانی سے مردہ کھیتیاں مسلسل زندگی پا رہی ہیں اس دریا کا رمز آشنا ہونے کے لیے اس کے ساتھ ساتھ رواں ہونا پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ سیرتؐ کی بہت سی کتابیں پڑھ کر نادر معلومات ملتی ہیں لیکن ہمارے اندر تحریک پیدا نہیں ہوتی جذبے انگڑائی نہیں لیتے عزم و ہمت کی رگوں میں نیا خون نہیں دوڑتا ذوق عمل میں نئی حرارت نہیں آتی ہماری زندگیوں کا جمود نہیں ٹوٹتا وہ شرار آرزو ہم اخذ نہیں کر پاتے جس کی گرمی نے ایک یکہ و تنہا اور بے سر و سامان فرد کو قرنوں کے جمے ہوئے فاسد نظام کے خلاف معرکہ آرا کر دیا۔

اصل میں حضورؐ معروف اصطلاح و تصور کے مطابق ایک "بڑے آدمی" نہ تھے آپ کی سیرت ایک ایسے "بڑے" یا مشہور آدمی کی داستان نہیں ہے جیسے لوگوں کو مشاہیر کے سوانحی سلسلوں میں گنوایا جاتا ہے یہ ہستی "بڑے" اور "مشہور" آدمیوں سے بہت اوپر کی ہے۔

دنیا میں بڑے آدمی پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے بڑے لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے کوئی اچھی تعلیم اور کوئی تعمیری فکر پیش کر دی وہ بھی ہیں جنہوں نے اخلاق و قانون کے نظام سوچے وہ بھی ہیں جنہوں نے اصلاح معاشرہ کے کام کیے، وہ بھی ہیں جنہوں نے ملک فتح کیے اور بہادرانہ کاموں کی میراث چھوڑی وہ بھی ہیں جنہوں نے عظیم الشان سلطنتیں چلائیں اور وہ بھی ہیں جنہوں نے فقر و درویشی کے عجیب نمونے ہمارے سامنے پیش کیے وہ بھی ہیں جنہوں نے دنیا کے سامنے انفرادی اخلاق کا اونچے سے اونچا معیار قائم کر دکھایا۔ مگر ایسے آ[illegible] کی زندگیوں کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو بالعموم یہی دیکھتے ہیں کہ ان کی قوتوں کا سارا رس اس زندگی کی کسی ایک شاخ نے چوس لیا اور باقی ٹہنیاں سوکھی رہ گئیں ایک پہلو اگر بہت زیادہ روشن ملتا ہے تو کوئی دوسرا پہلو تاریک دکھائی دیتا ہے ایک طرف افراط ہے تو دوسری طرف تفریط، لیکن

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ دوسرے گوشوں کے ساتھ پوری طرح متوازن بھی ہے اور پھر ہر گوشہ ایک طرح کے کمال کا نمونہ ہے جلال ہے تو جمال بھی ہے روحانیت ہے تو مادیت بھی ہے معاد ہے تو معاش بھی ہے دین ہے تو دنیا بھی ہے اک گونہ بیخودی بھی ہے مگر اس کے اندر خودی بھی کارفرما ہے خدا کی عبادت ہے تو اس کے ساتھ بندوں کے لیے محبت و شفقت بھی ہے۔ کڑا اجتماعی نظم ہے تو فرد کے حقوق کا احترام بھی ہے گہری مذہبیت ہے تو دوسری طرف ہمہ گیر سیاست بھی ہے قوم کی قیادت میں انہماک ہے مگر ساتھ ساتھ ازدواجی زندگی کا بکھیڑا بھی خوبصورتی سے چل رہا ہے۔ مظلوموں کی دادرسی ہے تو ظالموں کا ہاتھ پکڑنے کا اہتمام بھی ہے۔

آپؐ کی سیرت کے مدرسے سے ایک حاکم، ایک امیر، ایک وزیر، ایک افسر، ایک ملازم، ایک آقا، ایک سپاہی، ایک تاجر، ایک جج، ایک معلم، ایک واعظ، ایک لیڈر، ایک ریفارمر، ایک فلسفی، ایک ادیب، ہر کوئی یکساں درس عمل لے سکتا ہے وہاں ایک باپ کے لیے، ایک ہمسفر کے لیے، ایک پڑوسی کے لیے یکساں مثالی نمونہ موجود ہے ایک بار جو اس درس تک آ پہنچا ہے پھر اسے کسی دوسرے دروازے کو کھٹکھٹانے کی ضرورت پیش نہیں آتی انسانیت جس آخری کمال تک پہنچ سکتی تھی وہ اس ایک ہستی میں جلوہ گر ہے اس لیے اس ہستی کو میں "انسان اعظم" کے لقب سے پکارنے پر مجبور ہوا تاریخ کے پاس انسان اعظم صرف یہی ایک ہے جس کو چراغ بنا کر ہر دور میں ہم ایوان حیات کو روشن کر سکتے ہیں کروڑوں افراد نے اس سے روشنی لی لاکھوں بزرگوں نے اپنے علم و عمل کے دیے اسی کی لو سے جلائے، دنیا کے گوشے گوشے میں اس کا پیغام گونج رہا ہے اور دیس دیس کے تمدن پر گہرے اثرات اس کی دی ہوئی تعلیم کے پڑے ہیں کوئی انسان نہیں جو انسان اعظم کا کسی نہ کسی پہلو زیر بار احسان نہ ہو لیکن اس کے احسان مند اس کو جانتے نہیں اس سے تعارف نہیں رکھتے

اس کی ہستی کے تعارف اور اس کے پیغام کے فروغ کی ذمہ داری اس کی قائم کردہ جماعت پر تھی لیکن وہ جماعت خود ہی اس سے اس کے پیغام سے دور جا پڑی ہے اس کے پاس کتابوں کے اوراق میں۔
کیا کچھ موجود نہیں لیکن اس کی کھلی ہوئی کتاب عمل کے اوراق پر انسان اعظم کی سیرت کی کوئی تصویر دکھائی نہیں دیتی اس کی جماعت اور قوم کی مذہبیت، اس کی سیاست اس کی معاشرت، اس کے اخلاق، اس کے قانونی نظام اور اس کے کلچر پر اس سیرت کے بہت ہی دھندلے نشانات باقی رہ گئے ہیں اور وہ بھی بے شمار نت نئے نقوش غلط ملط ہو کر مسخ ہو رہے ہیں اس جماعت یا قوم کا اجتماعی ماحول زمین کے کسی ایک چپے پر بھی یہ نہیں گواہی دیتا کہ میں محمدؐ کے دیئے ہوئے اصولوں اور اس کی قائم کردہ روایات و اقدار کا آئینہ دار ہوں بلکہ الٹا یہ جماعت اور یہ قوم دنیا کے مختلف فاسد نظاموں کے دروازوں پر بھیک مانگتی پھرتی ہے اور ہر قائم شدہ طاقت سے مرعوب ہو کر اپنے سرمایۂ افتخار پر شرمسار دکھائی دیتی ہے اس نے قرآن کو غلافوں میں لپیٹ دیا ہے اور انسان اعظم کی سیرت کا گلدستہ بنا کر طاق نسیاں پر رکھ دیا۔

دوسرا غضب یہ ڈھایا کہ اپنے آپ کو ایک مذہبی اور قومی جتھے میں بدل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو محض اپنے قومی و مذہبی رہنما کی حیثیت دیدی اور اس بین الاقوامی ہستی کے پیغام اور نمونہ حیات کو گروہی اجارہ دار بنا لیا حالانکہ آپؐ ساری انسانیت کے رہنما بن کر آئے تھے اور ساری انسانیت کے لیے پیغام اور نمونہ لائے تھے۔ ضرورت سیرت کو اس انداز سے پیش کرنے کی تھی کہ انسانیت کا یہ نمونہ جس کے سانچے میں ڈھل کر انسان اپنے اور ابنائے نوع کی فلاح کا ذریعہ بن سکتا ہے اور مسائل کے گوناگوں خارزاروں سے نجات پا کر ایک پاکیزہ نظام زندگی حاصل کر سکتا ہے حضورؐ کا پیغام اور اسوہ درحقیقت سورج کی روشنی اور بارش کے پانی اور ہوا کے جھونکوں کی طرح کا فیضان عام تھا لیکن اسے ہم نے ہی نااہلی سے گروہی خول میں بند کر دیا ——— آج سقراط و افلاطون، ڈارون و میکیاولی، مارکس و فرائڈ اور آئن سٹائن سے تو ہر مذہب کے لوگ تھوڑا یا بہت استفادہ کرتے نظر آتے ہیں اور ان میں سے کسی کے خلاف کسی گروہ میں اندھا تعصب کار فرما نہیں ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نوادر علم اور رہنمائی میں استفادہ کرنے میں بے شمار تعصبات حائل ہیں لوگ یوں سوچتے ہیں کہ محمد

باقی صفحہ ۴۹ پر

Marfat.com

جناب مولانا سید سلیمان ندوی

آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد میں سخت اختلاف ہے متفق علیہ روایت یہ ہے کہ آپ کے چھ اولادیں تھیں۔ قاسم، ابراہیم، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ، ان تمام لڑکیوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور ہجرت سے شرف اندوز ہوئیں لیکن ابن اسحاق نے دو صاحبزادوں کا اور نام لیا ہے، طاہر اور طیب اس بنا پر اولاد ذکور کی تعداد لڑکیوں کے برابر ہو جاتی ہے۔ اس بارہ میں تمام اقوال جمع کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بارہ اولادیں تھیں جن میں آٹھ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ لڑکیوں کی تعداد میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے البتہ صاحبزادوں کی تعداد میں سخت اختلاف ہے۔ مجموعی تعداد آٹھ تک پہنچتی ہے جن میں قاسم اور ابراہیم پر تمام راویوں کو اتفاق ہے۔ حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ سے اور بقیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی

حضرت قاسم رض

آپ کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے (اور غالباً نبوت کے گیارہ بارہ برس پہلے پیدا ہوئے ہوں گے) مجاہد کے نزدیک یہ صرف سات دن زندہ رہے۔ ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سال تک زندہ رہے۔ ابن فارس نے لکھا ہے کہ سن تمیز کو پہنچ گئے تھے۔ آنحضرت صلعم کی اولاد میں جس طرح یہ سب سے پہلے پیدا ہوئے تھے اسی طرح سب سے پہلے انتقال بھی کیا۔ عام روایت یہ ہے کہ قبل بعثت وفات پائی۔ آنحضرت صلعم کی کنیت ابوالقاسم انھیں کے انتساب سے ہے آپ اس کنیت کو بہت پسند فرماتے تھے۔ صحابہ بھی جب آپ کا نام محبت سے لیتے، ابوالقاسم ہی کہتے۔ ایک دن آپ بازار سے گزر رہے تھے کہ پیچھے سے کسی نے ابوالقاسم کہہ کر آواز دی آپ نے مڑ کر دیکھا تو   نے کہا یا رسول اللہ میں اسی نام کے ایک اور شخص کو پکار رہا ہوں۔ رفع اشتباہ کے لئے پھر آپ نے منع فرمادیا کہ کوئی یہ کنیت نہ رکھے۔

حضرت زینب رض

اہل سیر کا اتفاق ہے کہ لڑکیوں میں سب سے بڑی تھیں زبیر بن بکار کا قول ہے کہ حضرت قاسم کے بعد پیدا ہوئیں لیکن کلبی کے نزدیک آنحضرت صلعم کی سب سے پہلی اولاد حضرت زینب رض ہی ہیں۔ بعثت سے دس برس پہلے جب آنحضرت کی عمر ۳۰ سال تھی پیدا ہوئیں۔ آنحضرت صلعم نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو اہل و عیال مکہ میں رہ گئے۔ حضرت زینب رض کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع بن لقیط سے ہوئی۔ غزوۂ بدر میں ابوالعاص گرفتار ہو گئے جب یہ رہا کئے گئے تو ان سے وعدہ کیا گیا کہ مکہ جا کر حضرت زینب رض کو بھیج دیں۔ ابوالعاص نے مکہ جا کر اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ ان کو مدینہ روانہ کیا کیونکہ کفار کے تعرض کا خوف تھا۔ کنانہ نے ہتھیار ساتھ لئے تھے۔ مقام ذی طویٰ میں پہنچے تو قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا، ہبار بن اسود نے حضرت زینب رض کو نیزے سے زمین پر گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں، حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا کہ اب اگر کوئی قریب آیا تو ان تیروں کا نشانہ ہوگا لوگ ہٹ گئے تو ابوسفیان سرداران قریش کے ساتھ آیا اور کہا کہ تیر روک لو ہم کو کچھ گفتگو کرنی ہے۔ انہوں نے تیر ترکش میں ڈال لئے۔ ابوسفیان نے کہا "محمد کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں تم کو معلوم ہیں۔ اب اگر اعلانیہ تم ان کی لڑکی کو ہمارے قبضہ سے نکال کر لے گئے تو لوگ کہیں گے کہ ہماری کمزوری ہے ہم کو زینب رض کو روکنے کی ضرورت نہیں، جب شور و ہنگامہ کم ہو جائے اس وقت چوری چھپے لے جانا۔ کنانہ نے یہ رائے تسلیم کی اور چند روز کے بعد ان کو رات کے وقت لے کر روانہ ہوئے۔ زید بن حارثہ کو آنحضرت صلعم نے پہلے بھیج دیا تھا وہ بطن یا جج میں تھے۔ کنانہ نے زینب رض کو ان کے حوالے کیا وہ ان کو لے کر روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

حضرت زینبؓ مدینہ آئیں اور اپنے شوہر ابوالعاص کو حالت شرک میں چھوڑا۔ ابوالعاص دوبارہ ایک سریہ میں گرفتار ہوئے اس وقت بھی حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دی۔ مکہ جاکر انہوں نے لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور اسلام لائے۔ اسلام لانے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ میں آئے حضرت زینبؓ دوبارہ ان کے نکاح میں آگئیں۔ ترمذی وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کوئی جدید نکاح نہیں ہوا لیکن دوسری روایت میں تجدید کی تصریح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کو اگرچہ اسناد کے لحاظ سے دوسری روایت پر ترجیح ہے لیکن فقہاء نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ تاویل کی ہے کہ نکاحِ جدید کے مہر اور شرائط وغیرہ میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا ہوگا۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس نے اس کو نکاح اول سے تعبیر کیا ورنہ بعد تفریق نکاح ثانی ضروری ہے۔

ابوالعاص نے حضرت زینبؓ کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا اور آنحضرت صلعم نے ان کے شریفانہ تعلقات کی تعریف کی۔ نکاح جدید کے بعد حضرت زینب بہت کم زندہ رہیں ۷ھ یا ۸ھ میں (باختلاف روایت) ابوالعاص اسلام لائے تھے اس لیے ۸ھ میں حضرت زینبؓ نے انتقال کیا۔ ام ایمنؓ حضرت سودہ بنت زمعہ اور ام سلمہؓ وغیرہ نے غسل دیا اور آنحضرت صلعم نے نماز پڑھائی۔ ابوالعاص اور آنحضرت صلعم نے قبر میں اتارا۔

حضرت زینبؓ نے دو اولاد چھوڑی۔ امامہ اور علی۔ علی کی نسبت ایک روایت ہے کہ بچپن میں وفات پائی لیکن عام روایت ہے کہ سن رشد کو پہنچے۔ ابن رشد نے لکھا ہے کہ یرموک کے معرکہ میں شہادت پائی۔

امامہ سے آنحضرت صلعم کو بہت محبت تھی۔ آپؐ ان کو اوقات نماز میں بھی جدا نہیں کرتے تھے۔ صحاح میں ہے کہ آپ ان کو کاندھے پر رکھ کر نماز پڑھتے تھے جب رکوع کرتے تو دوش مبارک سے اتار دیتے تھے جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو پھر سوار کر لیتے۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے کچھ چیزیں ہدیہ میں بھیجیں جن میں ایک زریں ہار بھی تھا۔ امامہ ایک گوشے میں کھیل رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا میں اس کو اپنی محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ ازواج نے یہ سمجھا کہ یہ شرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہوگا لیکن آپ نے امامہ کو بلا کر وہ ہار خود ان کے گلے میں ڈال دیا۔ ابوالعاص نے حضرت زبیر بن عوام کو امامہ کے نکاح وصیت کی تھی۔ حضرت فاطمہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے حضرت علیؓ سے ان کا نکاح کر دیا۔ حضرت علیؓ نے شہادت پائی تو مغیرہ کو وصیت کر گئے کہ امامہ سے نکاح کر لیں۔ مغیرہ نے نکاح کیا اور ان سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ امامہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ امامہ نے مغیرہ کے ہاں وفات پائی۔

حضرت رقیہؓ

جرجانی نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کی لڑکیوں میں سب سے چھوٹی تھیں لیکن مشہور روایت یہ ہے کہ حضرت زینبؓ کے بعد ۳۳ قبل نبوت پیدا ہوئیں۔ پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے شادی ہوئی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ شادی قبل نبوت ہوئی تھی۔

آنحضرت صلعم کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم کی شادی بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوئی تھی جب آنحضرت صلعم کی بعثت ہوئی اور آپ نے دعوت اسلام کا اظہار کیا ابولہب نے بیٹوں کو جمع کر کے کہا کہ اگر تم محمد کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ مرا سونا بیٹھنا حرام ہے۔ دونوں فرزندوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی آنحضرت صلعم نے رقیہ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کر دی۔

دولابی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کا نکاح جاہلیت میں ہوا لیکن خود ایک روایت حضرت عثمانؓ سے مروی ہے جس میں زمانۂ اسلام کی تصریح ہے۔ نکاح کے بعد حضرت عثمانؓ نے حبش کی طرف ہجرت کی۔ حضرت رقیہ بھی ساتھ گئیں۔ مدت تک آنحضرت صلعم کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ ایک عورت نے آکر خبر دی کہ میں نے دونوں کو دیکھا ہے۔ آنحضرت نے دعا دی اور فرمایا کہ ابراہیم اور لوط کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بی بی کو لے کر ہجرت کی۔

حبش میں رقیہ کو ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا لیکن وہ چھ سال زندہ رہا۔ حضرت عثمانؓ حبش سے مکہ کو واپس آئے اور وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت رقیہ مدینہ آکر بیمار ہوئیں۔ یہ غزوہ بدر کا زمانہ تھا۔ حضرت عثمانؓ ان کی تیمارداری کی وجہ سے شریک جہاد نہ ہو سکے

Marfat.com

عین اسی دن جس روز زیدؓ بن حارثہ نے مدینہ آکر فتح کا مژدہ سنایا، وفات پائی، غزوۂ بدر کی وجہ سے آنحضرت صلعم ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوسکے۔

حضرت امّ کلثومؓ

کنیت ہی کے نام سے مشہور ہوئیں ۳ھ میں جو غزوۂ بدر کا سال تھا حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تو ربیع الاول میں حضرت عثمانؓ نے حضرت کلثوم کے ساتھ نکاح کرلیا۔ بخاری میں ہے کہ جب حضرت حفصہؓ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت عثمانؓ نے تامل کیا۔ لیکن دوسری روایتوں میں ہے کہ جب آنحضرت کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ میں تم کو عثمانؓ سے بہتر شخص کا پتہ دیتا ہوں اور عثمانؓ کے لئے تم سے بہتر شخص کو ڈھونڈتا ہوں تم اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کردو اور میں اپنی لڑکی کی شادی عثمانؓ سے کردیتا ہوں۔ بہرحال نکاح ہوا اور نکاح کے بعد حضرت امّ کلثومؓ ۶ برس تک حضرت عثمانؓ کے ساتھ رہیں، شعبان ۹ھ میں انتقال کیا آنحضرتؐ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت علیؓ، حضرت فضل بن عباسؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ نے قبر میں اتارا۔

حضرت فاطمۃ الزہراؓ

فاطمہؓ نام، زہرا لقب، سن ولادت میں اختلاف ہے۔ ایک روایت ہے کہ ۱ھ بعثت میں پیدا ہوئیں۔ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد قبل نبوت پیدا ہوئی۔ آنحضرت کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ اس بنا پر بعضوں نے دونوں روایتوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ ۱ھ بعثت کے آغاز میں حضرت فاطمہ پیدا ہوئی ہوں گی اور چونکہ دونوں کی مدت میں بہت فاصلہ ہے اس لئے یہ اختلاف روایت ہوگیا ہوگا۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعثت سے پانچ سال قبل جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہورہی تھی پیدا ہوئیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ نبوت سے تقریباً ایک سال پہلے پیدا ہوئیں۔

حضرت فاطمہؓ (اگر ان کا سال ولادت ۱ھ بعثت نبوی صحیح تسلیم کرلیا جائے) جب پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کی ہوئیں تو ۲ھ میں آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کے ساتھ نکاح کردیا اس وقت حضرت علی کا سن ۲۱ برس پانچ مہینے کا تھا۔ حضرت فاطمہؓ سے عقد کی درخواست سب سے پہلے ابوبکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ نے کی تھی لیکن آنحضرت صلعم نے کچھ جواب نہیں دیا۔ جب حضرت علیؓ نے خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کو کچھ ہے؟ بولے ایک گھوڑا اور زرہ کے سوا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ گھوڑا تو لڑائی کے لئے بے حد ضروری ہے۔ زرہ کو فروخت کرڈالو۔ حضرت عثمانؓ نے چار سو اسی درہم پر خریدی اور حضرت علیؓ نے قیمت لاکر آنحضرت کے سامنے ڈال دی۔ آنحضرت صلعم نے بلال کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لائیں عقد ہوا اور آنحضرت نے جہیز میں ایک پلنگ اور ایک بستر دیا، اصابہ میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک چادر، دو چکیاں اور ایک مشک بھی دی اور عجب اتفاق ہے کہ یہی دو چیزیں عمر بھر ان کی رفیق رہیں۔

نکاح کے بعد رسم عروسی کا وقت آیا تو آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ایک مکان لے لیں چنانچہ حارثہ بن النعمان کا مکان ملا اور حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ اس میں قیام کیا۔ آنحضرت صلعم ہمیشہ حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کے تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ میں کبھی کبھی خانگی معاملات کے متعلق رنجش ہوجاتی تھی تو آنحضرت صلعم دونوں میں صلح کرادیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ گھر میں تشریف لے گئے اور صفائی کرادی۔ گھر سے مسرور نکلے۔ لوگوں نے پوچھا آپ گھر میں گئے تھے اور حالت تھی۔ اب آپ اس قدر خوش کیوں ہیں، فرمایا میں نے ان دونوں شخصوں میں مصالحت کرائی ہے جو مجھ کو محبوب ترین ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ان پر کچھ سختی کی۔ وہ آنحضرتؐ کے پاس شکایت لے کر چلیں۔ پیچھے پیچھے حضرت علیؓ بھی آئے حضرت فاطمہؓ نے شکایت کی، آپؐ نے فرمایا، بیٹی تم کو خود سمجھنا چاہیئے کہ کون شوہر اپنی بیوی کے پاس خاموش چلا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا "اب میں تمہارے خلاف مزاج کوئی بات نہیں کروں گا۔" ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے دوسرا نکاح کرنا چاہا۔ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو سخت برہم ہوئے۔ آپ نے مسجد میں خطبہ دیا۔ اس میں اپنی ناراضی کا ثبوت دیا

Marfat.com

ری لڑکی میرا جگر گوشہ ہے جس سے اس کو دکھ پہنچے گا مجھے بھی اذیت
ی گی۔ چنانچہ حضرت علیؓ اس سے باز آگئے اور فاطمہ کی زندگی تک پھر کبھی
سرا نکاح نہ کیا۔ حضرت فاطمہؓ سے پانچ اولادیں ہوئیں، حسن، حسین،
ن، ام کلثوم، زینب، محسن نے بچپن ہی میں انتقال کیا، حضرت زینبؓ،
م حسن، امام حسین علیہما السلام اور ام کلثومؓ اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ
لام میں مشہور رہیں۔

حضرت فاطمہؓ نے رمضان ۱۱ھ میں آنحضرت صلعم کے انتقال کے
۶ ماہ بعد وفات پائی اس وقت ان کا سن ۲۹ سال تھا، سن کے تعین میں
ت اختلاف ہے۔ بعض نے ۲۴ سال بعضوں نے ۲۵ سال اور بعضوں
۔ ۳۰ سال بتایا ہے لیکن زرقانی نے لکھا ہے کہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے
ا گلہ نبوی سن ولادت قرار دیا جائے تو اس وقت ان کا یہ سن نہیں
سکتا تھا۔ البتہ اگر ۲۴ سال کی عمر تسلیم کی جائے تو اس سن کو سن ولادت
دیا جا سکتا ہے لیکن اگر یہ صحیح روایت مان لی جائے کہ وہ پانچ برس قبل
ت پیدا ہوئیں تو اس وقت ان کا سن ۲۹ سال کا ہو سکتا ہے۔

حضرت ابراہیمؓ

آنحضرت صلعم کی سب سے آخری اولاد ہیں ذالحجہ ۸ھ بمقام
یہ جہاں حضرت ماریہ قبطیہ رہتی تھیں پیدا ہوئے اس بنا پر لوگ
یہ کو مشربہ ابراہیم بھی کہنے لگے تھے۔ ابورافع کی بی بی سلمیٰ نے جو آنحضرتؐ کی
پھی کی پھوپھی صفیہ کی لونڈی تھیں دایہ گیری کی خدمت انجام دی، ابورافع
جب آنحضرت صلعم کو ان کی ولادت کا مژدہ سنایا تو آپؐ نے اس کے صلہ
ایک غلام عطا فرمایا۔ ساتویں دن عقیقہ ہوا۔ آپ نے بال کے برابر
ری خیرات کی اور حضرت ابراہیمؑ کے نام پر نام رکھا۔ دودھ پلانے کے
تمام انصار نے خواہش ظاہر کی لیکن آپؐ نے بردہ خولہ بنت منذر بن
الانصاری کے حوالہ کیا اور اس کے معاوضے میں کھجور کے چند درخت
یئے۔ بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے یہ خدمت ام سیف
متعلق کی۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ ام سیف اور ام بردہ ایک ہی ہیں۔ یہ
یل کچھ مستند نہیں لیکن ان کے شوہر کا نام براء بن اوس بتایا جاتا ہے اور
ابو سیف کی کنیت کے ساتھ مشہور ہوئیں۔

ام سیف عوالی مدینہ میں رہتی تھیں۔ آنحضرت صلعم فرط محبت
سے وہاں جاتے حضرت ابراہیم کو گود میں لیتے اور چومتے۔ ام سیف کے شوہر
لوہار تھے۔ اس لئے گھر دھوئیں سے بھرا رہتا تھا لیکن آنحضرت صلعم باوجود
نظافت طبع گوارا فرماتے۔ ابراہیم نے ام سیف ہی کے ہاں انتقال کیا۔ آنحضرت
کو خبر ہوئی تو عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ تشریف لائے، نزع کی حالت
تھی گود میں اٹھا لیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف
نے کہا۔ یا رسول اللہ آپ کی یہ حالت ہے۔ آپ نے فرمایا یہ رحمت ہے۔

عرب کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرجاتا ہے تو چاند میں گہن
لگ جاتا ہے۔ اتفاق سے جس روز حضرت ابراہیم نے وفات پائی سورج
میں گہن لگ گیا تھا۔ عام طور پر مشہور ہو گیا کہ یہ ان کی موت کا اثر ہے۔
آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو فرمایا "چاند اور سورج خدا کی نشانیاں ہیں
کسی کی موت سے ان میں گہن نہیں لگ سکتا۔

چھوٹی سی چارپائی پر جنازہ اٹھایا گیا۔ آنحضرت صلعم نے خود نماز
جنازہ پڑھائی۔ عثمانؓ بن مظعون کی قبر کے متصل دفن ہوئے، قبر میں فضل
بن عباس اور اسامہ نے اتارا۔ آنحضرت صلعم قبر کے کنارے کھڑے تھے قبر پر
پانی چھڑکا گیا اور اس پر ایک امتیازی علامت قائم کی گئی۔

ابو داؤد اور بیہقی کی روایت کے موافق دو مہینے دس دن عمر پائی
ذالحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے اس روایت کی بنا پر ۹ھ میں انتقال ہوا۔
واقدی کے نزدیک ماہ ربیع الاول سنہ ۱۰ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے
تقریباً پندرہ مہینے زندہ رہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ سولہ مہینے آٹھ دن
کی عمر پائی۔ بعض لوگوں نے مدت حیات ایک برس دس ماہ چھ دن لکھی
ہے۔ لیکن صحاح میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابراہیم اٹھارہ مہینے
تک زندہ رہے۔

بقیہ:- مطالعۂ سیرت

تو مسلمانوں کے ہیں اور مسلمان ہم سے الگ اور ہم مسلمانوں سے الگ
ہیں لہٰذا مسلمانوں کے ہادی اور رہبر سے ہمارا کیا واسطہ ——
افسوس ہے کہ اس تاثر کے پیدا ہونے اور غیر معمولی حد تک جا پہنچ
میں اپنے طرز عمل کا بہت بڑا حصہ ہے یہ خود ہم ہیں کہ جنہوں نے
محسن انسانیتؐ کی نہایت غلط نمائندگی کی ہے

Marfat.com

● دیرپا، کم خرچ اور قابلِ اعتماد ● بنگلوں، کئی منزلہ عمارتوں، صنعتی اور زرعی ضروریات کی مناسبت سے مختلف سائز میں دستیاب ● بہترین درآمد شدہ خام مال سے تیار کئے ہوئے ● بناوٹ کے نقائص کے خلاف ایک سال کی گارنٹی۔

جاوید
انجینئرنگ
کمپنی لمیٹڈ
نشتر روڈ۔ کراچی
فون:۔ ۷۵۴۳۲/۷۶۵۳۱

Jawed

جاوید پمپس
بہتر کارکردگی
اعلیٰ فنی
مہارت

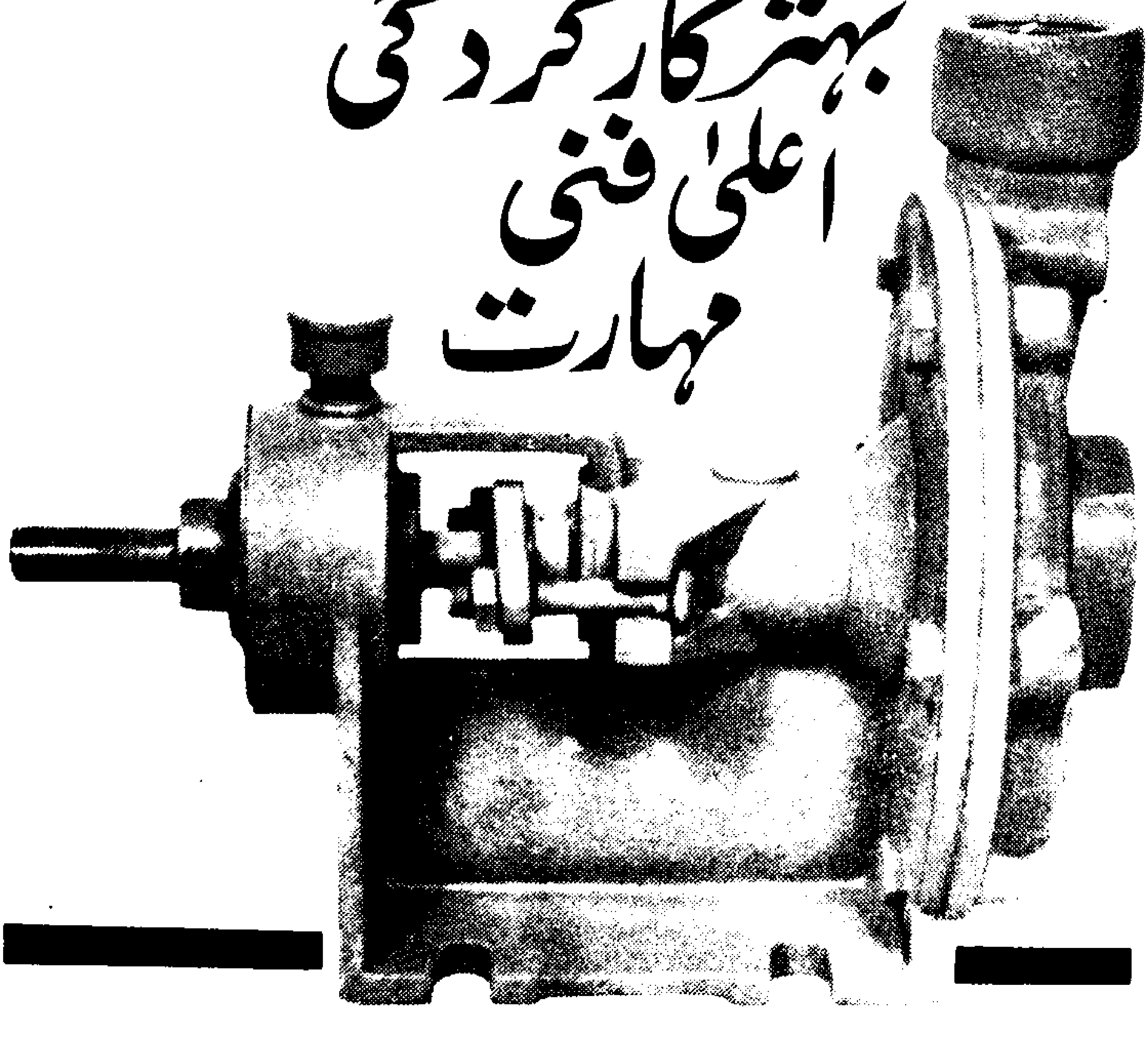

Prestige J E W 76/8/73

Marfat.com

جناب عبدالکریم عابد

صلح حدیبیہ، فتح مبین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کئے ہوئے چھ سال گئے۔ ان چھ سالوں میں قریش مکہ نے ہر ممکن کوشش کی کہ مدینہ کی نئی ی ریاست ختم ہو جائے لیکن انہیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی انہوں نے پوری قوت جمع کر کے مدینہ پر حملہ کیا لیکن ان جنگوں میں قریش کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا کر ان کی کمر ٹوٹ گئی مگر جاہلی عصبیت کی آگ ان رل میں بھڑک رہی تھی جب وہ تنہا کچھ نہ کر سکے تو یہودیوں سے ساز باز لڑی جنگ خندق میں قریش اور یہودیوں کی یہ ساز باز کھل کر سامنے آئی ورت حال یہ تھی کہ مدینہ کے مسلمان دو دشمنوں سے گھر گئے ایک طرف خیبر وں میں یہودی جنگی تیاریاں کر رہے تھے۔ دوسری طرف مکہ میں منصوبے ے جا رہے تھے۔ حضور اکرمؐ نے یہودیوں سے صلح مصالحت کی کوششیں کیں را ور نہیں ہوئیں اور ان کی شرپسندی کا پارہ عروج پر پہنچ چکا تھا۔ لمہ اور قریش کے رویئے نے یہودیوں کے حوصلوں کو بلند کر دیا تھا۔ وہ سمجھے مدد اور ان کے ساتھی اس دو طرفہ جنگ میں جیت نہیں سکیں گے۔

یہ وہ پس منظر تھا جس میں حضور اکرمؐ نے مکہ والوں سے صلح کا منصوبہ حقیقت یہ ہے کہ سیاست میں جیت ہمیشہ اُس کی ہوتی ہے جو جنگ کے صلح کا بھی چیمپین ہو اور مناسب وقت پر مناسب طریقے سے دشمنوں لح کے لئے مجبور کر دے اور اس صلح کے ذریعے اپنے لئے وقت حاصل کر لے مسلمان اس وقت کمزور نہیں تھے وہ طاقت رکھتے تھے تاہم طاقت کا صحیح وقت پر صحیح استعمال ضروری تھا محض طاقت کا ۔ کوئی فائدہ نہیں دیتا اگر اس طاقت کے ساتھ ایک کامیاب ڈپلومیسی نہ ہو حضور اکرمؐ نے ڈپلومیسی کے ان تقاضوں کو بھانپ لیا وحی الٰہی بھی لی رہنمائی کر رہی تھی۔

حضور اکرمؐ نے قریش سے مصالحت کے لئے اُن کے اور مسلمانوں کے درمیان باہمی تنازعات پر غور کیا ایک تنازعہ یہ تھا کہ مسلمان خانہ کعبہ زیارت کرنا اور حج و عمرہ کی رسم ادا کرنا چاہتے تھے لیکن قریش کی طرف سے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی اس لئے مسلمان اپنے قبلہ کی زیارت سے محروم تھے اس کا انہیں بڑا قلق تھا اور ویسے بھی مسلمان مہاجرین کی فطری طور پر یہ خواہش تھی کہ وہ کم از کم سال میں ایک بار اپنے اصلی وطن مکہ جا سکیں اور وطن کی گلیوں کو دیکھ سکیں اس حب وطن پر خانہ کعبہ کی زیارت کا اشتیاق مزید تھا اور حقیقت میں خانہ کعبہ سے وابستگی ہی کی بنا پر انہیں اپنا وطن مکہ یاد آتا تھا لیکن اس یاد پر وہ دل مسوس کر رہ جاتے تھے اصولی لحاظ سے قریش کو اس بات کا کوئی حق نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں کو خانہ کعبہ کی زیارت سے روکتے کیوں کہ خانہ کعبہ تمام عربوں کا تھا کوئی قریش کی ملکیت یا جاگیر نہیں تھی وہ صرف اس کے متولی تھے انہیں یہ حق نہ تھا کہ وہ کسی کو کعبہ آنے اور زیارت کرنے سے منع کرتے اصل میں قریش کے رہنمایان کفر اس چیز سے خوفزدہ تھے اگر مسلمان مکہ میں آمد و رفت رکھیں گے تو مسلمانوں اور مشرکین کا میل جول رنگ لائے گا اور مشرک عرب مسلمانوں کا اثر قبول کر لیں گے یہ رہنمایان کفر مدینہ کے اسلامی معاشرہ کے بارے میں طرح طرح کی جھوٹی باتیں پھیلاتے تھے مثلاً یہ کہ بتوں کے غضب سے مدینہ کی آب و ہوا مسلمانوں کے لئے ایسی ہو گئی ہے کہ وہ بیمار اور لاغر ہو گئے ہیں اور قحط الگ پڑا ہوا ہے انہیں کھانے کو بھی نہیں مل رہا ہے۔ سب بھوک کے مر رہے ہیں عرب مشرکین بھی ان سرداروں کی اسی طرح کی باتوں پر یقین رکھتے تھے لیکن مسلمان خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے مکہ آ سکتے تو وہ لوگوں میں مل جل کر آپس کی بات چیت سے اس مبالغہ آمیز پروپگنڈے کی قلعی کھول سکتے تھے۔

قریش کے جاہلی سردار اس وجہ سے بھی مسلمان کو مکہ آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ مسلمانوں میں خود مکہ میں رہنے والے لوگوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ ان مہاجرین کے اہل قبیلہ اہل خاندان اور دوست احباب مکہ میں تھے وہ اگرچہ کہ جذبہ جاہلیت اور بت پرستوں کے دباؤ اور اثر کی وجہ سے اپنے ہی لوگوں کے مخالف ہو گئے تھے کہ انہوں نے اسلام کو قبول کیوں کیا لیکن اس مخالفت کی بنیادیں بہت کمزور تھیں اور اب بھی قبائلی رشتوں

Marfat.com

کے لئے بڑی خوش خبری تھی مگر وہ حیران تھے کہ ہم کس طرح خانہ کعبہ میں داخل ہوں گے کون ہمیں مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دے گا! لیکن وحی الہٰی کی صداقت پر سب کو یقین تھا کہ یہ ضرور پوری ہو گی اگر قریش سیدھی طرح مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دینگے تو جنگ ہو گی اور انھیں شکست ہو گی اور خدا کا وعدہ ضرور پورا ہو گا اس وحی الہٰی کے آنے پر رسول اللہ نے منادی کرا دی کہ جو لوگ خانہ کعبہ کی زیارت پر چلنا چاہیں وہ تیاری کریں لیکن کوئی شخص جنگ کا ارادہ کر کے گھر سے نہ نکلے کیوں کہ حرمت والے چار مہینے شروع ہونے والے ہیں ان مہینوں میں جنگ حرام ہے، قریش بھی اسے حرام سمجھتے ہیں اور مسلمان بھی۔

رسول اللہ آغاز ذی قعد میں اس سفر عمرہ پر روانہ ہوئے ان کے ہمراہ چودہ سو افراد کی جماعت تھی اور خانہ کعبہ میں قربانی کے لئے ستر اونٹ ساتھ تھے ان میں ابوجہل کی سواری کا اونٹ بھی تھا جو غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا ان جانوروں پر قربانی کے لئے نشانات لگا دیئے گئے تاکہ لوگ انہیں دور ہی سے پہچان لیں کہ یہ خانہ کعبہ میں قربانی کے لئے پیش ہونے والے جانور ہیں مسلمانوں نے عمرہ کی نیت سے احرام باندھ رکھے تھے اور خانہ کعبہ کے زائرین کی طرح سر کے بال ایک خاص طریقے سے گوندھ رکھے تھے ان کے پاس تلواریں تھیں لیکن نیام میں تلوار لباس پر باندھنا عام دستور کے مطابق تھا چودہ سو آدمیوں کی اس جماعت کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اگر جنگ کا ارادہ کریں گے تو کوئی ان کا ساتھ نہیں دے گا کیوں کہ یہ حرمت والے مہینے ہیں جن میں جنگ کو ناجائز سمجھا جاتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت اپنی وضع قطع، ہیئت، ساز و سامان ہر لحاظ سے زائرین کعبہ کی جماعت معلوم ہوتی ہے لڑنے والا لشکر نہیں اس لئے عام طور پر لوگ ان سے جنگ کرنے نہیں آئیں گے۔

مکہ میں سردارانِ قریش کو جب مسلمانوں کے سفر کی اطلاع ملی تو وہ بڑے پریشان ہوئے انہوں نے دو سو آدمیوں کا لشکر خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کی سرکردگی میں بھیجا کہ مسلمانوں کو دور ہی کہیں روک لیا جائے اور مکہ کی طرف آنے نہ دیا جائے۔ اس لشکر نے ذی طویٰ کے مقام پر مسلمانوں کی ناکہ بندی کی رسول اللہ کو عسفان کے مقام پر اس ناکہ بندی کی اطلاع ملی ایک شخص نے بتایا کہ آپ کے آنے کی خبر سن کر اہل مکہ طیش میں آ گئے ہیں وہ کسی قیمت پر آپ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، اور ان کا لشکر ذی طویٰ میں ہے یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا۔

"وائے برحال قریش۔ وہ جنگوں سے برباد ہوتے مگر پھر بھی نہ [...] آج اگر وہ مسلمانوں اور عرب زائرین کو طواف و زیارت سے نہ روکتے تو ان کا کیا بگڑتا۔ قریش بیچ میں سے ہٹ جائیں میں جانوں یا عرب جانیں عرب مجھے ختم کر دیں تو قریش کا مقصد پورا ہو گا، انہیں خوشی ہو گی اگر مجھے غلبہ ہو جائے تو قریش اپنی تعداد کثیر کے ساتھ اسلام میں داخل [...] اگر ایسا نہ ہو تو پھر خدا کی قسم میں حق کے لئے آخر وقت تک لڑوں گا۔"

اس موقع پر رسول اللہ فکرمند بھی ہو گئے کیوں کہ آپ نہ جنگی تیاری کے ساتھ نکلے اور نہ جنگ کے خواہش مند تھے آپ کا منصوبہ تو معاملہ [...] کا منصوبہ تھا یہ صحیح ہے کہ حرمت کے مہینے تھے ان میں جنگ نہیں ہو [...] تھی لیکن قریش کا لشکر حملہ کر دیتا اور بعد میں جھوٹی کہانیاں پھیلا [...] فوج کے مکہ پر حملہ آور ہو رہے تھے اس لئے مجبوراً دفاع میں جنگ کر[نی] پڑی تو لوگ جو اصل حقیقت سے آگاہ نہیں اس الزام کو سچ سمجھ[تے] جنگ کی صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم بچ کر مدینہ پہنچ جائیں اس سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو گا اور ان جھوٹی الزام[وں] سے نقصان الگ پہنچے گا۔ یہ سوچ کر رسول اکرمؐ نے ناکہ بندی کرنے وا[لوں] کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا اور دوسرے راستے سے مکہ کی طرف روانہ [ہوئے] اور مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر جا پہنچے

معجزۂ حدیبیہ

مسلمانوں کا قافلہ جا رہا تھا کہ رسول اللہؐ کی اونٹنی حدیبیہ کے [...] پر خود بخود بیٹھ گئی آنحضرتؐ نے فرمایا یہ تھکان سے نہیں بیٹھی ہے اللہ [کے] حکم سے یہاں رکی ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم بھی یہاں رک جائیں او[ر] حضورؐ نے فرمایا کہ آج اہل مکہ انسانوں کی بھلائی کے لئے مجھ سے [جس] شرط کا مطالبہ کریں گے میں اسے تسلیم کر لوں گا۔

مسلمانوں نے حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد رسول اللہؐ کو خبر [دی کہ] یہاں پانی کہیں نہیں ہے آنحضرتؐ نے اپنے ترکش سے تیر نکال [کر ایک] شخص کو دیا کہ اسے وادی کے کسی کنوئیں میں نصب کر دو۔ جوں ہی

Marfat.com

ـیا کنوئیں سے پانی جوش مار کر ابل پڑا اور سب انسانوں اور جانوروں
ـب ہو کر پانی پیا۔

مکہ کے وفود سے بات چیت

قریش کو حدیبیہ میں رسول اللہ ؐ کے قیام کی اطلاع ملی۔ وہ عجیب
ـے میں پڑ گئے۔ لوگوں کی اکثریت کسی لڑائی بھڑائی کے حق میں نہیں
۔ عام خیال یہ تھا کہ حرمت کے مہینے ہیں۔ مسلمان زیارت کعبہ
لئے آئے ہیں انہیں اجازت دینے میں کوئی حرج نہیں مگر قریش کے
ـ سمجھتے تھے کہ مکہ میں مسلمانوں کا داخلہ پر امن حالت ہی میں
لیکن عوام پر اس کا اچھا اثر نہیں پڑے گا وہ چاہتے تھے کہ ایسی
ـب ہو کہ جنگ کی نوبت بھی نہ آئے اور مسلمان کعبہ کی زیارت اور
ـان کے بغیر واپس مدینہ لوٹ بھی جائیں اس سلسلے میں ایک
آنحضرت ؐ کے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا اس وفد کے سربراہ
ـبنو خزاعہ کے سردار بدیل بن ورقا تھے انہوں نے آنحضرت ؐ
ـو کی اور واپس آکر کہا اے اہل قریش مسلمانوں کو زیارت کعبہ
منع مت کرو، وہ صرف زیارت چاہتے ہیں اور انہیں اس
روکنا بری بات ہے محمدؐ تو اس کے خواہش مند ہیں کہ چند
ـ کے لئے باہمی مصالحت ہو جائے اور یہ بلاوجہ کی جنگیں ختم
ـں اور وہ اس میں سچے ہیں قریش نے یہ معقول مشورہ ماننے
بجائے بدیل بن ورقا کو سخت و سست کہا، تم باتوں میں
ـ۔ اور دوسرا وفد بھیجا اس نے بھی واپس آکر بدیل بن ورقا
ـی باتیں کیں اب قریش نے ایک تیسرا وفد بھیجا اس کا سربراہ
ـلہ احابیش کا سردار حلیس تھا اس قبیلے کے لوگ تیر اندازی میں
ـرت رکھتے تھے اور قریش کا خیال تھا کہ بات چیت میں حلیس
ـامیاب ہوگا تو جنگ کی صورت میں یہ تیر انداز بڑے جوش سے
ـیں گے حلیس حدیبیہ پہنچے تو رسول اللہ نے فرمایا: خانہ کعبہ
ـا قربانی کے لئے جو جانور لائے گئے ہیں وہ ان سے گزار دیں جائیں
جس نے یہ دیکھا کہ قربانی کے شتر جانور بھوک کی شدت سے ایک دوسرے
بدن سے بال نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اس منظر نے اسے بڑا متاثر کیا
وہ آنحضرت سے کوئی بات چیت کئے بغیر مکہ واپس پہنچا اور قریش
سے کہا تم لوگ ظلم سے باز آجاؤ مکہ کا دروازہ مسلمانوں کے لئے کھول
دو کہ وہ قربانی کریں۔ قریش کے سرداروں نے غصہ سے کہا: اے
حلیس خاموش آخر تو بدو نکلا۔ سیاست کو سمجھنا تیرے بس کی بات
نہیں، حلیس نے بھی غصہ میں جواب دیا کہ میرے قبیلے کا کوئی شخص
محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو طواف سے روکنے میں شامل نہیں
ہوگا اس پر قریش بڑے گھبرائے اور عروہ بن مسعود ثقفی کی قیادت
میں ایک وفد مسلمانوں کے پاس روانہ کیا عروہ بن مسعود ثقفی
حکمت و دانائی میں ممتاز سمجھے جاتے واپس آکر انہوں نے قریش
سے کہا۔ اے برادران قریش میں نے کسریٰ و قیصر اور نجاشی
جیسے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں لیکن محمدؐ کی سی عظمت کسی
بادشاہ کی نہ دیکھی اُن کے ساتھی ایسے جانثار اور مؤدب
ہیں کہ آج تک نصیب نہیں ہوتے، میرا مشورہ ہے کہ تم ان
سے مت الجھو اور انہیں کعبہ کی زیارت کر لینے دو لیکن
قریش نے ان کی بھی بات نہ مانی۔

حضور اکرمؐ نے دیکھا کہ قریش مسلسل وفد پر وفد بھیجے جا رہے
ہیں اور کوئی بات نہیں بنتی معلوم نہیں کہ اصل ماجرا کیا ہے اس
لئے بہتر یہ ہے کہ اپنا قاصد وہاں روانہ کیا جائے جو ان سے فیصلہ کن
گفتگو کرے اور حالات کا جائزہ بھی لے اس غرض کے لئے خراش
بن امیہ خزاعی کو قاصد بنا کر مکہ بھیجا گیا قریش نے پہلے تو اس قاصد کی سواری
کا اونٹ ہلاک کر دیا اور قاصد کو پکڑ لیا وہ اسے بھی شہید کر دیتے
لیکن قبیلہ احابیش کا سردار آڑے آیا اور کہا کہ یہ آدمی میری پناہ
میں ہے تم اسے ہلاک نہیں کر سکتے اس طرح ان کی جان بچی۔

رات ہوئی تو قریش کے چالیس نوجوانوں کی جماعت نے
حدیبیہ پہنچ کر مسلمانوں پر پتھراؤ کیا اُن سب کو پکڑ لیا گیا اور
قیدی بنا کر رسول اللہؐ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آنحضرتؐ نہیں چاہتے
تھے کہ قریش کو جنگ کا کوئی موقع ملے انہوں نے سب کی رہائی کا حکم
دیا ان لوگوں کی رہائی سے مکہ کی رائے عامہ اور بھی اس کے حق میں
ہو گئی کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے دیا جائے۔

بیعت رضوان

Marfat.com

اب رسول اللہ نے دوسرا قاصد روانہ کیا، یہ حضرت عثمانؓ تھے قریش نے ان سے کہا: اے عثمانؓ آپ ہمارے آدمی ہیں آپ چاہتے ہوں تو بیت اللہ کا طواف شوق سے کریں لیکن محمدؐ کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی حضرت عثمانؓ نے کہا جب تک رسول اللہؐ طواف نہ کریں میں بھی نہیں کر سکتا قریش نے کہا ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ اس سال مکہ میں محمدؐ کو داخل نہیں ہونے دیں گے یہ بات چیت چل رہی تھی کہ اس میں تاخیر ہو گئی اس تاخیر سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے مسلمانوں میں اس سے بڑی بے چینی پھیلی رسول اللہؐ نے فرمایا میں ان سے اس کا انتقام لیے بغیر اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا۔ آنحضرتؐ ایک درخت سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور جہاد کے لئے بیعت کی دعوت دی۔ ہر مسلمان نے آنحضرت کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ جنگ میں موت کو فرار پر ترجیح دے گا اس بیعت کا قرآن مجید میں بھی تذکرہ ہے۔

"جب مسلمان درخت تلے تمہارے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے خدا ان مسلمانوں سے خوش ہوا اور اس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا اور ان کو اطمینان عطا کیا اور اس کے بدلے میں ان کو سر دست (خیبر کی) فتح دی" جب تمام مسلمان بیعت کر چکے تو انہوں نے تلواریں میان سے نکال لیں اب وہ جنگ کے لئے بڑھنے والے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے باخیریت ہونے کی اطلاع موصول ہوئی حضرت عثمانؓ نے بتایا کہ قریش کہتے ہیں کہ اس بار تو نہیں آئندہ سال سے مسلمان حرمت والے دنوں میں حج وعمرہ کے لئے مکہ آسکیں گے اس پیغام سے رسول اللہؐ کو اطمینان ہوا کہ قریش بہر حال آمادہ مصالحت تو ہوئے مگر ابھی قریش کے کچھ سردار اس مصالحت کے حق میں نہیں تھے ان کی شہ پر خالد بن ولید ایک دستہ لے کر مسلمانوں پر پل پڑے مگر معمولی سی جھڑپ کے بعد خالد بن ولید واپس ہو گئے اور آنحضرتؐ نے مذاکرات صلح کو جاری رکھنے کے لئے قریش سے کہا کہ اپنا آدمی بھیجیں۔ مکہ سے سہیل بن عمرو آئے ان سے بات چیت ہوئی اور آخر میں جو معاہدہ ہوا اس سے مسلمانوں کے دل ڈوب گئے ان کو یہ گمان ہوا کہ آنحضرتؐ نے خواہ مخ[واہ] کر معاہدہ کیا ہے اور بڑی ذلت آمیز شرائط تسلیم کی ہیں انہیں یہ بھی یقین تھا کہ حضور اکرمؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اس غلط بات نہیں کر سکتے تاہم معاہدہ بظاہر ایسا تھا کہ مسلمان اپنے شرمناک سمجھ رہے تھے۔

حضرت عمرؓ نے نہ رہا گیا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کیا آنحضرتؐ خدا کے رسولؐ نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے بے شک وہ خدا کے رسولؐ ہیں حضرت عمرؓ نے کہا تو کیا الل[ہ] کو ہم لوگوں کے مسلمان اور وفادار ہونے میں کوئی شک ہے؟ ح[ضرت] ابوبکر نے کہا ہرگز نہیں حضرت عمرؓ نے پوچھا: پھر یہ توہین آ[میز] کیوں ہو رہا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ضبط و تحمل سے کام لو کے رسول ہیں حضرت عمرؓ کی تشفی نہیں ہوئی وہ آنحضرتؐ کی میں پہنچے اور جو کچھ حضرت ابوبکر سے کہا تھا وہ دہرایا۔ آنحضر[ت] کہا عمرؓ میں خدا کا بندہ ہوں اور اس کا رسولؐ ہوں، مجھے اس کے خلاف ورزی گوارا نہیں اور خدا بھی مجھے ضائع نہیں ہو[نے] دے گا حضرت عمرؓ اب چپ ہو گئے مگر دل مسوس کر ان کی طر[ح] دوسرے مسلمانوں کو بھی یہ معاہدہ گوارا نہیں تھا لیکن سب تع[میل] میں چپ تھے جب معاہدہ تحریر کیا جا رہا تھا تو قریش کے آدمیو[ں کا] رویہ اور بھی اشتعال انگیز تھا۔ وہ بات بات پر مین میخ نکا[لتے] تھے رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم اہل مکہ کے آدمیوں نے اعتراض کیا۔ ہم رحمٰن و رحیم کے قائل نہ[یں] صرف باسمک اللھم لکھا جائے۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ ایسا ہی لکھو پھر آنحضرتؐ نے کہا لکھو یہ معاہدہ محمد رسول الل[ہ] اور سہیل بن عمرو کے درمیان ہے۔ سہیل نے حضرت علیؓ قلم روک لو۔ ہم محمدؐ کو رسول اللہؐ مانتے تو جھگڑا ہی کیا تھا محمد بن عبد اللہ لکھا جائے رسول اللہ مٹایا جائے حضرت علیؓ میں یہ نہیں مٹا سکتا آنحضرت نے خود اپنے ہاتھ سے رسول ال[لہ] الفاظ مٹا دیئے اس فضا میں یہ معاہدہ تحریر ہوا اس کے مطابق
(۱) فریقین ایک دوسرے سے دس سال (بعض روایات میں دو س[ال]

Marfat.com

...ہے، تک جنگ نہیں کریں گے۔

قریش مکہ میں سے جو شخص مسلمان ہو کر اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ پہنچ جائے محمدؐ کو اسے واپس لوٹانا پڑے گا۔

(۱) مسلمانوں میں سے کوئی شخص مرتد ہو کر مکہ میں چلا آئے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۱) اہل عرب فریقین میں سے جس کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیں تو دوسرا فریق اس میں حائل نہیں ہو گا۔

(۷) مسلمانوں کو اس مرتبہ طواف اور زیارت کعبہ کئے بغیر مدینہ واپس لوٹنا ہو گا۔

(۹) مسلمان آئندہ سال مکہ میں ان شرائط کی پابندی کے ساتھ آسکتے ہیں۔

ا۔ اسلحہ میں صرف تلوار ہو اور وہ بھی نیام میں بند ہو۔

ب۔ مسلمان تین روز سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کر سکینگے۔

اس معاہدہ کے بعد حدیبیہ میں قبیلہ خزاعہ نے جن کے سردار بدیل بن ورقا آنحضرتؐ سے بات چیت کے لئے آئے تھے رسول اکرمؐ سے باہمی دوستی کا معاہدہ کیا اور قبیلہ بنو بکر نے قریش سے معاہدہ وفاداری کیا۔

سہیل بن عمرو کے صاحبزادے

قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو بات چیت کر رہے تھے بات چیت جاری تھی کہ سہیل کے صاحبزادے آئے اس عالم میں کہ پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں قریش نے انہیں اسلام لانے کے جرم میں قید کر رکھا تھا وہ موقع پا کر بھاگ نکلے اور یہاں پہنچے سہیل نے اپنے بیٹے ابو جندلؓ کو دیکھا تو تھپڑ کر طمانچے رسید کئے حضرت ابو جندل نے فرمایا اے سرداران اسلام اگر مشرکین مجھے واپس لے گئے تو یا مجھے کفر اختیار کرنے پر مجبور کریں گے یا قتل کر دیں گے۔

معاہدہ ابھی تحریر نہیں ہوا تھا اس لئے حضور اکرمؐ ابو جندلؓ کو اپنے پاس روک سکتے تھے لیکن معاہدہ کی اسپرٹ کا خیال کر کے اور مرضی الہٰی کے تحت حضور نے فرمایا۔ اے ابو جندلؓ اپنی مصیبت کا اجر خدا سے طلب کرو۔ جو تمہارے ساتھ مکہ کے تمام محصورین کے لئے نجات کی سبیل پیدا کرے گا قریش سے ہماری گفتگو مکمل ہو چکی ہے اس میں فریقین نے اللہ کو ضامن قرار دیا ہے میں بد عہدی نہیں کر سکتا تمہیں واپس جانا ہو گا رسول اللہؐ کا یہ فیصلہ سن کر مسلمانوں پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا مظلوم ابو جندلؓ بے بسی کی حالت میں کھڑے تھے اور انہیں واپس کیا جا رہا تھا اس پر سب ملول اور افسردہ ہو گئے اس حالت میں رسول اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ خانہ کعبہ میں قربانی کے لئے جو جانور لائے گئے تھے انہیں یہیں ذبح کیا جائے اور سر منڈوائے جائیں اس طرح عمرہ یہیں پر ادا کیا جائے لیکن مسلمانوں میں ایک تو غم و اضطراب کی وجہ سے تعمیل حکم کیلئے کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ دوسری بات یہ تھی کہ مدینہ میں وحی الہٰی کے مطابق وہ خانہ کعبہ میں قربانی اور عمرہ کے متوقع تھے یہاں قربانی اور عمرہ انہیں بے موقع نظر آئی حالانکہ مدینہ کی وحی الہٰی میں یہ تصریح کہیں نہیں تھی کہ مسلمان اسی سال خانہ کعبہ میں داخل ہوں گے یہ وحی آئندہ سال کے لئے تھی مگر لوگ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ اسی سال پوری ہونے والی ہے اس امید کو دھچکا لگا تھا اور صلح نامہ کی شرائط ناگوار تھیں اس لئے رسول اللہ کے کہنے پر بھی سر منڈوانے اور قربانی کے لئے مسلمانوں میں کوئی حرکت نہیں ہوئی حضور نے دوبارہ فرمایا، سہ بارہ فرمایا لیکن یہی حالت رہی یہ دیکھ کر حضرت ام سلمہؓ نے حضورؐ سے عرض کیا مسلمانوں کے دل غمگین ہیں وہ متاثر ہیں آپؐ خود باہر نکل کر سر منڈوا لیجئے اور قربانی کیجئے آپ کو دیکھ کر سب ایسا کرنے لگیں گے۔ رسول اللہ اٹھے باہر نکل کر قربانی کی بال منڈوائے اور پھر سارے مسلمانوں نے آنحضرت کی پیروی کی اور قافلہ حدیبیہ سے مدینہ واپس روانہ ہوا۔ راستے میں وحی الہٰی آئی۔

(اے پیغمبر) یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی ہم نے کھلم کھلا تمہاری فتح کر دی تاکہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرے اور تم پر اپنے احسانات پورے کرے اور تم کو دین کے سیدھے راستے پر لے چلے اور کوئی تمہارا مانع نہ ہو۔

اس وحی الہٰی کے نازل ہونے پر حضرت عمرؓ نے حیرت سے پوچھا

Marfat.com

یا رسول اللہ کیا واقعی یہ فتح مبین ہے حضور نے فرمایا۔ ہاں یہ فتح مبین ہے لیکن حضرت عمرؓ اور مسلمانوں کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ یہ فتح کیسے اور کہاں سے ہوگی۔

صلح حدیبیہ ۔۔ نتائج و اثرات کا جائزہ

معاہدہ کی پہلی شق کے تحت ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا گیا تھا یہ معاہدہ مسلمانوں کے لئے اس اعتبار سے مفید تھا کہ وہ یہودیوں سے فیصلہ کن طور پر نبرد آزما ہو سکتے تھے اور ایسے وقت میں مکہ کے محاذ کی طرف سے خطرہ نہ ہو صلح حدیبیہ کے فوراً بعد مدینہ واپسی پر مسلمانوں نے خیبر کے قلعے فتح کر لئے جو یہودیوں کے طاقت کے مراکز تھے اور فتح خیبر کے بعد یہودیوں سے دوسری جنگیں بھی ہوئیں یہودیوں کے مسئلہ سے قطع نظر حضور اکرمؐ کو عربوں میں تبلیغ اسلام کے لئے امن و امان کی فضا درکار تھی۔ جنگ و جدل کی حالت میں نہ تبلیغ ہو سکتی ہے نہ اثر پیدا کر سکتی ہے لوگ ٹھنڈے دل سے حقائق پر غور و فکر کے لئے اسی وقت تیار ہو سکتے ہیں جب امن و امان کی حالت ہو اس امن و امان کی فضا ہی میں باہمی تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں اور دوسروں کو اپنے نقطہ نظر سے متاثر بھی کیا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد بڑا تبلیغی کام ہوا بلکہ صلح حدیبیہ کے دو سال بعد کے عرصے میں اسلام جس قدر پھیلا وہ پچھلے اٹھارہ انیس سال کے عرصے میں بھی نہیں پھیلا تھا۔ خالد بن ولید اور عمرو بن العاصؓ جیسی کئی ممتاز شخصیتیں واقعہ حدیبیہ کے بعد ہی حلقہ اسلام میں داخل دوسری طرف اس امن و امان سے یہ بھی فائدہ ہوا کہ حضور اکرمؐ کو بیرونی ممالک اور عرب ریاستوں کے امرا کو بھی اسلام کی طرف دعوت دینے کا موقع ملا۔ اور گرد و نواح کے بادشاہوں اور سلاطین کو دعوتی خطوط لکھے گئے اور وفود بھیجے گئے اس کے علاوہ امن و امان کے اس عرصے میں معاشرتی اصلاح کے لئے بھی کام کئے گئے مثلاً شراب اسی کے بعد حرام کی گئی معاہدہ کی ایک دفعہ یہ تھی کہ مسلمانوں میں سے جو شخص مرتد ہو کر مکہ چلا آئے وہ واپس نہیں کیا جائے گا غور سے دیکھا جائے تو یہ مرتد لوگ اسلامی معاشرہ کے کسی مصرف کے نہیں تھے بلکہ ان کا مدینہ میں رہنا زیادہ خطرناک تھا اس لحاظ سے یہ شرط مسلمانوں کے مفاد کے عین مطابق تھی کہ جسے اسلام پسند نہیں وہ اسلامی معاشرہ میں نہ رہے۔ معاہدہ کی ایک اہم دفعہ یہ تھی کہ عرب قبائل فریقین میں سے جس سے پسند کریں معاہدہ کر سکتے ہیں دوسرا فریق اس میں رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔ اس دفعہ کے ذریعے پہلی بار اہل مکہ نے مسلمانوں کی سیاسی طاقت اور حیثیت کو باضابطہ طور پر تسلیم کیا ورنہ اب تک انہیں باغی اور سرکش سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے لیکن اب ان کو برابر کا ایک فریق تسلیم کیا گیا جس سے دوسرے عرب قبائل معاہدہ کر سکتے تھے اور یہ بڑی اہم بات تھی کئی عرب قبائل ایسے تھے کہ وہ مسلمانوں سے جنگ و جدل کی پالیسی سے بیزار تھے اور مصالحت سے رہنا چاہتے تھے لیکن قریش انہیں ایسا نہیں کرنے دیتے تھے اب قبائل کو یہ موقع اور حق مل گیا کہ وہ مسلمانوں سے معاہدہ کریں چنانچہ صلح حدیبیہ ہی کے موقع پر قبیلہ خزاعہ نے مسلمانوں سے دوستی کا معاہدہ کیا اور بعد میں دوسرے کئی قبائل نے اس نوعیت کے معاہدے کئے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کو سیاسی طاقت کی توسیع اور استحکام میں مدد ملی۔ معاہدہ کی ایک اور دفعہ کے رو سے مسلمانوں کو یہ بھی حق مل گیا کہ وہ آئندہ سال سے زیارت کعبہ کے لئے مکہ میں آ سکیں گے اور یہ واقعی فتح مبین تھی بلاشبہ وہ اس سال زیارت کعبہ سے محروم رہے لیکن وقتی محرومی کوئی چیز نہیں ایک سال کا عرصہ قومی زندگی میں کچھ بھی نہیں ہوتا جنگ و جدل کر کے یا حالات میں تصادم اور ٹکراؤ کی نفرتیں پیدا کر کے مسلمان زیارت کعبہ بھی کرتے تو اس سے اصل مقصد کے لئے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا تھا ایک سال کی محرومی کو گوارا کر کے آئندہ سال سے پرامن طریقے پر مکے میں داخل ہونا ہر لحاظ سے بہتر تھا چنانچہ دوسرے سال ۷ھ میں مسلمان بڑی شان سے مکہ آئے دو ہزار افراد سو گھوڑوں اور قربانی کے ساٹھ اونٹوں کا قافلہ مکہ کی گلیوں سے گزر رہا تھا تو مرد عورتیں اور بچے مسلمانوں کی صورت دیکھنے کے لئے امڈ پڑ رہے تھے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضورؐ کی اونٹنی کا باگ تھامے ہوئے تھے اور گیت

Marfat.com

پڑھ رہے تھے جس کا مفہوم تھا۔

- اس کا نام لے کر ہم داخل ہوتے ہیں جس کے دین کے سوا کوئی دین نہیں اس کا نام لے کر داخل ہوتے ہیں جو محمد اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اے اولادِ کفار اس کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ الرحمٰن نے اپنی نازل کردہ کتاب میں یہ تعلیم دی ہے کہ بہترین جنگ وہ جو اس کی راہ میں لڑی جائے۔

اس منظر نے اہل مکہ کو متاثر کیا اور ان کے دلوں پر مسلمانوں کی عظمت کا نقش بیٹھ گیا یہ کیفیت جنگ و جدل کی حالت میں مکہ میں داخلہ سے نہیں حاصل ہو سکتی تھی حضورؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ خوب سینہ تان کر چلو اور تیز تیز دوڑو تاکہ مخالفین کے اس پروپیگنڈے کی تردید ہو جائے کہ مسلمان بیمار لاغر یا قم زدہ ہیں معاہدہ حدیبیہ کی جو دفعہ مسلمانوں کو شاق گزری وہ تھی کہ مکہ کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ پہنچے گا تو وہ مکہ والوں کو واپس کر دیا جائے گا اس معاہدے کے تحت حضرت ابوجندلؓ کی فوری واپسی نے مسلمانوں کو اور بھی جذباتی بنا دیا تھا لیکن معاہدہ کی یہی دفعہ بعد میں قریش کے لئے مصیبت بن گئی۔

ہوا یوں کہ مکہ کے ابوبصیر مسلمان ہو کر مدینہ آ گئے قریش نے دو آدمیوں کو انہیں واپس لانے کو بھیجا حضور اکرمؐ نے معاہدہ کے مطابق ابوبصیر کو ان کے حوالے کر دیا۔ راستے میں ابوبصیر نے موقع پا کر تلوار چھین کر ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ دوسرا بھاگ گیا اس بعد ابوبصیر بحرہ احمر کے کنارے شام کی شاہراہ پر عیص نامی ایک جگہ میں چھپ گئے اب دوسرے مسلمان بھی پوشیدہ طور سے مکہ سے بھاگ کر مدینہ جانے کی بجائے عیص میں ابوبصیر سے جا ملتے اس طرح یہاں پر مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی جمعیت تیار ہو گئی اور اس جمعیت نے ابوبصیر کی قیادت میں مکہ والوں کی ناکہ بندی کر دی یہ کل ستر آدمی تھے۔ مکہ کا کوئی آدمی یا قافلہ ملتا یہ اس پر لوٹ پڑتے اور لوٹ لیتے اب قریش بڑے پریشان ہوئے اس گوریلا جمعیت سے نمٹنا قریش کے بس سے باہر کی بات تھی اور ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا آخر قریش نے تنگ آ کر اپنا وفد مدینہ بھیجا اور درخواست کی کہ معاہدہ کی اس دفعہ کو منسوخ کیا جائے اور ابوبصیر اور ان کے آدمیوں کو مدینہ بلوایا جائے۔ رسول اللہ نے قریش کی درخواست مان لی اس طرح یہ دفعہ جو مسلمانوں کی نظر میں شکست اور ذلت کی بات تھی۔ قریش کے حق میں پریشان کن نکلی اور انہوں نے ہی اسے ختم کرایا

اُمِ کلثوم کا معاملہ

مکہ کے عقبہ بن ابی معیط کی صاحبزادی اُمِ کلثوم مکہ سے بھاگ کر مدینہ آ گئی تھیں مسلمانوں نے واپس کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ معاہدہ کی مذکورہ دفعہ کا اطلاق مردوں پر ہوتا ہے عورتوں پر نہیں مسلمانوں کا یہ اقدام وحی الٰہی کے مطابق قریش نے بڑی بحث و تمحیص کے بعد آخر مان لیا کہ عورتوں پر اس دفعہ کا اطلاق نہیں ہو گا یہ دفعہ فقط مردوں کے لئے رہ گئی تھی اور وہ بھی بعد میں قریش کی درخواست پر ختم کر دی گئی اور وقت نے ثابت کر دیا کہ صلح حدیبیہ جسے مسلمان معاہدہ شکست سمجھ رہے تھے واقعی فتح مبین تھی۔

WITH THE BEST COMPLIMENTS

OF

SHABANA
MOTOR TRAINING INSTITUTE
Ghadially Building, Saddar,
KARACHI
Phone : 513267

Marfat.com

جناب مولانا شبیر احمد اظہری شجاع آبادی

رسولِ کائنات

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ایک قوم اور ایک ایک علاقہ کا نبی بنا کر بھیجا۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ولقد ارسلنا نوحًا الی قومه۔ اور بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ والی عادٍ اخاهم هودًا۔ اور ہم نے قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ والی ثمود اخاهم صلحًا اور ہم نے قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ والی مدین اخاهم شعیبًا اور ہم نے مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ اسی طرح اللہ تبارک تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ الی فرعون وملا یه ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی جماعت کی طرف بھیجا۔ حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے۔ وارسلنا ...... الخ ہم نے یونس علیہ السلام کو ایک لاکھ یا ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کا نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ فرماتا ہے ورسولًا الی بنی اسرائیل۔ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا رسول بنا کر بھیجا۔ لیکن جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرکار دو عالم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو فرماتا ہے۔

تبرك الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعلمین نذیرا

برکت والی وہ ذات ہے جس نے قرآن کریم کو اپنے عبد مقدس پر نازل فرمایا۔ تاکہ تمام جہان والوں کے لئے ڈرانے والے ہوں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے للعلمین فرمایا۔ عالمین یہ عالم کی جمع ہے۔ اور اللہ کے سوا جو کچھ ہے اس کو عالم کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے ذرے ذرے کے نبی و رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے العالمین ارشاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے الحمد للہ رب العالمین تو معلوم ہوا کہ جس جس چیز کا اللہ رب ہے اس اس چیز کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نبی و رسول ہیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما ارسلنٰك الا کافةً للناس بشیرا ونذیرا۔ (پ۲۲) اے میرے حبیب ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

قل یایها الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (پ۹) آپ فرما دیں اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ الناس میں تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامت آنے والے سب شامل ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کائنات کے نبی ہیں، وہاں نبیوں کے بھی نبی ہیں، جیسا کہ قرآن میں موجود ہے وَاذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتب وّحکمة ثم جآء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه۔ اور یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا۔ جب میں تمہیں کتاب و حکمت میں سے عطا کروں اور پھر تمہارے پاس میرا رسول تشریف لائے جو تمہارے ساتھ ہے اس کی تصدیق کرتا ہوا۔ لتؤمنن به سے ثابت ہوا کہ تو ضرور بالضرور اس رسول پر ایمان لانا اور بالضرور اس کی مدد بھی کرنا۔ لتؤمنن به سے ثابت ہوا کہ سارے انبیا حضور کی رسالت پر ایمان لائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کا درجہ اور مرتبہ سارے نبیوں سے بلند و بالا ہے۔ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خلق سے اولیا، اولیا سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

مسلم شریف کی حدیث ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔ ارسلت

Marfat.com

الی الخلق کافۃ ۔ میں تمام مخلوق کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور ایک اور حدیث میں فرمایا۔ ارسلت الی کل احمر واسود ۔ میں سرخ و سیاہ کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس طرح مسلم شریف کی ایک اور حدیث ہے: میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے ساری زمین میرے لئے مسجد بنادی گئی ہے۔ اور میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا ہے اور مجھے شفاعت کا مرتبہ دیا گیا ہے اور نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں — قرآن کریم کی متعدد آیتوں اور سرکار دو عالم کی حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات کے نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

جنات کے نبی: جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے نبی ہیں وہاں جنات کے بھی نبی ہیں۔ چونکہ یہ مخلوق عموماً انسانوں کی آنکھوں سے مستور رہتی ہے اس لئے ان کو جن کہتے ہیں۔ جن کے وجود کا انکار کفر ہے۔ قرآن کریم سے ان کا وجود ثابت ہے۔ خلق الجان من مارج من نار" خدا نے جن آگ سے پیدا فرمائے۔ جنوں میں مرد اور عورت ہوتے ہیں۔ ان میں سلسلہ توالد و تناسل بھی جاری ہے۔ ان میں مسلمان اور کافر بھی ہوتے ہیں۔ ان کی قوت انسان سے زیادہ ہے۔ یہ مسجدوں میں آکر نماز بھی پڑھتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں۔ ان کی خوراک گوبر اور ہڈی ہے۔ ان میں نیک اور شریر بھی ہوتے ہیں۔ اکثر شریر جن ہی انسان کو ستاتے ہیں۔ جس طرح انسان مکلف ہیں اسی طرح جنات بھی مکلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" ہم نے جن اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمائے ہیں: جنات سے بھی قیامت میں انسانوں کی طرح سوال و جواب ہوں گے۔ کافر جن دوزخ میں اور مسلمان جن جنت میں جائیں گے۔ لیکن یاد رکھیں کہ جنات انسان سے افضل نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن نبی نہیں ہوتا۔ جنات کا ایمان لانا اس آیت کریمہ سے ثابت ہے واذ صرفنا الیک نفراً من الجن یستمعون القرآن ج فلما حضروہ قالوا انصتوا ج فلما قضی ولوا الی قومهم منذرین

قال یقومنا انا سمعنا کتاباً انزل من بعد موسیٰ مصدقاً لما بین یدیه یهدی الی الحق والی طریق مستقیم۔ یقومنا اجیبوا داعی الله وامنوا به یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم (پ۲۶) اور جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیجا جو قرآن سننے لگے۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو کہنے لگے۔ خاموش ہو جاؤ۔ پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ ایمان لا کر اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے لئے واپس گئے۔ کہنے لگے اے بھائیو! ہم ایک عجیب کتاب سن کر آئے ہیں۔ جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتاری گئی جو اپنی پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے حق اور سیدھے راستہ کی رہنمائی کرتی ہے۔ اے بھائیو تم اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

احادیث میں بھی جنات کے ایمان لانے کا ذکر موجود ہے۔ امام مسلم و احمد ترمذی، حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے۔ لیلۃ الجن کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شب کو ہم نے سرکار کو نہ پایا اور حضور کا اس طرح غائب ہو جانے نے ہمیں اضطراب و قلق میں مبتلا کر دیا اور یہ رات بڑی بے چینی میں بسر ہوئی۔ صبح کو ہم نے دیکھا کہ سرکار دو عالم غار حرا کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں۔ ہمارے پوچھنے پر سرکار نے فرمایا رات جنوں کا قاصد آیا میں اس کے ساتھ گیا۔ میں نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد حضور ہم سب کو اس مقام پر لے گئے اور وہاں جنوں کے آگ جلانے کے نشانات دکھائے۔ اس طرح امام ابونعیم حضرت ابن مسعود سے راوی ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے ہمراہ مقام برازین پہنچا اور اس جگہ حضور نے ایک خط کھینچ کر فرمایا۔ یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں ساری رات وہاں بیٹھا رہا۔ صبح کو حضور وہاں تشریف لائے۔ میں نے عرض کی حضور یہ آوازیں کیسی تھیں۔ فرمایا ھذہ اصوات ... یہ جنوں کی مجھے سلام کرنے اور وداع کرنے کی آوازیں تھیں۔

(خصائص ج ۲ ص ۱۳۱)

Marfat.com

جمادات کے نبی: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم کے ساتھ مکہ سے باہر کسی مقام پر گیا . . . . . . یعنی میں نے دیکھا کہ ہر درخت ڈھیلا اور ہر پہاڑ جو بھی راستہ میں آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام عرض کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ السلام علیک یارسول اللہ۔ اسی طرح امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور احد پر تشریف لے گئے۔ پہاڑ ہلنے لگا۔ حضور نے فرمایا

اثبت فانّ علیک نبیٌ و صدیق و شہیدان خصائص ج۲ ص۶۲

اے پہاڑ ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں یہ پہاڑ حکم پاتے ہی ٹھہر گیا۔ اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں

ایک ٹھوکر سے احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

نباتات کے نبی: امام ابونعیم حضرت بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور کی خدمت میں آیا اور ایمان لانے کے بعد اس نے عرض کی کہ مجھے کوئی نشانی دکھایئے تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کیا نشانی چاہتا ہے۔ اس نے عرض کی اس درخت کو بلایئے۔ حضور نے فرمایا جاؤ اس درخت سے کہو تمہیں اللہ کا رسول بلا رہا ہے۔ وہ درخت اتنا سنتے ہی فمالت

عن جوانبہا وقطعت عرو . . . . . .

علیک یارسول اللہ خصائص ج ۲ ص۳۵

درخت ہلا اور جڑیں زمین سے نکالیں اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوا سلام عرض کرنے لگا۔ پھر حضور نے درخت کو حکم دیا کہ واپس اپنے مقام پر چلا جائے۔ وہ واپس چلا گیا۔ اعرابی نے کہا: یارسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ حضور نے فرمایا اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ اعرابی نے پھر ہاتھ چومنے کی اجازت مانگی۔ حضور نے اجازت دیدی۔ اعرابی نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے۔

حیوانات کے نبی: امام ابونعیم و بیہقی حضرت عبداللہ ابن جعفر روایت کرتے ہیں کہ حضور ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے اس باغ میں ایک اونٹ تھا۔ **فلما رای النبی . . . .** خصائص ج ۱ ص۵۶ جب اونٹ نے حضور کو دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر حضور نے اونٹ کے مالک سے فرمایا تو خدا سے نہیں ڈرتا اس اونٹ نے مجھے شکایت کی ہے کہ اسے بھوکا رکھتا ہے

ان تمام قرآن کریم کی آیتوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کسی خاص قوم یا ملک یا گروہ کے لئے نہیں بلکہ حضور قیامت تک کے لئے اور کائنات کے لئے ذرے ذرے کے نبی ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

WITH BEST COMPLIMENTS

From

M. M. SILK MILLS LTD.

B-19, S. I. T. E. KARACHI.

TEL : 29 29 51
29 08 32

Marfat.com

جناب مولانا جمیل احمد نعیمی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیروں کی نظر میں

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۔ تاریخ کے ابواب تاباں اس چیز پر گواہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم کی حالت خراب ہو چکی تھی۔ چاروں طرف کفر و شرک کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں انسانیت دم توڑ چکی تھی۔ شرافت سسک رہی تھی۔ ظلم و ستم پورے شباب پر تھا۔ سنگ دلی کا یہ عالم تھا کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ بے حیائی اور بے غیرتی کا دور دورہ تھا۔ بڑوں کے ادب و احترام اور چھوٹوں کی شفقت و محبت کا جذبہ دلوں سے ختم ہو چکا تھا۔

ایسے نازک وقت میں خدائے قدوس کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور اپنے گم کردہ راہ بندوں کی دستگیری اور رہنمائی کے لئے امام الرسل ہادی السبل دانائے غیوب کل صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ جس وقت وہ آفتاب نبوت وہ مہتاب رسالت اس دنیائے آب و گل میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔ تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس مہ جبین کی آمد سے رشک شمس و قمر ہو جاتا ہے اور وہ درس حیات دیا کہ آج تیرہ سو سال کا طویل عرصہ گذرنے کے بعد بھی آپ کے ارشادات و فرمودات انسانی زندگی کے لئے روشنی کا مینارہ ثابت ہو رہے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ جس کے جامع و اکمل ہونے کا اعتراف نہ صرف اپنوں کو ہے۔ بلکہ غیروں نے بھی جس کا اقرار کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد اب میں قارئین کرام کی خدمت میں یہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں اگر قبولیت عام حاصل ہوئی ہے۔ تو وہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اپنوں کا . . . بارگاہ رسالت میں عقیدت کی گردن جھکا کر عقیدت کے پھول نچھاور کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے ایمان کی جان تو آپ ہی سے وابستگی میں ہے۔ لیکن فضیلت و بزرگی اور عزت و عظمت کی معراج تو یہ ہے کہ اغیار نے بھی آپ کی صاف گوئی اور حق پرستی امانت و دیانت اور صبر و تحمل شجاعت و بہادری و خوش معاملگی کی تعریف کی ہے ثبوت کے لئے چند غیر متعصب مورخین کے اقوال پیش کرتا ہوں۔

نمبر ۱: میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے بہت اولوالعزم لوگوں میں شمار کرتا ہوں۔ انہوں نے قبائل عرب سے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر کے ایک بہت بڑی پولٹیکل گتھی کو سلجھا دیا میں انکی کما حقہٗ تعظیم و تکریم کرتا ہوں۔

(ڈاکٹر مارگیولوشن)

نمبر ۲: اگر سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان علامتوں کا پایا جانا ضروری ہے کہ وہ ایثار و نفس اور اخلاص نیت کی جیتی جاگتی تصویر ہو۔ اور اپنے نصب العین میں یہاں تک محو ہو کر طرح طرح کی سختیاں جھیلے انواع و اقسام کی صعوبتیں برداشت کرے۔ لیکن اپنے مقصد کی تکمیل سے باز نہ آئے تو میں نہایت عاجزی سے اس بات کے اقرار کرنے پر مجبور ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے نبی تھے۔

(ڈاکٹر جے ڈبلیو لیٹنر)

نمبر ۳: میں مذہب اسلام سے محبت کرتا ہوں، و پیغمبر اسلام کو دنیا کے بڑے بڑے مہاپرشوں میں سمجھتا ہوں۔

(لالہ لاجپت رائے)

نمبر ۴: جہاں دنیائے اسلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اور شعبوں میں اس قدر رہین منت ہے۔ وہاں اس میں ممنون احسان ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کے ذریعہ علم و ادب میں ایک جدید طرز کی بنیاد ڈالی اور پاک خیالات اور اعلیٰ حقائق کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔

(محقق جے جے پول)

Marfat.com

نمبر ۵ :۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان عظیم الشان مصلحین میں سے ہیں۔ جنہوں نے اتحاد امم کی بڑی خدمت کی ہے انکے فخر کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ انہوں نے ایک وحشی قوم کو نور حق کی جانب ہدایت کی اور اس کو ایک امن و صلح پسند اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنے والی قوم بنا کر اس کو خونریزی سے روکا۔ اور اس کے لئے ترقی و تہذیب کے راستے کھولے پھر یہ کام صرف ایک فرد واحد کی ذات سے ظہور پذیر ہوا۔

(روسی فلاسفر کاؤنٹ ٹالسٹائی)

نمبر ۶ :۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی ذات اور قوم ہی کے لئے نہیں بلکہ دنیائے ارض کے لئے رحمت تھے اور انہوں نے سرتوڑ کوشش کی۔ کہ ذات پاک کا تفرقہ مٹ جائے۔ یہی سبب ہے کہ آج اسلام کے اندر ذات و نسل اور قوم کے امتیاز کا نام نشان نہیں ہے۔

(مسٹر ڈی رنٹ مشہور نامہ نگار انگلستان)

نمبر ۷ :۔ محمد صلی … علیہ وسلم کی شخصیت رحم و شجاعت کا حیرت انگیز مجموعہ ہے۔ آپ کئی سال تک تن تنہا عربوں کی مخالفت کا مقابلہ کرتے رہے آپ اتنے خوش خلق تھے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے محبت سے پیش آتے۔ غیروں کے ساتھ ہمیشہ شفقت کرتے حقیقت یہ ہے کہ آپ کی عظیم الشان فیاضی و بہادری اور بے غرضانہ محبت بلا شبہ قابل تعریف ہے اور آپ کا دین قابل تسلیم ہے۔

(مسٹر اسٹینلی اسپچیز آف محمد)

نمبر ۸ :۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا تو یقین کرتا ہوں لیکن آپ تو تمام انبیاء میں سب سے سچے ہیں۔

(انگلینڈ کا مشہور مسٹر ٹامس کارلائل)

نمبر ۹ :۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی تھے۔ اگر آپ کی سیرت کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ توحید و مساوات آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

(لالہ کنور سنگھ چیف جسٹس کشمیر)

بشکریہ

ایمپائر آپٹیکل کمپنی

اورنگ زیب پارک، ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون نمبر: 213494

Marfat.com

جناب سید رشید احمد ارشد
ایم اے شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمدّنی اثرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ تمام عالم کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ ازابتدا تا انتہا ایک کھلی ہوئی کتاب ہے جس کا ہر کوئی مطالعہ کرسکتا ہے۔ اور رہنمائی کرسکتا ہے۔ آپ کی زندگی کے کسی دور کا حال پوشیدہ نہیں ہے بلکہ آپ کی سیرتِ مبارکہ کا معمولی سے معمولی واقعہ بھی مستند ذرائع اور عینی شاہدوں کے ذریعے تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔ یہ واقعات ہر طبقے کے انسان کے لئے اس کی زندگی کے ہر شعبے میں مشعلِ ہدایت کا کام دے سکتے ہیں۔

آپ کی سیرتِ مبارکہ کی یہ خصوصیت بھی قابلِ غور ہے کہ آپ نے اپنی تعلیمات کو پیش کرنے سے پہلے خود ان پر عمل کیا چنانچہ آپ کی تعلیمات کی تکمیل اس وقت ہوئی ہے کہ جب آپ کی تعلیمات عملی زندگی سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ جسے شرعی اصطلاح میں سنت نبوی کہا جاتا ہے اور چونکہ شریعت میں سنتِ نبوی کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اسی وجہ سے آپ کے ہر عمل اور ہر فعل کو کامل تحقیق کے بعد کتبِ احادیث میں محفوظ کردیا گیا ہے تاکہ اہلِ اسلام بالخصوص اور اہلِ عالم بالعموم آپ کی زندگی کو سرچشمہ ہدایت بنا سکیں۔

کتب احادیث سیرت اور تاریخ کی کتابوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی زندہ جاوید کتاب قرآن کریم سے بھی آپ کی عادات و اخلاق واضح ہیں جیسا کہ آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔

"آپ کے اخلاق کا حال معلوم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن کریم ہے۔"

سیرتِ نبوی کی اہمیت

سیرتِ نبوی کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ عموماً ایک عظیم شخصیت بیرونی دنیا کو باعظمت نظر آتی ہے مگر اس کے گھر والے جو اس کی اندرونی کمزوریوں سے واقف ہوتے ہیں اس کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جس قدر کوئی شخص مشہور اور عظیم ہوگا اسی قدر اس کے اندرونی حالات ناخوشگوار ہوتے ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کردار کے دوست دشمن بھی مداح ہیں۔ اسی طرح آپ کے گھر والے عزیز اور رشتے دار آپ کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں آپ کی خانگی اور نجی زندگی بھی اسی طرح بے داغ اور پاک صاف [illegible] طرح بیرونی دنیا کے سامنے آپ کی

Marfat.com

کردار عظیم و پاکیزہ نظر آتا ہے

ہمارے اس دعوے کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ جب آپؐ کو نبوت عطا ہوئی تو آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں آپ کی زوجۂ محترم ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ، آپؐ کے پروردہ چچا زاد بھائی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپؐ کے متبنیٰ غلام حضرت زید بن حارثہؓ اور آپؐ کے مخلص ترین اور قریبی دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ کی سیرت مبارکہ اس قدر اعلیٰ وارفع تھی کہ جو شخص جس قدر آپؐ کے قریب تر ہوتا تھا اسی قدر وہ آپؐ کی عظیم ترین شخصیت سے زیادہ واقف ہو کر آپؐ پر جلد ایمان لاتا تھا۔ کیونکہ وہ آپؐ کی پاکیزہ شخصیت سے بے حد متاثر ہوتا تھا۔

بیوی سے بڑھ کر کوئی فرد کسی کی اندرونی کمزوریوں سے واقف نہیں ہوتا ہے لہٰذا آپؐ کے کردار میں ذرا بھی کوئی بات ہوتی تو آپؐ کی ازواجِ مطہرات میں سے کوئی اس کا تذکرہ کرتیں۔ اس کے علاوہ قبیلہ قریش اور کفارِ مکہ آپؐ کے جانی دشمن تھے اور ساری عمر وہ آپؐ سے برسرِ پیکار رہے وہ بھی آپؐ کی اخلاقی کمزوری کا کھوج لگانے اور اسے دنیا کے سامنے اپنی دشمنی کا انتقام لینے کے لئے نمایاں کرتے۔ مگر کسی تاریخی روایت سے ایسا کوئی واقعہ مذکور نہیں ہے۔ اس کے برعکس ازواجِ مطہرات نے آپؐ کے جو گھریلو واقعات بیان کئے ہیں ان سے آپ کی عظمتِ کردار اور زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ نیز آپ کے دشمن ابوسفیان نے ہرقل کے سامنے آپ کے بارے میں جو گفتگو کی تھی اس سے بھی آپؐ کے اعلیٰ کردار کا ثبوت ملتا ہے۔

کامل شخصیت

عالمِ انسانیت کے لئے سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ اس لئے اہم ہے کہ آپؐ کی عظیم ترین شخصیت جامع الکمالات تھی۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر دور ہر عمر اور ہر طبقے کے لئے مشعلِ ہدایت ہے۔ بچے، جوان، بوڑھے مرد و زن، سبھی اس سے رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں مثلاً آپؐ کے بچپن کا ابتدائی دور ہمارے بچوں اور نوعمروں کے لئے سبق آموز ہے۔ وہ آپؐ کے ابتدائی دور سے یہ رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں کہ ناسازگار ماحول کے باوجود ایک صداقت شعار بچہ اپنے عزم و استقلال کی بدولت اپنے اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ اصول کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ اور ہر حالت میں وہ دیانت داری، حق و صداقت اور شرافت کے اصول کے مطابق اپنی زندگی گذار سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دشمن اور مخالف افراد بھی اسے صادق اور امین کا لقب دے کر خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

آگے چل کر بعثت سے پہلے آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے تجارتی مال کی فروخت میں محنت اور دیانت داری سے کام لیا۔ آپؐ کی اس محنت اور دیانت داری کی بدولت آپ کو اس تجارتی کاروبار میں بہت نفع حاصل ہوا۔ آپؐ کا یہ طرزِ عمل ہمارے ان تاجروں کیلئے سبق آموز ہے جو محنت کے بغیر بددیانتی کے ذریعے جلد مالدار بننا چاہتے ہیں اور جنہوں نے گراں فروشی اور نفع خوری کو کامیابی کا واحد ذریعہ سمجھ رکھا ہے۔

عزم و استقلال

جب اسلامی حکومت مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کے علاقے تک محدود تھی تو اس وقت تمام انتظامی امور کے نگراں آپ تھے۔ فتح مکہ کے بعد رفتہ رفتہ تمام اہلِ عرب مسلمان ہوگئے تھے اس وقت ملکی ضروریات کی وجہ سے آپ نے حکام کا تقرر کیا اور دور دراز کے علاقوں میں مختلف حصوں میں تقسیم کرکے ان کے لئے الگ الگ حاکم مقرر کئے۔ چنانچہ اسلامی تاریخوں میں مکہ معظمہ، عمان، بحرین، تیماء اور یمن کے مختلف حصوں کے لئے جداگانہ حکام کے نام مذکور ہیں۔

اس زمانے میں یمن جزیرہ عرب میں سب سے آباد اور وسیع علاقہ تھا اس کا قدیم تہذیب و تمدن مشہور تھا۔ تجارتی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے اس کا تجارتی کاروبار ترقی پذیر تھا۔ زراعت و صنعت و حرفت کے لحاظ سے بھی اس کی اہمیت تھی۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کے علاقے کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک حصے کے لئے جداگانہ امیر (حاکم) مقرر کیا۔

تقرر کا معیار

حکام کے تقرر کے سلسلے میں آپ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ وہ یا تو اس علاقے کا سابق حاکم ہو۔ یا وہاں کا باشندہ ہو۔ وہ

Marfat.com

لامی اصولوں کے مطابق مکمل دیانت دار ہو اور خوش اخلاق بھی ہو مسلمان
نے کے ساتھ ساتھ وہ انتظامی امور کی صلاحیت رکھتا ہو۔

آپ حکام کے تقرر کے لئے مذکورہ بالا صلاحیتوں کو پیش نظر
تے تھے۔ حاکم کا خالص عربی النسل ہونا آپ کے لئے ضروری نہیں تھا
اس سلسلے میں آپ عرب و عجم کا امتیاز روا نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے
ہل عجم میں سے بہرام گور کے خاندان کے ایک شخص باذان بن ساسان کو
مان ہونے کے بعد یمن جیسے اہم علاقے کا گورنر مقرر کیا۔ اس کی وجہ
ں کہ وہ پہلے یمن کے حکمران رہ چکے تھے۔ اس لئے انہیں وہاں کے
تظامی امور کا تجربہ حاصل تھا۔ اسی انتظامی صلاحیت کو پیش نظر رکھتے
ے باذان کی وفات کے بعد آپ نے ان کے فرزند شہر بن باذان کو
ن کے علاقے صنعا کا حاکم مقرر کیا۔

حکام کے فرائض

آپ کا ایک خاص اصول یہ بھی تھا کہ آپ کسی مہاجر
لمان کو کسی علاقے کا حاکم مقرر کرتے تھے تو اس کے ساتھ ساتھ
ے انصاری کا تقرر بھی فرماتے تھے۔ یہ مسلم حکام ملک کا انتظام کرنے
ساتھ ساتھ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ بھی کرتے تھے اور خراج بھی
ل کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ان حکام کا سب سے مقدم فریضہ اسلام کی
اعت و تبلیغ اور اسلامی احکام کی تعلیم و تدریس بھی تھا چنانچہ جب آپ
حضرت معاذ بن جبل کو یمن کے ایک حصے کا قاضی بنا کر بھیجا تو جس
ح آپ نے ملکی مصالح کے بارے میں ان کو بیش قیمت ہدایات دیں اسی
ح انہیں یہ حکم بھی دیا کہ وہ قرآن کریم اور اسلامی قوانین کی تعلیم دیں۔

ان کے ذمے یہ فرض بھی عاید تھا کہ وہ یمن میں صدقات کے محصلین
سے صدقات وصول کریں اور انہیں جمع کر کے مرکز روانہ کریں۔

آپ نے معاذ بن جبل کو یہ ہدایات بھی ارشاد فرمائیں
"تم انہیں سمجھاؤ کہ خدا نے ان پر صدقہ فرض کیا
ہے جو ان کے امراء سے وصول کر کے ان کے غرباء
پر تقسیم کیا جائے گا۔ اگر وہ تسلیم کرلیں تو (اس
صدقے کے مال کو وصول کرنے میں) ان کے بہترین
مال حاصل کرنے سے پرہیز کرو۔ (اس معاملے میں)
مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ اس کی (بددعا)
اور خدا کے درمیان کوئی حائل نہیں ہے۔

چونکہ معاذ بن جبل کو ایک مہذب و متمدن علاقے میں قاضی
بنا کر بھیجا گیا تھا اس لئے وہاں کی مقامی ضروریات اور بدلتے ہوئے حالات کے
پیش نظر آپ نے انہیں اجتہاد کرنے کے اختیارات بھی دیئے تھے چنانچہ
سنن ترمذی میں یہ حدیث مذکور ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل کو
یمن کی طرف بھیجا تو آپ نے فرمایا۔

"تم کس بنیاد پر (مقدمات) کا فیصلہ کرو گے؟"
"انہوں نے کہا "کتاب اللہ (قرآن مجید) سے"
"آپ نے فرمایا" اگر تم کو وہ فیصلہ اس میں نہ ملے؟"
"انہوں نے کہا" سنت رسول سے"
"آپ نے فرمایا" اگر (سنت رسول اور احادیث سے) بھی ہدایت
نہ ملے؟"

"اس پر انہوں نے کہا" اس وقت میں اپنی رائے سے اجتہاد
کروں گا"

اس پر آپ نے فرمایا" اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول
کے قاصد کو وہ توفیق دی جسے اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

خوش اخلاقی کی ہدایت

آپ اپنے حکام کو خوش اخلاقی اور نرمی کی ہدایت فرماتے تھے اور
انہیں رعایا پر سختی اور ظلم کرنے سے روکتے تھے چنانچہ جب آپ نے
ایک صحابی کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر روانہ کیا تو سب
پہلے ان دونوں کو یہ نصیحت فرمائی۔

"تم دونوں (لوگوں کے لئے) سہولت فراہم کرو اور مشکلات
نہ پیدا کرو۔ (لوگوں کو اچھے کاموں کی) بشارت دو۔ (ان کو) دہشت زدہ
نہ کرو۔ اتفاق باہمی سے رہو۔ اختلافات پیدا نہ کرو"

(صحیح مسلم ج ص ۴۳ کتاب الایمان) (صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۶۳)

Marfat.com

اس کے بعد جب حضرت معاذ بن جبل رکاب میں پاؤں ڈال چکے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے تو چلتے وقت آپؐ نے انہیں یہ ہدایت فرمائی "لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے۔"

تشدد کی ممانعت

آپؐ نے اپنے حکام اور عام مسلمانوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ وہ اپنے ماتحت ملازموں اور رعایا پر سختی نہ کیا کریں بلکہ حکومت کے ٹیکس اور واجبات کو بھی تشدد کے ذریعے وصول نہ کریں۔ اور جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہے، آپؐ انہیں ہر حالت میں نرمی، خوش اخلاقی اور سہولت کا رویہ اختیار کرنے کی تاکید فرماتے تھے تشدد اور مظالم سے روکتے تھے۔

آپ کا یہ قطعی حکم تھا کہ غیر مسلم رعایا سے بھی جزیہ وصول کرنے میں تشدد نہ کیا جائے بلکہ انہیں بھی جزیہ کی رقم اور دیگر واجبات کے ادا کرنے میں ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی جائے۔ اس سلسلے میں صحیح مسلم میں ہشام بن حکیم بن حزام کی ایک حدیث مذکور ہے جس میں فرماتے ہیں "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔

"اللہ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں (لوگوں) کو عذاب دیتے ہیں۔"

محصلین اور عمال

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام حکومت زیادہ وسیع نہیں تھا کیونکہ اسلامی مملکت کی حدود صرف آپؐ کے آخری زمانے میں کسی قدر وسیع ہوئی تھی۔ دیگر ممالک کی فتوحات آپؐ کے بعد ہوئیں تاہم آخر زمانے میں آپ نے مسلم اور غیر مسلم رعایا کی سہولت کے لئے جو عمدہ انتظامات کئے تھے وہ بعد کے مسلم خلفاء کے لئے مشعل ہدایت بنے۔

دیگر انتظامات کے ساتھ ساتھ آپؐ نے یکم محرم ۹ھ سے صدقہ، خیرات، جزیہ، زکوٰۃ اور خراج وصول کرنے کے لئے ہر قبیلے کے الگ الگ محاصلین مقرر فرمائے، جو مختلف قبائل میں گشت کر کے صدقات و خراج جمع کرتے تھے۔ وصول کرنے کے بعد وہ تمام رقم آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی تھی۔ بالعموم قبیلوں کے سر[...] قبیلوں کے محصل ہوتے تھے اور ان کا تقرر عارضی طور پر ہوتا تھا[...]

محصلین کو ہدایت

زکوٰۃ اور خراج وصول کرنے کے سلسلے میں محصلین آ[...] ہدایت کے مطابق وہ رقوم وصول کرتے تھے۔ آپؐ نے پہلے ہی سے زکوٰ[...] کی مقدار اور ان کے شرائط کا باضابطہ تعین کر رکھا تھا۔ اس[...] وہ ان احکام و قوانین پر عمل کرتے تھے۔

آپؐ نے مویشی پر بھی زکوٰۃ مقرر کی تھی اور محصلین لوگوں [...] پر جا کر مویشیوں کی زکوٰۃ مویشی کی جنس میں لیتے تھے اس لئے انہیں[...] یہ ہدایت فرمائی تھی کہ وہ مویشیوں یا دوسری اجناس میں سے س[...] زکوٰۃ چھانٹ کر وصول نہ کریں۔ اور ایسا عمدہ مال لینے کی کوشش[...] عوام کو نقصان یا تکلیف پہنچے۔ بلکہ اوسط درجے کا مال وصول کری[...]

ان محصلین کے لئے یہ قطعی ممانعت تھی کہ وہ رعایا [...] سرکاری فرائض انجام دینے کے زمانے میں کسی شکل میں لوگوں سے تحف[...] وصول نہ کریں۔ اس معاملے میں سختی کے ساتھ ان سے باز پرس ہو[...] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ان سے محاسبہ فرماتے تھے[...]

نذرانے کی ممانعت

ایک بار آپؐ نے ابن اللتبیہ نامی ایک شخص کو صدقہ[...] کے لئے روانہ کیا۔ جب وہ واپس آئے اور آپؐ نے اس سے محا[...] نے کہا۔

"یہ آپؐ کا مال ہے اور یہ مجھے تحفہ میں ملا ہے۔"

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا "اگر یہ بات ہے تو تم [...] یہ تحفہ کیوں نہیں ملا۔"

آپ کا اس ارشاد سے یہ منشا تھا کہ جس کسی عامل [...] حیثیت سے کوئی ہدیہ یا نذرانہ دیا جائے تو وہ بھی ایک [...] ہے اس لئے سرکاری عہدے پر رہتے ہوئے اس قسم کا تحف[...] قبول نہیں کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

یہ معاملے آپ کے نزدیک اس قدر اہم تھا کہ آپ نے فوراً مسلمانوں کا ایک جلسہ طلب کیا اور لوگوں کو اس قسم کا رویہ اختیار کرنے سے منع کیا۔

خویش پروری کا خاتمہ

آپ نے اقربا پروری کا خاتمہ کرنے کے لئے اپنے خاندان اور خاندان بنو ہاشم پر صدقہ لینا حرام کر دیا تھا۔ وہ نہ صرف صدقے کی کوئی چیز نہیں کھا سکتے تھے بلکہ آپ انہیں صدقہ اور خیرات کے عامل اور محصل کی حیثیت سے بھی مقرر نہیں فرماتے تھے کیونکہ صدقے کی تنخواہ اسی مد سے ادا ہوتی تھی اس لئے ان کا تقرر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ نے یہ اصول اس لئے مقرر فرمایا تھا کہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ خاندان نبوت کے افراد اپنے اس تعلق سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ اور ان میں مذہبی تقدس قائم کر کے مفت خوری کی عادت نہ پیدا ہو۔ اس طرح دیگر مسلم حکام اور خلفاء کو بھی یہ نصیحت حاصل ہو کہ وہ بھی اپنے رشتہ داروں کو ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی اجازت نہ دیں۔

درخواست کی ممانعت

حکام کے تقرر اور انتخاب میں آپ کا یہ اصول بھی مقرر تھا کہ جو لوگ سرکاری خدمت کے لئے خود درخواست پیش کرتے تھے انہیں حکومت کے کسی عہدے پر آپ مقرر نہ فرماتے تھے۔ اس قسم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ دو شخص آپ کے پاس آئے۔ انہوں نے عامل بننے کی خواہش کا اظہار کیا آپ نے ان دونوں کی درخواست نامنظور کر دی اور فرمایا۔

"جو لوگ خود (کسی سرکاری عہدے کی) خواہش کرتے ہیں ہم ان کو عامل مقرر نہیں کرتے ہیں۔"

اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اس قسم کی کوئی درخواست نہیں کی تھی اس لئے آپ نے انہیں بلا درخواست یمن کا حاکم مقرر کر کے وہاں روانہ کیا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۹)

سرکاری ملازموں کو بقدر ضرورت معاوضہ ملتا تھا۔ آپ نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص مقررہ تنخواہ سے زیادہ رقم لے گا وہ مالی خیانت کا مجرم ہوگا۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ باب ارزاق العمال)

مزدوروں سے سلوک

ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلم حکام کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ اپنے ماتحتوں اور غریب رعایا کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی کا سلوک کریں۔ اس سلسلے میں آپ نے مزدوروں اور محنت کشوں کے بارے میں خاص ہدایات دی تھیں جن کا ذکر کتب احادیث میں مذکور ہے۔ ان میں سے آپ کے چند ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ تم مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

۲۔ اس شخص پر خدا کی لعنت ہو جو مزدور کا حق غصب کرے۔

۳۔ کسی شخص کو ایسا سخت کام کرنے کا حکم نہ دو جسے تم خود نہ کر سکو اگر کوئی ایسا کام ہو تو اس کام میں اس کا ہاتھ بٹاؤ اور اس سے نرمی کا سلوک کرو۔

۴۔ تم مزدور کو اپنے جیسا انسان سمجھو۔ اس پر اس کی طاقت سے زیادہ کام کا بوجھ نہ ڈالو۔ اس کی عزت اور عافیت کا خیال بھی رکھو۔

۵۔ غریبوں کے حق کو پہچانو۔ کیونکہ یہ تمہارا ہی کام کرتے ہیں۔ خدا اس بندے کو ہرگز نہیں بخشے گا جس نے کسی مزدور کا حق مار لیا ہو۔

محنت کی فضیلت

مومن کی نشانی یہ ہے کہ مرتے وقت بھی اس کی پیشانی محنت کے پسینے سے تر ہو۔

۲۔ اس بندے پر اللہ کی رحمت ہو جو اپنی محنت سے روزی کماتا ہو۔

جس طرح آپ نے مزدوروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اسی طرح مزدوروں کو ان کے فرائض بھی یاد دلائے ہیں کہ وہ فرض شناسی دیانت داری اور محنت سے کام کریں۔

Marfat.com

دانتوں کے جملہ امراض کے لیے

لقمانی منجن

رجسٹرڈ نمبر ۳۰۰۲۶

تیار کردہ :

محمود خان اینڈ سنز

۲۵- کھانڈ وال بلڈنگ - سینا گاگ گلی - رنچھوڑ لائن - کراچی

Marfat.com

حضرت علامہ اقبالؒ

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن

"محمد عربی عرش عظیم کی بلندیوں تک پہنچ کر دنیا میں واپس تشریف لے آئے۔ خدا کی قسم! اگر میری وہاں تک رسائی ہو جاتی تو پھر کبھی واپس نہ لوٹتا"۔ مشہور صوفی حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کا یہ ایک جملہ نبی اور صوفی کی دلی کیفیات کے نفسیاتی فرق کے اظہار کے لئے اقوال صوفیا کے پورے خزانے میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ صوفی عرفان توحید کے مراقبے میں غرق رہنا چاہتا ہے۔ اور اگر وہ مراقبے کے عالم سے عالم ہوش میں آئے تب بھی اس سے مجموعی حیثیت میں انسانیت کی خدمت ممکن نہیں۔ اس کے مقابلے میں عرفانی کیفیت سے نبی کا عالم انسانیت کی طرف واپس آنا تعمیری مقاصد کا حامل ہے۔ مشاہدۂ توحید کے بعد نبی وقت کے بہتے ہوئے دھارے میں اٹل چٹان کی طرح کھڑا ہو کر تاریخ کا رخ موڑ کر انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا حامل ایک نیا عالم پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔ صوفی کے لئے مراقبے میں مشاہدہ انوار کی سعادت ساری جدوجہد کا آخری حاصل ہوتا ہے، لیکن یہی کیفیت نبی کو وہ شعور عطا کرتی ہے جس کے نتیجے میں اسے دنیا کو بدل دینے والی اعتماد کی وہ نفسیاتی قوت ارادی حاصل ہوتی ہے جو زندگی کی مکمل قلب ماہیت کے ذریعہ آدمی کو انسانیت کا ایک مکمل پیکر عطا کرتی ہے

مشاہدہ کی ہوئی روحانی حقیقتوں کو عملی زندگی کی بنیادی قوت کی حیثیت میں دیکھنا نبی کی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے اور یہ تمنا اپنے مشن کی تکمیل میں پیش آنے والی مشکلات کے مقابلے میں ایک آہنی عزم کا روپ ڈھال لیتی ہے۔ یہ خواہش اپنی شدت اور ان سنگین حقائق کا موازنہ کرتی ہے۔ جن سے حصول مقصد کے لئے سامنا ہوتا ہے۔ حقائق کی اس دشوار گذار راہ سے گزرتے ہوئے نبی خودی کو پہچانتا ہے، اور ایک عظیم حقیقت کی حیثیت سے تاریخ کے صفحات پر ظاہر ہوتا ہے۔ نبی کے روحانی مرتبے کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ انسانیت کے اس نمونے کا جائزہ لیا جائے جو نبی نے (اپنی سیرت اور اپنے تربیت یافتہ اصحاب کے ذریعے) دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور تہذیب کے اس چشمے کا مشاہدہ کیا جائے جو اس کے پیغام سے پھوٹا ہے۔

محمد صلعم کے نصب العین پر گفتگو کرتے ہوئے ہم یہاں صرف یہی بات یعنی انسانیت کے اس آئیڈیل کا جائزہ لیتے ہیں جو آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس جائزہ کا مقصد اسلامی تہذیب کے ان بنیادی اصولوں کو سمجھنا ہے۔ جن پر تہذیب کی یہ عمارت تعمیر ہوئی ہے اس مقصد کے لئے آگے بڑھنے سے پہلے اسلام کے ایک اہم تصور ـ ختم نبوت کی تہذیبی قدر و قیمت کو سمجھنا انتہائی اہم ہے۔

ایک نبی کو توحید کا عرفان حاصل ہونے کے بعد اس کی عملی قوتیں انقلاب کا ایک ایسا سرچشمہ بن جاتی ہیں۔ جس کا بہتا ہوا دھارا اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کی تجدید نو کا داعیہ رکھتا ہے ان قوتوں کا سرچشمہ زندگی سے منبع حقیقی سے نبی کا ربط ہوتا ہے۔ جس کا ذریعہ وحی ہے۔ خالق سے تعلق کا یہ ذریعہ محض انسان کے لئے ہی مخصوص نہیں۔ قرآن میں لفظ وحی جس انداز سے استعمال ہوا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کائناتی زندگی کی ایک مشترک وراثت ہے۔ اگرچہ زندگی کے مختلف مظاہر میں اس کی ماہیت مختلف رہی ہے زمین کے سینے سے پھوٹنے والے پودے کی نمو نے ماحول کے ساتھ حیوانات کے ارتقا میں تبدیلیاں اور انسان کے اندر پھوٹ پڑنے والے پودے کی نو ... ماحول کے ساتھ حیوانات کے ارتقا میں تبدیلیاں اور انسان

Marfat.com

کے اندر پھوٹ پڑنے والا ہدایت کا نور؛ یہ سب اُس پراسرار اشارۂ وحی کی مختلف صورتیں ہیں۔ ماہیت کے ظاہری اختلاف کا سبب ہدایت وصول کرنے والوں کی فطرت اور ضروریات کا فرق ہے۔

انسانی تاریخ کے ابتدائی دور میں روحانی قوتوں نے بنی کے شعور کا روپ دھارا جس کے ذریعے انسان کو کائناتی حقیقتوں کا علم اور فکر و عمل کے لئے رہنمائی عطا ہوئی۔ مشاہدات و تجربات سے حقائق کا اندازہ کرنا ایک قابل فخر صفت ہے۔ اس صفت کے ذریعے ہی انسان مقصود کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جب یہ صفت پیدا ہو جائے تو علم کے دیگر ذرائع کی مدد سے اس میں مزید مضبوطی پیدا کرنی ضروری ہے اس میں شک نہیں کہ دور قدیم میں بعض عظیم فلسفیانہ نقطہ ہائے نظر مجرد ذہنی کاوشوں کا نتیجہ تھے۔ جن کے ذریعے اُن پراگندہ مذہبی تصورات اور رسومات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی جو کسی ٹھوس بنیاد سے محروم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ فلسفیانہ تصورات زندگی اُٹل حقیقتوں کی جانب ہماری رہنمائی سے قاصر ہیں۔

اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو پیغمبر اسلام کی حیثیت قدیم اور جدید دنیا کے درمیان ایک پل کی سی ہے جہاں تک آپ کے منبع علم (وحی) کا تعلق ہے۔ وہ قدیم ہے لیکن اس علم کی روح جدید ہے آپ کی ذات میں زندگی کو معلومات کے دیگر ذرائع ملے ہیں جو ارتقا کی جدید راہوں کی جانب رہنمائی کر سکیں۔

WITH BEST COMPLIMENTS

FROM

RABCA POULTRY FARM

KORANGI, KARACHI

WITH THE BEST COMPLIMENTS FROM

Haji Haroon & Sons

Silk, Cotton, Curtain, Cloth Merchants, Table Cloth, Bed Sheets, Towels, Cushions, JANAMAZ and all kinds of hosiery

Shop No 1-2, Corner Shop Bohri Bazar, Saddar, Karachi

Phone : 51 21 66

Marfat.com

مولانا حسن مثنیٰ ندوی

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت
نذکرے اور تذکیر کا نام مجلس میلاد ہے۔ اس تذکرے اور تذکیر کے ساتھ ہی
دلوں میں مسرت و سرخوشی کے جذبات کروٹیں لیں۔ یہ شعور بیدار ہو کہ کتنی بڑی
ت سے اللہ تعالےٰ نے ہمیں سرفراز کیا اور اس کا اظہار بھی ختم الرسولؐ کی
ات و اطاعت اور خداوند بزرگ و برتر کی حمد و شکر کی صورت میں ہو اور
ائی طور پر ہو، تو یہ عید میلاد النبیؐ ہے۔

عید کے معنی خوشی کے ہیں۔ عید الفطر اور عید الضحیٰ بھی خوشی کے
ہیں۔ لیکن اس سے بھی ہر شخص آگاہ ہے کہ اس کا مطلب صرف خوشی منالینا
ہیں ہے۔ بلکہ صوم رمضان کی بحسن و خوبی ادائیگی کا اور بھوک سے
سودگی کی طرف آنے، اس کے مقاصد کو سمجھنے کا اور ساتھ ہی حق و باطل کے
ے اولین تصادم میں ظفر مند ہونے کا شکرانہ ہے اور عید الضحیٰ میں یاد تازہ
جاتی ہے اس کی کہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا اپنے صاحبزادے کو حق کی
اہ پر قربان کردینے پر آمادہ ہو گئے اور اس امتحان میں عملی ثبوت دے کر کامیاب
ہوئے!

یہ دونوں عیدیں، صرف عیدیں نہیں ہیں کہ ہم جس طرح چاہیں خوشیاں
منالیں اور جو چاہیں کرلیں۔ یہ عیدیں مسلمانوں کی خصوصی طرز کی ترجمان اور عزائم
ابراہیمی کو اجتماعی طور پر تازہ دم کرنے کی مقررہ تاریخیں ہیں۔

ایک عید یعنی روز مسرت و سرخوشی ہے، قرآن مجید ہم پڑھتے تو ہیں
لیکن اس پر غور کم ہی کرتے ہیں کہ قرآن مجید شروع سے آخر تک اپنی ایک ایک
آیت میں نیا سبق اور نئی تعلیم دیتا ہے مثلاً سورۂ یونس کی آیت ۵۸ پڑھیے

یاایہا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاءٌ
لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمومنین قل بفضل اللہ وبر
حمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون۔

"اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت آگئی!
وہ جو دلوں کی بیماریاں دور کرنے والی شفا ہے، اور ہدایت ہے، اور رحمت
ہے مومنین کے لیے، کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی وجہ سے ہوا، تو
چاہیے کہ اس پر سب خوشیاں منائیں، یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جو لوگ
سمیٹتے رہتے ہیں":

کیا یہ نزول رحمت یعنی نزول قرآن مجید پر خوشیاں منانے کی ہدایت
نہیں ہے؟ اس کی تو ہر نعمت اور ہر رحمت اپنے بندوں سے شکر نعمت
و رحمت کی متقاضی ہے، البتہ خدا نے اپنے رسولؐ کے ذریعے شکر ادا
کرنے اور خوشی منانے کا طریقہ بھی بتایا ہے، لہٰذہ جو بتایا گیا ہے اسی کے
دائرے میں رہ کر، اور جو سکھایا گیا ہے، اسی آداب کو برت کر۔ اور جو مقاصد
و عزائم ہمارے لیے مطلوب حیات ٹھہرائے گئے ہیں ان کو تازہ کرکے، خوشی
منانی ہوگی۔

تذکارِ رسولؐ اور قرآن

اللہ نے قرآن مجید میں اپنے صالح بندوں اور رسولوں کا بار بار تذکرہ
کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تم بھی ان کو یاد کرو اور جو کچھ تم نے ان سے پایا ہے وہ
دوسروں تک پہنچاؤ۔

واذکر عبدنا ایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الشیطن بنصب
وعذاب۔ (صٓ: ۴۱)

اور یاد کرو میرے بندے ایوب کو کس طرح پکارا تھا، اس نے اپنے
پروردگار کو کہ الٰہی مجھے شیطان نے تکلیف و ایذا دے رکھی ہے۔

واذکر عبدنا ابراھیم واسحق ویعقوب اولی الایدی
والابصار (صٓ: ۴۵)

اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم و اسحٰق و یعقوب کو ہاتھوں والے
اور آنکھوں والے تھے۔

واذکر فی الکتب مریم (مریم: ۱۶) اور یاد کرو کتاب میں مریم کو۔
واذکر فی الکتب اسمعیل انہ کان صادق الوعد (مریم: ۵۴)

Marfat.com

"اور یاد کرو، کتاب میں اسماعیل کو جو وعدے کا سچا تھا۔"

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (مریم: ۵۶)

اور یاد کرو کتاب میں ادریس کو جو سچا نبی تھا۔"

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ (ص: ۱۷)

اور یاد کرو ہمارے بندے داؤد صاحب قوت کو۔"

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ (الاحقاف: ۲۱)

اور یاد کرو عاد کے بھائی کو جس نے اپنی قوم کو احقاف میں (انجام کے نتائج سے) ڈرایا تھا"

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ (البقرہ: ۲۳۱)

"اور تم سب یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی اور جو کچھ تم پر کتاب وحکمت کی صورت میں نازل کیا گیا۔"

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (آل عمران: ۱۰۳)

اور تم سب یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم سب اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی ہو گئے۔"

فَاذْكُرُوْا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الاعراف: ۶۹)

"اور تم سب یاد کرو اللہ کے احسان کو، شاید تمہارا بھلا ہو۔"

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ (طٰہٰ: ۹۹)

یوں سناتے ہیں ہم تمہیں کچھ احوال ان کا جو پہلے گذرے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ (مریم: ۵۸)

وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا، انبیاء میں سے جو آدم کی اولاد ہیں۔

اس لیے ان تمام انبیاء ومرسلین کا تذکرہ کرنا اور نعمت الٰہی کو یاد کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ یہ آلاء اللہ ہیں یعنی اللہ کے احسانات، اور انہیں کے تذکرے میں ہماری فلاح ہے۔

یہ سمجھنا کہ نبوت تو چالیس سال کی عمر میں ملی تھی، اس لیے جب سے نزول قرآن ہوا، بس اس وقت سے نبی کو یاد کیا جائے، صحیح نہیں ہے۔ اللہ نے جن لوگوں کو منصب نبوت ورسالت پر فائز کیا، ان کو شروع سے منتخب کیا تھا

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران: ۳۳)

یقیناً اللہ نے چن لیا اور خاص کرلیا آدم کو اور نوح کو آل ابراہیم کو اور آل عمران کو جہان سے۔"

لہٰذا ان کا بچپن بھی قابل توجہ ہے اور جوانی بھی قابل مذکرہ ہے اور ان کی ولادت بھی، یہ دوسری بات ہے کہ ہمیں ان میں سے اکثر کی تاریخ ولادت کا کوئی علم حاصل نہ ہو، قرآن مجید میں ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ (ص: ۳۰)

" اور عطا کیا ہم نے داؤد کو سلیمان، بہت خوب بندہ "

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ (الانبیاء: ۷۲)

"اور عطا کیا ہم نے اسے اسحٰق، اور یعقوب۔"

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (الصافات: ۱۱۲)

اور بشارت دی ہم نے اس کو اسحٰق کی کہ نبی ہوگا صالحین میں سے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ (ابراہیم: ۳۹)

اور تمام حمد وثنا اس خدائے پاک کے لیے ہے، جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحٰق عطا فرمائے۔" یہ حضرت ابراہیم کا شکر ہے۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣاسْمُهٗ يَحْيٰى (مریم: ۷)

اے زکریا! ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں ایک فرزند کی، جس کا نام یحییٰ ہوگا۔"

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢبِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا (آل عمران: ۳۹)

بے شک اللہ تمہیں بشارت دیتا ہے یحییٰ کی، جو گواہی دینے والا ہوگا کلمۃ اللہ کی، اور سردار ہوگا حصور ہوگا اور نبی ہوگا۔"

وَمُبَشِّرًا ۢبِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

اور حضرت عیسیٰ کی زبان سے یہ کہلوایا گیا کہ "اور میں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد، اور اس کا نام احمد ہے۔" یہ بشارت کسی فرزند کی نہیں، رسول کی ہے۔"

Marfat.com

پھر خدا نے حضرت یحییٰ کے بارے میں یوں فرمایا:۔
وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا
(مریم: ۱۵)

"اور سلامتی ہے اس پر جس دن اس کی ولادت ہوئی، اور جس دن اُسے موت آئے گی، اور جس دن وہ زندہ اٹھایا جائے گا۔

اور پھر یہی بات خدا نے حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے بھی کہلوائی۔
وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا (مریم: ۳۳)

اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن میری ولادت ہوئی اور جس دن مجھے زندہ اٹھایا جائے گا۔

بلفظ دیگر ان کا یوم ولادت بھی سلامتی کا دن ہے اور اہمیت کا حامل۔ اب سورہ صافات کی آیت بھی جوڑ لیجئے۔ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ "تمام مرسلین پر سلامتی ہے"۔ سلام اللہ علیہم اجمعین۔

حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت اور قبل نبوت کی زندگی بھی اسی طرح اہمیت رکھتی ہے جس طرح بعد کی زندگی، آغاز تنزیل اور اعلان نبوت اور اس کے بعد سے وفات تک کا زمانہ اور پھر یوم وفات بھی۔ اور یہ سب "ایام اللہ" ہیں۔ فرمایا گیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ (ابراہیم: ۵)

"ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ کہ نکالو اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے کی طرف، اور ان لوگوں کو یاد دلاؤ، اللہ کے دن"۔

یہی منصب اللہ نے اور بڑے پیمانے پر حضور اکرمؐ کو عطا فرمایا:
الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔

"ایک کتاب کہ ہم نے نازل کی تمہاری طرف تاکہ انسانوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف نکال لاؤ۔ یہ اسی سورۂ ابراہیم کی پہلی آیت ہے اور پھر ایام اللہ کا ذکر ہے یوں ہوا:
قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (جاثیہ: ۱۴)

"کہہ دو ایمان والوں کو معاف کریں ان کو جو امید نہیں رکھتے ایام اللہ کی، اور اس گروہ کو اس کا بدلہ خود ہی دے گا جو وہ کماتے تھے۔

وَالْعَصْرِ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۝

"زمانہ شاہد ہے، یہی نچوڑ ہے سارے زمانے کا، کہ انسان یقیناً گھاٹے (خسارے) میں ہے۔ بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کئے، اور امر حق کی نصیحت کرتے رہے ایک دوسرے کو"۔ پڑھیئے سورۃ الفتح کی یہ آیتیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔

محمد اللہ کے رسول، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، شدید ہیں منکروں کے حق میں۔ نرم دل ہیں آپس میں۔ تم دیکھو گے ان کو رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے، اللہ کا فضل اور اللہ کی خوشی ڈھونڈتے ہوئے۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ایک چمک اور نشانی ہے۔

اور پھر:
اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ۝ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۝ (انشراح: ۴)

"کیا ہم نے تمہاری شرح صدر نہیں کی؟ تمہارے بوجھ کو اتار نہیں پھینکا جس نے تمہاری پیٹھ کو توڑ کر رکھ دیا تھا؟ اور کیا ہم نے بلند نہ کر دیا تمہارے تذکرے کو؟"

قرآن مجید کتاب اللہ کا ہے، اس سے احکام اخذ کرنے کے لیے کئی طرح سے آیات کو دیکھا جاتا ہے۔

"عبارت النص" دیکھی جاتی ہے، "دلالۃ النص" دیکھی جاتی ہے، "اشارۃ النص" دیکھی جاتی ہے اور پھر "اقتضاء النص" بھی۔ یعنی عبارت کہیں براہ راست کچھ کہتی ہے، کہیں اپنے مقصود کی طرف دلالت و رہنمائی کرتی ہے۔ کہیں اشارہ کرتی ہے، اور کہیں پورے پس منظر میں اس کا اقتضا سامنے آتا ہے۔ یہی چار صورتیں بیان کی اور یہی چار اصول ہیں۔ تفقہ کے اور استنباط قوانین کے۔ مسلمانوں نے اسی طرح احکام حاصل

Marfat.com

کئے، اور اس کی روشنی میں اپنے معاشرے کے ہر عمل کو پرکھا، اور اپنی زندگی مرتب کی۔

آج اپنے معاشرے سے چاہے تو یہ پوچھ سکتا ہے کہ میلاد النبی کا جو اہتمام کیا جاتا ہے، کیا قرآن مجید میں اس کا کوئی حکم ہے یا سنت رسولؐ میں اور عمل صحابہ میں اس کی کوئی مثال موجود ہے؟ مگر اس کا جواب کسی دوسرے سے حاصل کرنے کی بجائے اسے خود بھی غور کرنا چاہیے کہ جو لباس وہ پہنتا ہے، جو کھانا وہ کھاتا ہے جس طرح کے گھر میں رہتا ہے یا جس طرح تعلیم حاصل کرتا ہے، اس کا حکم قرآن مجید میں کیا ہے یا سنت رسولؐ اور عمل صحابہؓ میں اس کی کوئی مثال موجود ہے یا نہیں؟ یہ بات اگر آپ اس سے کہیے تو وہ کہے گا۔ اور اسے یہی کہنا چاہیے کہ لباس میں، کھانے میں، گھر کی تعمیر و آرائش میں یا تعلیم کے طرز و اسلوب میں بنیادی چیز وہ مقصود ہے جو لباس، غذا، رہائش اور حصول علم کا ہے۔ موسم کے لحاظ سے، حالات کے اعتبار سے ان کی ظاہری صورت بھی بدل بھی سکتی ہے۔ مگر مقصود نہیں بدلے گا۔ اگر مقصود ہی بدل گیا، اور اس کی کوئی صورت بنیادی قانون سے متصادم ہوگئی، تو قرآن وسنت کی نظر میں وہ صورت ناپسندیدہ اور ممنوع ٹھہرے گی، مقصود اور وسائل کے فرق کو نہ بھولنا چاہیے، اس کی ایک مثال یوں لیجئے کہ آدمی لباس پہنتا ہے، جس کے تین مقاصد ہیں۔ (۱) سرد و گرم سے جسم کو محفوظ رکھنا (۲) زیب و زینت اور خوشنمائی پیدا کرنا۔ (۳) ستر پوشی کرنا۔ اسلام نے ستر پوشی کو مقصود اصلی قرار دیا ہے۔ اب اگر کوئی لباس ایسا ہو جو اس مقصد کو پورا نہ کرے تو اسلام کی نظر میں قابل گرفت ٹھہرے گا، ورنہ مقصود اصلی کو جراحت پہنچائے بغیر سرد و گرم سے بچنے اور خوشنمائی و زیبائی پیدا کرنے کی ہر صورت پسندیدہ ہے، اور مستحسن ہے۔

یہی حال مختلف علوم و فنون کا ہے، جو مسلمانوں نے ایجاد کئے اور ان کو ترقی دی، یہی حال کھیتی باڑی کے آلات کا جنگ کے آلات، سواری کا اور دوسری ضروریات زندگی کا ہے۔ یہی حال تاریخ اور اس کی پیش کش کا ہے اور یہی حال تذکار انبیاء اور تذکار رسول مقبولؐ کے طریقوں اور سیرت طیبہ کے بیان کا ہے۔

یہاں ایک بات ضمنی طور پر یہ عرض کرنی ہے کہ قرآن مجید میں جو "اوامر و نواہی" ہیں کہ یہ کرو اور نہ کرو، وہ تعمیل کی چیزیں ہیں۔ احکام پر غور نہیں کیا جاتا، ان کی تعمیل کی جاتی ہے، ان کے علاوہ جو باتیں ہیں وہ غور و فکر کی ہیں، قرآن مجید نے آسمان سے زمین تک گرد و پیش کی بے شمار چیزوں کا تذکرہ کر کے ان پر غور و فکر کی دعوت دی ہے جب مسلمان آزاد تھے۔ ان کے اذہان شگفتہ تھے، ان کی نفسیات پر وہ دباؤ نہ تھا جو ذہنی محکومی سے پیدا ہوتا ہے، تو انہوں نے کائنات پر اور اس کی بے شمار چیزوں پر غور و فکر کیا، نئے نئے علوم و فنون وضع کئے، ایجادیں کیں، یا پہلے کے علوم و فنون کو اپنی فکر و نظر کی روشنی میں صحیح رخ پر لگایا، لیکن جب سے یہ عالم بدلا، غور و فکر کی اصل چیزیں چھوڑ دیں، غور و فکر کا سارا زور ان چیزوں پر صرف کرنے لگے جو غور و فکر کی نہیں تعمیل کی چیزیں ہیں اور اس طرح علم و دانش کا سرمایہ اور وہ صلاحیت خدا نے بخشی تھی، بے محل ضائع ہوئی، یہ گھبرانے یا بد دل ہونے کی بات نہیں ہے۔ صرف وہ قوت تمیز پیدا کرنی چاہیے جو واضح کرے کہ علم و دانش کے سرمایے کا اور غور و فکر کی صلاحیت کا صرفہ کہاں ہو تو برمحل ہوگا اور کہاں ہو تو بے محل ہو جائے گا اور یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔

عہد رسالت میں تذکار رسولؐ

عہد رسالت مآبؐ میں تذکار رسولؐ کا جو طرز تھا وہ بعد کے زمانے میں فطرۃً بدلا۔ مگر تذکار رسولؐ نہیں بدلا۔ صرف اس کا طرز بدلا، صحابہ کی مجلس میں مثلاً محمدٌ رسول اللہ والذین معہ کی ایک آیت کا دہرانا بھی کافی تھا اور یہی ان کے لیے تذکار رسولؐ تھا، سارا قرآن روشن ہو جاتا تھا۔ وہ اس آئینے میں حضور اکرمؐ کو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے دیکھ سکتے تھے، لیکن ان لوگوں کے سامنے، جن کو حضورؐ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا، تذکار رسول مقبولؐ کا حق تو ادا ہو نہیں ہو سکتا تھا جب تک پوری تفصیل سے تمام باتیں بیان نہ کی جاتیں۔ یہی سبب ہے کہ صحابہؓ نے حضورؐ کی ایک ایک بات محفوظ کی، حلیہ مبارک تک وضاحت سے بیان کیا۔

قرآن مجید میں انبیاء مرسلین کا تذکرہ نہ صرف یہ کہ اللہ نے خود کیا ہے بلکہ حکم دیا ہے کہ ان کو یاد کرو اور دوسروں کو یاد دلاؤ۔ اس لیے لازم تھا کہ مسلمان جب مسلمان تھے اور صاحب ایمان تھے اور رسول مقبولؐ کا تذکرہ

Marfat.com

تے، اس کے علاوہ مسلمانوں کو چوں کہ ہمیشہ جمعیت و تنظیم کی اجتماعی زندگی
رنے کا حکم ہے، اس لیے ہر معاملے میں اُنہوں نے اجتماعیت کو پیشِ نظر رکھا
یثِ نعمت" کا حکم خود حضورِ اکرمؐ کو ملا تھا کہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ
پروردگار کا تذکرہ کرو، اسے دوسروں سے بیان کرو"۔ ظاہر ہے کہ حضورؐ کی
یت میں تمام مسلمان اس حکم کے تحت آ گئے، صحابہؓ کو اس کا علم تھا، مسلمانوں
بلکہ سارے دنیا کے انسانوں پر اس سے بڑا انعامِ ربانی اور کیا ہے کہ اس نے
وراکرم محمد رسول اللہؐ کو بھیجا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ
نْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
الْحِكْمَةَ (آل عمران: ۶۴)

"بے شک احسان کیا اللہ نے ایمان والوں پر کہ انھیں میں سے ایک رسول ان میں اٹھایا، جو تلاوت کرے۔ اللہ کی آیات ان کے سامنے اور ان کے نفوس کو پاک صاف کر کے سکھائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم ان کو دے"۔

اور حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو جو حضورؐ نے آخری بار مخاطب فرمایا اور ہدایات دیں، تو اختتام پر یہ فرمایا فَلْيُبَلِّغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ "جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان ہدایات کو لوگوں تک پہنچائیں جو حاضر نہیں ہیں، اور اس حکم کی تعمیل صحابہ نے اہتمام کے ساتھ کی۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (آج ہم نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا) وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (اور اپنی نعمت پوری کر دی تم پر تمہارے لیے اسلام کو دین بنا کر خوش ہوں) یہ اعلان ربانی بھی اسی زمانے کا ہے، اور یہی وہ اکمالِ دین و اتمامِ نعمت ہے جس کی "تحدیث" ضروری ٹھہری، لہٰذا مسلمانوں نے ہر زمانے میں تحدیثِ نعمت کی، جو تذکارِ رسولؐ کے بغیر ممکن ہی نہیں، چنانچہ اس حقیقت کو حضرت حسان بن ثابت جیسے بلند مرتبہ صاحبِ شعر و شعور صحابی نے بیان بھی کیا ہے کہ اللہ نے حضورؐ کو ایسا قرب بخشا کہ مؤذن ہر روز پانچ وقت اللہ کے نام کے ساتھ حضورؐ کا نام پکارتا ہے۔

روایتِ احادیث یا سماعِ احادیث کا جو طریقہ ابتدائی زمانے میں تھا، اس کو آپ استاد کی تقریر کہہ لیں، مگر اس کے ساتھ ہی بلاغِ حق، تبلیغ (امر و نواہی)، تذکارِ رسولؐ اور وعظ و پند بھی تھا اور تحدیثِ نعمت بھی (اور یہی وہ لفظ ہے۔ جہاں سے راویانِ حدیث کے لیے محدث کی اصطلاح نکلی) یہ تاریخ بھی ہے اور اسوہ بھی ہے۔ بلکہ اسوۂ حسنہ جس کی طرف متوجہ ہونے کی تاکید قرآن مجید نے کی ہے۔ تاریخ یہ ہے کہ حضورؐ کب پیدا ہوئے؟ وہ زمانہ کونسا تھا؟ آپؐ کے ظہور سے پہلے عرب کا اور ساری دنیا کا حال کیا تھا؟ ماضی میں دنیا کا حال کیا ہے؟ اسلام کیا ہے؟ کب سے شروع ہوا، نبوت کا منصب کیا ہے؟ نبی کی شخصیت کیا ہوتی ہے؟ انبیاء نے تو کیا لائے؟ اور ان کی قوموں نے کیسے روش اختیار کی؟ اور راہِ ہدایت دکھانے میں انبیاء مرسلین کو کن کن مشکلات مصائب و آلام سے گذرنا پڑا؟ حضورؐ تشریف لائے تو کیا لائے؟ کس طرح پیغام پہنچایا؟ کیا تعلیم دی؟ وہ تعلیم کتنی جامع تھی؟ حضورؐ کی طبیعت و سیرت کیا تھی؟ وہ اوصاف کیا تھے، اور اخلاق کیا تھے، جن کی بنا پر حضورؐ انسانِ کامل تھے؟ تعلیم دی تو کس طرح دی، اور زندگی کے تمام شعبے کا احاطہ کیا تو کس طرح کیا؟ فکر و نظر کی صحت اور اخلاق کردار کی تربیت دی تو کیسے دی؟ یہ اسوہ ہے!!

حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضےؓ، حضرت بلال حبشیؓ، حضرت صہیب رومیؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ اور دوسرے صحابہ و صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی نشستوں میں اپنی محفلوں میں اپنے اجتماعات میں حضورِ اکرمؐ کی تعلیم اور سیرت کے بیان سے پہلو تہی نہیں کر سکتے تھے۔ عہدِ نبوت کے بعد جب وہ لوگ معاشرہ اسلامی میں داخل ہوئے، جنہوں نے حضورؐ کو دیکھا تک نہ تھا، اور ان کے اخلاق و کردار اور تصورات و افکار اور ایمان و ایقان میں وہ قوت نہ تھی جو صحابہ میں تھی۔ تو اس کا فطری تقاضا یہ تھا کہ حضورؐ کی سیرت، حضورؐ کی تعلیم کا طریقہ اور اسوہ پوری قوت سے ان کے سامنے لایا جائے۔ حضرت علی مرتضےؓ کے خطبات اور خواجہ حسن بصری کے مواعظ بیانِ سیرت کے سوا اور کیا ہیں؟ جس طرح حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے انبیاء کا تذکرہ قرآن مجید نے لوگوں کی ذہنی و فکری اصلاح کے لیے کیا اسی طرح مسلمانوں نے سید المرسلینؐ کی ذاتِ گرامی کو مرکزی حیثیت سے پیشِ نظر رکھ کر تمام انبیاء اور ان کی تعلیم کا بیان شروع کیا، حضورِ اکرمؐ کی شخصیت، نزولِ وحی کا آغاز، پیغامِ ربانی کی آمد، تلاوتِ قرآنی، تبلیغ و ہدایت، قبولِ دعوت، مخالفت

کا زور، جدوجہد، مصائب کا مقابلہ، عزم استقامت، اہل ایمان کی تعلیم و تربیت، اُن کی عملی زندگی، ان کی عبادت ریاضت، اُن کے اخلاق و کردار، خدمت خلق کا جذبہ، پھر ہجرت اور ترک وطن، ایمان والوں کو نظام میں پرو کر ایک متحد و مضبوط ملت کے سانچے میں ڈھالنا، پھر اس ملت کا ایک مثالی معاشرہ بنانا اور اس کے قواعد مرتب کرنا، مقامی حکومت کا قیام اور اس کے قوانین کی تبویب کرنا، حق و باطل کا تصادم، غزوات، معاہدات اور معاہدات کے اُصول، گرد و پیش کے فرمانرواؤں کو دعوت اسلام یہ باتیں وہ تھیں جو صحابہ کے سامنے تھیں۔ اور تابعین یعنی دوسری نسل نے اپنے بزرگوں سے سنی تھیں۔ اور جانی تھیں، اسی کا یہ اثر تھا کہ بات تقریر سے تحریر کو پہنچی، ایک طرف تفسیریں سامنے آئیں، دوسری طرف احادیث نبوی کے مجموعے مرتب ہوئے تیسری طرف قرآن مجید سے، اس کی تفسیروں سے اور احادیث کے مجموعے سے، اُصول قوانین اور قوانین زندگی مستنبط ہوئے جن کے مجموعے کا نام فقہ ہے (جو لیتفقہو فی الدین کے لفظ قرآنی سے ماخوذ ہے) چوتھی طرف مغازی لکھے گئے، سیرت کی کتابیں تیار ہوئیں، پھر ان کی بھی مختلف شاخیں نکلیں، پانچویں طرف تزکیۂ نفس مجاہدہ و ریاضت، اور طبیعت اخلاق و کردار پر توجہ ہوئی، جسے احسان کہتے ہیں، اور بعد میں جسے تصوف کہا جانے لگا، نعتیں کہی گئیں، قصائد پہلے بھی لکھے جاتے تھے، مگر یہ نعتیں نہ تو امرؤ القیس کے قصیدے سے کوئی مناسبت رکھتی ہیں، نہ مدیح کے وجہ سے عرفی نے اسی نکتے کو واضح کیا ہے۔ ؎

شعراء کہ نتوان ہیک آہنگ سرودن
نعت شہ کونین و مدیح کے وجم را،

ھوشیار، خبردار! نعت شہ کونین اور مدیح کے وجم کے فرق سے غافل نہ ہونا، ان دونوں کا رنگ جدا ڈھنگ، جدا آہنگ جدا۔ اس کے لیئے "طلاقت لسان" کی جگہ "صداقت بیان" ضروری ہے۔ ہنگامہ وہم و گمان کی جگہ، جوش ایمان و ایقان اور آشفتگی و شوریدہ سری کی جگہ، محبت و شیفتگی درکار ہے، مدیح کے وجم، یعنی بادشاہوں اور فرمانرواؤں کی شان میں جتنا مبالغہ کرو حسن سمجھا جاتا ہے مگر یہاں کوئی بات خلاف واقعہ ہرگز نہ ہو، یہاں ذرا سا مبالغہ بھی سراسر عیب ہو جاتا ہے، اسی لیئے فکر کی پختگی، نظر کی وسعت، اور علم و خبر، اور قوت تمیز مطلوب ہے نعت شہ کونین بڑی نزاکت احساس اور بیداری شعور چاہتی ہے۔

نعت شہ کونین ؐ

نعت کے یہ اُصول صحابہ کے طرز کلام سے ماخوذ ہیں، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت علی مرتضے رضی اللہ عنہم کے دور سے لیکر امام ابو حنیفہ، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور بوصیری سب اسی خصوصیت کے حامل رہے ہیں، اور یہی خصوصیت آج تک ہر زبان کی نثر و نظم میں جاری و ساری ہے۔ اب دیکھئے کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے حضور اکرمؐ کے سامنے یہ نعت پڑھی اور اجازت لے کر پڑھی۔ ؎

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَفِی
مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الوَرَقُ

" اُس دنیا میں آنے سے پہلے آپؐ سایۂ خاص میں تھے اور اُس منزل محفوظ میں، جہاں پتوں سے بدن ڈھانپے گئے تھے، (یعنی جنت میں)

ثُمَّ هَبَطْتَ البِلَادَ لَا بَشَرٌ
أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقُ

پھر آپؐ اس جنت سے اترے اور بستیوں میں پہنچے، حالانکہ ابھی آپؐ نہ تو "بشر" ہی تھے نہ مضغہ "گوشت" نہ "لہو کی بوند"

بل نطفة تركب السفين وقد
ألجم نسرا وأهله الغرق،

"بلکہ وہ ماءِ مقطر جو کشتیوں میں سوار تھا، اُس وقت جب پانی کی موجیں پہاڑ کی چوٹی کو چھو رہی تھیں اور باشندگان سرزمین ڈوب چکے تھے"

تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ
إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقُ،

یہ ماءِ مقطر صلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتا رہا اور جب ایک عالم اسی طرح گذر چکا تب سطح زمین ابھری اور احوال پیدا ہوئے جن میں جماعتیں نمودار ہوئیں۔

وردت نار الخليل مكتتما
فی صلبه انت كيف يحترق

آپ آتش خلیل میں بھی اترے چھپے ہوئے ان کے صلب میں آپؐ ہی تو تھے پھر آگ سے وہ بھلا کس طرح جلتے۔"

حتیٰ احتوی بیتک المہیمن من
خندفٍ علیاء تحتہا النطق

"یہاں تک کہ آپؐ کی حفاظت آپؐ اس محافظ گھرانے نے کی جو خندف جیسی بلند مرتبہ خاتون کا ہے۔ وہ بلند مرتبہ خاتون کا دامن قدموں میں لوٹتا تھا اس خاتون کی شان و شوکت یہ تھی، وہ قبیلہ خندف تمام قبائل میں سب سے اشرف و افضل تھا" (خندف ام مدرکہ بن الیاس کا لقب ہے جو بہت اوپر پشت میں حضور اکرمؐ کی دادی تھیں)

فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور
وسبل الرشاد نخترق

"تو اب ہم لوگ سب اسی روشنی اور اسی نور میں ہیں اور راہ رشد و ہدایت کی راہیں نکال رہے ہیں۔"

یہ نعت وہ ہے جو حضور اکرمؐ کے سامنے پڑھی گئی اور "اسد الغابہ" میں اس کا تذکرہ بھی ہے کہ اس پر حضورؐ نے کلمات تحسین فرمائے۔ حضور اکرمؐ کی طرف سے اگر اس کی تحسین ہوئی تو اس کے معنے ہوئے کہ جو کچھ ان اشعار میں کہا گیا ہے اس کی بھی تصدیق ہو گئی ورنہ کسی پہلو سے بھی ان اشعار میں کوئی نقص ہوتا تو حضورؐ وہیں اس کی تصحیح فرما دیتے۔ جس طرح کعبؓ ابن زہیرؓ جیسے شاعر بن شعر اصلاح فرما دی تھی۔ کعبؓ نے اپنے مشہور قصیدے میں جب یہ شعر پڑھا۔

ان الرسول لسیف یستضاء بہ
مہند من سیوف الہند مسلول

یہ رسول وہ چمکتی سیف ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔
یہ ہند کی بنی ہوئی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی تلوار ہیں۔

تو حضورؐ نے اس شعر کی یوں تصحیح فرمائی کہ "سیوف الھند" کی جگہ "سیوف اللہ" کہو اور تب سے اس قصیدے میں یہ شعر اسی تصحیح کردہ صورت میں پڑھا جاتا ہے۔ ہند سے مراد ہندوستان نہیں ہے۔ خود عربوں کی سرزمین میں ایک علاقہ ہند کہلاتا تھا، جہاں کے لوہے کی تلوار بڑی جوہردار سمجھی جاتی تھی۔ ہند عربی میں عورتوں کا نام بھی ہوتا ہے۔ حضورؐ کی طرف سے اصلاح کا مقصد یہ تھا کہ نبی کسی خطے سے وابستہ نہیں ہوتا، اس کی وابستگی صرف اللہ سے ہوتی ہے۔

عہد رسالت کے بعد کئی صدیاں گزر چکنے پر ۶۳۸ھ میں شیخ اکبر محی الدین عربی نے بھی ایک نعت کہی۔ دیکھئے اس میں کیا ہے؟

الا بابی من کان ملکا وسیدا
وادم بین الماء والطین واقف

ارے میرے ماں باپ فدا ہوں اس پر کون تھا جو اس وقت بھی بادشاہ اور سید و سردار تھا جب آدم ابھی مٹی اور پانی کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے۔"

فذاک رسول الابطحی محمد
لہ فی العلا مجد تلید وطارف

وہی رسول ابطحی محمدؐ، جن کو سربلندی کا ہر مجد و شرف حاصل ہے قدیم بھی اور جدید بھی۔"

اتی بزمان السعد فی آخر المدیٰ
وکانت لہ فی کل عصر مواقف

وہ آخری زمانے کی نیک ساعت میں تشریف لائے لیکن ان کو ہر زمانے میں ہر ایک نیا موقف حاصل رہا۔

اتی لانکسار الدھر یجبر صدعہ
وکانت لہ فی کل عصر وھو ابرف

"وہ آئے، دہر کو اس طرح جوڑنے کے لیے کہ اس کا ایک ہی حصہ کس طرح مزید و سرد ہو جاتے اور سب پر تو زبان پر، ان کی شانوں میں درمیانی ربانی بھی شاداں۔"

اذا رام امرا یکون خلافہ
ولیس لذاک الامر فی الکون صارف

وہ اگر کسی چیز کا ارادہ کر لیں وہ چیز ان سے برگشتہ ہو جائے تو یقین کر و کہ پھر اس کائنات میں کوئی اس کا پوچھنے والا نہیں۔

کیا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی نعت سے اس نعت کا کوئی تفاوت نظر نہیں آتا؟

سرکاری مجلس مولود

عہد عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج ہوا تو اس کے ایک سردار ابن آتق خوارزمی نے ۴۶۸ھ میں دمشق کو فتح کیا اور خطبہ مستنصر

Marfat.com

بامر اللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام خطبہ پڑھوایا۔ یہ وہی خلیفہ ہے جس کے زمانے میں دوسری طرف یوسف بن تاشفین کو عروج ہوا اور اس نے درخواست بھیجی کہ جس قدر ملک میرے قبضے میں ہے اس کی سند مجھ کو دے کر سلطان کا لقب اور "امیر المومنین" کا خطاب عطا کیا جائے۔ اسی یوسف بن تاشفین نے شہر مراقش کی بنیاد رکھی تھی، جو آج تک اس کی یادگار ہے بلکہ اس دور کی بھی۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنی مہمات سے فارغ ہو کر سالہا سال کے بعد جب بغداد پہنچا تو یہ ۴۸۴ھ تھا، اس نے ۴۸۵ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی، اس کا بڑا چرچا ہوا، یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی اس لیئے تاریخ کے صفحات میں اس کو جگہ ملی، اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مجلس مولود اور "تذکار رسول مقبول" کا آغاز یہیں سے ہوا۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عید میلاد النبی کا آغاز قیام پاکستان کے بعد ہوا، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ قیام پاکستان سے پہلے مجالس میلاد النبی کتنے اہتمام سے منعقد کی جاتی تھیں، ماہ مبارک ربیع الاوّل کی چھوٹی بڑی مجلسیں تو الگ رہیں، یہ حال تھا کہ موقع مسرت کا ہو یا غم کا، مسلمان تذکار رسول ہی کے دامن کا سہارا لیتے تھے کوئی اپنا مکان بنا کر نیا رکرتا تھا تو اس کا افتتاح بھی مجلس میلاد سے ہی ہوتا تھا، مسلمان اس کو ہمیشہ موجب برکت وسعادت سمجھتے رہے، دوسرے فیوض اس سے جو حاصل ہوتے تھے وہ علیحدہ ہیں، مسلمانوں کو حضور سے والہانہ محبت ہمیشہ رہی، وہ میلاد کی مجلسوں کی مجلسوں کے علاوہ ماہ رجب میں "شب معراج" ماہ رمضان میں ستائیسواں کی رات "شب قدر" کا اہتمام بھی اسی جوش وخروش سے کرتے تھے، حتی کہ وہ ماہ صفر کے "آخری چہار شنبہ" کو بھی نہیں بھولتے جس دن حضور نے غسل صحت فرمایا تھا۔

اس برعظیم میں جب مسلمان انتشار میں مبتلا ہو کر غیروں کے محکوم ہو گئے ان کی قومی وملی زندگی کی ایک ایک چیز درہم برہم کر دی گئی، بالخصوص ۱۸۵۷ء کے بعد جب مسلمانوں کو من حیث القوم باغی قرار دے دیا گیا، ان کے علماء وزعماء پر مقدمات بغاوت چلا کر ان کو پھانسی دی گئی یا کالے پانی بھیجا گیا اور عام طور پر مسلمانوں کو دہشت زدہ کیا گیا تو اس کے ساتھ ہی ایک کوشش دشمنوں نے یہ بھی کی کہ حضور اکرم کی ذات گرامی پر حملے کئے اور سیرت طیبہ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے تاکہ اسلام کی طرف سے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہوں اور حضور اکرم سے جو والہانہ روحانی وابستگی ہے۔ وہ کسی طرح کمزور ہو، میکالے کی تعلیم اسکیم نے سائے میں مشنریوں نے جو کچھ اندر اندر کیا وہ تو الگ ہے، انہوں نے اس کے خلاف برملا رسالے لکھنے شروع کیے، مناظرے کے جلسے منعقد کرنے لگے ہندوؤں کو بھی انہوں نے اپنے نقش قدم پر لگالیا۔ آریہ سماجی بھی کمر باندھ کے میدان میں آگئے۔ مستشرقین نے اپنی زندگیاں اس مقصد کے لیے وقف کیں، اور یہ سلسلہ تو آج تک جاری ہے۔ قرآن نے کہا تھا۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى (البقرہ:۱۲۰)

یہود ونصاری تم سے خوش نہیں ہوں گے۔ جب تک تم ان کی روش پر ان کے ماتحت نہ آجاؤ (مگر) کہہ دو کہ اللہ کی طرف سے جو ہدایت ملی ہے۔ وہی اصل ہدایت ہے۔"

یہ عالم الغیب کی طرف سے انتباہ تھا، اور ہم نے دیکھا کہ ان کی طرف سے مسلمانوں کے ایمان وایقان اور محبت نبوی میں خلل ڈالنے کی کوششیں بھی نہیں رکیں، یہود ونصاری ہی نہیں مشرکین کے بارے میں بھی خبردار کیا گیا تھا۔ دوسری آیت ملاحظہ کیجئے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ (ال عمران:۱۸۶)

یقیناً تم آزمائشوں میں پڑو گے اپنے جان کی اور مال کی بھی اور ضرور ضرور سنو گے تم ان لوگوں کی طرف سے، جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ان لوگوں کی طرف سے بھی، جو مشرک ہیں۔ بہت اذیت ناک باتیں۔"

یعنی اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب، خالق "انساد طبع" نے بتایا ہے کہ یہ اپنی انساد طبع سے باز آنے والے نہیں چنانچہ ہم نے دیکھا کہ ان کی طرف سے کیا کیا کچھ نہ ہوتا رہا۔ اور کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے بہر حال اس طرز عمل کے پہلے علمبردار برعظیم میں ڈاکٹر اسپرنگر تھے، جو اس زمانے میں دلی کالج اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے سربراہ تھے ان کا حملہ

سے بھی پہلے شروع ہو چکا تھا، ان کی تحریری مہم اور میکالے کی تعلیمی اسکیم دونوں نے قدم تقریباً ساتھ ہی بڑھائے تھے، پھر صوبہ یوپی کے لیفٹننٹ گورنر سر ولیم میور نے ہندوستان میں بیٹھ کر اور ان کے معاصرین ڈاکٹر جے ایول، ڈاکٹر ڈیل، وان کریمر، برتھالمی، سینٹ ہیلر، نوئیلڈیکی، ولیازن گولڈ سیر، رنیال نے پھر بعد میں پروفیسر مارگولیوث، وغیرہ نے یورپ میں بیٹھ کر یکے بعد دیگرے بڑی محنت وجانفشانی سے عالمانہ روپ میں اپنا کام کیا۔ عام مشنریوں کا جواب دینے کے لیئے مولانا رحمت اللہ کیرانوی، ڈاکٹر وزیر خاں، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رحم علی، مولانا عنایت رسول چریا کوٹی وغیرہ نکلے اور انہوں نے دنداں شکن جواب دیئے۔ ان کے رسالے آج بھی موجود ہیں، یہ گہرے علم کے لوگ تھے لیکن پھر یہ سوچا گیا کہ اس زمانے میں جب مسلمانوں کو دہشت زدہ کر کے رکھا گیا ہے۔ ان میں اتنا دم کہاں ہوگا کہ کوئی گورنر سے ٹکر لینے کی جرات کرے گا۔ سر ولیم میور نے "لائف آف محمدؐ" کے نام سے اپنی کتاب لکھی تھی، مگر اس کا جواب سر سید احمد خان نے دیا، انہوں نے بڑی محنت اس سلسلے میں کی خاص طور پر لندن گئے" اور خطبات احمدیہ" لکھی، پھر مولوی چراغ علی نے بھی "محمدؐ دی پرافٹ" انگریزی زبان میں لکھی، اس کوشش میں یہ بھی ہوا کہ جن نکات کا کھل کر جواب دینے میں زحمت ہوئی وہاں کوئی تاویل کر دی یا کسی حدیث کو ناقص اور راوی کو مجہول قرار دے دیا۔ مگر جواب بہرحال دیا خاموش نہیں ہوئے،

ہندوستان میں تحریکِ سیرت

مسلمانوں کے معاشرے کا حال روز بروز خراب ہوتا جاتا تھا علم سے دوری بڑھتی جاتی تھی، خود مسلمان سیرت طیبہ کو بھولتے جاتے تھے۔ ان حالات میں جس کسی نے کتابی صورت میں شہرت کے نام سے جو چاہا لکھ دیا، کوئی گرفت ہو نہیں سکتی تھی۔ پھر ہوسکتا ہے یا ان کتابوں کی باتیں میلاد کی محفلوں تک پہنچنے لگیں۔ زبانی بیان کرنے کا رواج ان دنوں نہیں تھا، حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے محب مخلص مولوی خدا بخش خاں وکیل اور بانی اورینٹل لائبریری پٹنہ، کے ساتھ میلاد کی ایک تقریب میں شریک ہوا۔ میلاد خواں نے پڑھا کہ " ملک سراندیپ میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبر پر ایک درخت ہے۔ جس کے ہر پتے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ جتنے پتے ہر روز ٹوٹ کر قبر پر گرتے ہیں، انہیں سراندیپ کا حاکم احتیاط کے ساتھ بخور کے دفن کرا دیتا ہے۔" اس روایات کو سن کر مولوی خدا بخش نے میری طرف دیکھا اور میں نے ان کی طرف دیکھا اور اسی وقت تہیہ کر لیا کہ موجودہ طریقے میں قطعی اصلاح کرنی چاہیئے۔

اس میلاد خواں نے یہ روایات کسی کتاب ہی سے پڑھی ہوگی مولود سعیدی اور مولود شہیدی نام کی کتابیں اس زمانے میں موجود تھیں ان کے علاوہ بھی ہوں گی، مگر ظاہر ہے کہ میلاد خواں کوئی صاحب علم نہ تھا ورنہ کسی کتاب میں ایسی بات موجود بھی تھی تو اس کی اصلاح کر لیتا، میلاد کی تقریب کا رواج بہت تھا۔ ہوسکتا ہے اس سے مختلف طرح کے لوگوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہو۔ ایک تو خود میلاد خواں نے کہ اس منصب کی اہلیت نہ ہونے کے باوجود یہ جرأت کی، بازار میں کھرے سکے" چلتے ہیں لیکن ان کے ہی سہارے کھوٹے سکے بھی چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہر زمانے میں ہوا ہے دوسرے وہ شخص جس نے میلاد خوانی کے لیئے ایسی کتاب لکھی۔ اس میں بھی دو قسم کے اشخاص ہو سکتے ہیں۔ (۱) وہ جس نے مالی فائدہ کے لیئے کتاب لکھی اور جہاں تہاں سے جو کچھ اس کی رسائی میں تھا سمیٹ کر اس میں درج کر دیا۔ کتاب فروخت ہوئی یہی اس کا مقصود تھا (۲) وہ جس نے سیاسی فائدہ اٹھانے کے لیئے ایسی کتاب لکھی یا کسی کو ایسا مواد مہیا کیا تاکہ عوام کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوں۔ یہ وہی زمانہ ہے جس میں مسلمانوں کے [illegible] برچھا مارنے اور پراگندہ فکر و خیال میں مبتلا کرنے کے لیئے فوج در فوج لوگ نکلے ہوئے تھے۔ ہر روپیہ صرف ہو رہا تھا اور حکومتوں کی سرپرستی میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔

بہرحال یہ واقعہ ان بزرگ کا بیان کردہ ہے جنہوں نے تحریک سیرت شروع کی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کا جو شیرازہ بکھر دیا گیا تھا اس کو سمیٹنے کے لیئے کئی تحریکیں یکے بعد دیگرے وجود میں آئیں۔ ایک تحریک

Marfat.com

دیوبند، ایک تحریک علی گڑھ، ایک تحریک ندوہ ایک تحریک سیرت،

حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواریؒ نے ۱۳۰۲ھ میں تحریک باقاعدہ شروع کی، اب سے کوئی اکانوے سال قبل یعنی ۱۸۸۶ء کے لگ بھگ اپنی بستی پھلواری شریف میں اس کا آغاز کیا۔ لیکن اس سے بھی پہلے مولوی خدابخش خاں وکیل نے محفل میلاد کا اہتمام کیا۔ اور وہاں حضرت شاہ صاحب نے پہلی مرتبہ سیرت طیبہ زبانی بیان کی۔ اسے بسم اللہ کہیئے۔ خدابخش کا بڑا احسان جہاں علمی دنیا پر یہ ہے کہ ایسا نادر کتب خانہ قائم کر دیا۔ وہاں یہ احسان بھی کم نہیں ہے۔ اس اہم اصلاحی مہم میں وہ حضرت شاہ صاحب کے ساتھ آگے بڑھے اور اصلاح کی بنیاد قائم کرنے میں پیش پیش رہے۔ اصل یہ ہے اس زمانے میں بیشتر لوگ حساس تھے اور اپنے فرائض سے غافل نہیں رہتے تھے، انہیں اپنے قومی تشخص اور ملی خصوصیات کے تحفظ کا خیال رہتا تھا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کی ہے کہ عام مسلمانوں کی، پراگندہ حالی و پریشان خیالی اور کم علمی و بے خبری کی وجہ سے جو حال ہو گیا تھا اور جو ہوتا جاتا تھا اس کی ایک دردناک مثال اوپر کا واقعہ ہے۔ اس سے متاثر ہو کر ان دو بزرگوں نے اصلاح کا قدم اٹھایا اور تذکار رسولؐ کا وہ مفید طریقہ وضع کیا۔ جس سے حضور اکرمؐ کی ولادت بچپن اور جوانی۔ حضور اکرمؐ کے اخلاق و اوصاف۔ نبوت و رسالت حضور اکرمؐ کا تبلیغ۔ سیرت طیبہ اور سنت و طریقت وغیرہ کا علم ہر مسلمانوں کو ہو جائے۔ کیونکہ جب تک اس پر نظر نہ ہوگی۔ خود اس کی سیرت درست نہ ہو سکے گی۔ انہوں نے طے کیا مجلس میلاد بار بار ہو اور حضور اکرمؐ کی زندگی کے مختلف پہلو اچھی طرح نظروں کے سامنے آئیں اور آتے رہیں۔

حضرت شاہ سلیمان پھلواریؒ نے ۱۳۰۲ھ میں زبانی بیان سیرت کا سلسلہ ماہ مبارک ربیع الاول سے شروع کیا۔ چاند رات سے شب دوازدہم تک ہر روز بیان سیرت ہوتا تھا۔ اور اس لگن کے ساتھ اس کا اہتمام انہوں نے کیا۔ ۱۳۰۲ھ سے ۱۳۹۳ھ اس کا سلسلہ ٹوٹا نہیں۔ وہ ذہن تیار کر دیا جو بڑا فریضہ سمجھ کر اسے ادا کرتا ہے۔ قصبہ پھلواری شریف تحریک سیرت کا مرکز بن گیا۔ اور وہاں سے یہ آواز سارے صوبے میں اور پھر سارے برعظیم میں خیبر سے رنگون تک گونجی۔ انہوں نے انجمن اسلامیہ پٹنہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن حمایت اسلام لاہور، اور اجلاس ندوۃ العلما سب کو سیرت طیبہ کا پلیٹ فارم بنا دیا۔ ان کے بیان سیرت کی ترتیب و تنظیم یہ تھی۔

(۱) رسول اللہؐ کی زندگی، نبوت، نزول وحی، تبلیغ، غزوات اور دوسرے تمام اہم واقعات کا بیان زبانی تسلسل کے ساتھ اور تفصیل سے ہو۔

(۲) تمام اسمار، انساب، مقامات اور سنین کی پوری تعین کی جائے۔

(۳) تاریخی واقعات کا صرف حوالہ نہ دیا جائے بلکہ قرآن سے حدیث سے، عقل و درایت سے، رجال سے اور اصول جرح و تعدیل سے اور معیار سیرت کے نقطہ نگاہ سے تبصرہ تنقید بھی ہو۔

(۴) سیرت کی تفصیل پیش کی جائے، وہیں قدم قدم پر اپنی سیرتوں کو سیرت طیبہ کے آئینے میں دیکھ دیکھ کر سنبھالنے اور سنوارنے کی تلقین بھی کی جائے۔

(۵) یہ بیان محض خشک لیکچر نہ ہو بلکہ محققانہ و متکلمانہ انداز کے ساتھ عارفانہ شگفتگی سوز و گداز اور برمحل اشعار مثنوی سے روحانی تاثر کا مرقع بن جائے۔

یہ ایک بامقصد اقدام تھا۔ بڑی کامیابی ہوئی۔ برعظیم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا۔ عیسائیوں اور آریوں کے تحریری و تقریری حملوں اور مناظرے کے جلسوں کا زور بھی اس سے ٹوٹا اور یہ فکر دلوں میں جاگزیں ہوئی کہ اسلام کی تاریخ اور سیدالمرسلینؐ کی سیرت طیبہ پوری صحت و سند کے ساتھ مرتب کی جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے میلاد خوانی جہاں ختم کی اور زبانی بیان سیرت کا طریقہ رائج کیا اور وہاں ابتدا میں ان کے صاحبزادے مولانا شاہ حسن میاں پھلواریؒ نے نئے انداز کی میلاد کی کتاب لکھی کہ اگر کتاب دیکھ کر پڑھنے والے چاہیں، تو اس کو دیکھ کر پڑھیں یہ کتاب ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی پھر ۱۹۱۲ء قاضی سلیمان منصورپوری کی کتاب "رحمۃ للعالمین" منظر عام پر آئی اس کے بعد ۱۹۱۸ء میں علامہ شبلی و علامہ سید سلیمان ندوی کی کتاب "سیرۃ النبی" کی جلدیں شائع ہونے لگیں۔ ان کے علاوہ بھی اردو انگریزی میں مسلمانوں نے سیرت نبویؐ

Marfat.com

قدر و مطول کتابیں لکھیں، پہلے بھی اور بعد میں بھی، ان کتابوں نے ایات کا مفید و مستند ذخیرہ اور قابل اعتماد و دل نشیں مجموعہ مہیا کر دیا۔ برعظیم میں اس تحریک سیرت نے زبانی و بیرت کا رواج اتنا کیا کہ اب کتاب دیکھ کر کوئی میلاد خوانی نہیں کرتا،

کار رسولؐ اور جدید تقاضے

اس بیان سیرت میں جسے میلاد النبیؐ یا "مولود شریف" کہتے ہیں، عہد حاضر میں تھوڑی سی ترمیم کی اور ضرورت ہے۔ بیان سیرت کا طریقہ تذکار رسول کا ایک وسیلہ و طریقہ ہے، مقصود نہیں بدل سکتا ان طریقے میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ برابر ہوتی رہی ہے۔ بزرگوں کا قول ہے۔ "کلموا الناس علی قدر عقولهم" لوگوں سے گفتگو ان کے فہم کے مطابق کرو، گفتگو کا لہجہ، الفاظ و اصطلاحات اور مباحث کا رخ بدلنے کی ضرورت ہے۔ جب مذہبی تاریخ کا زور تھا تو مسلمانوں نے انبیاء کی تاریخ اور توریت و تلمود و زبور و اسفار اور انجیل کے مباحث پر پوری قدرت کے ساتھ گفتگو کی، جب فلسفے کا زور بندھا تو مسلمانوں نے فلسفے کی زبان میں گفتگو کی، منطقی بحثیں کیں، عقلی موشگافیاں چلنے لگیں جب سائنس اور سیاست اور معاشیات کا دور ہو تو سائنس، سیاست، معاشیات کی زبان میں تقریر ہونی چاہیئے، قرآن مجید نے جن چیزوں پر غور و فکر کی دعوت بڑی تاکید کے ساتھ دی ہے، ان چیزوں پر سیر حاصل بحثیں، تبصرے اور تنقیدیں ہونی چاہئیں۔

میلاد کے جلسوں کا مقصد ایک یہ بھی ہے اور مقصد ہے کہ حضورؐ انامؐ کی ذات گرامی کی محبت سے اور والہانہ محبت سے مسلمانوں کے دل لبریز ہو جائیں، یہ خود حضور اکرمؐ فرمان ہے کہ "تم مومن ہو نہیں سکتے جب تک میں تم کو تمہارے ماں باپ سے، اولاد سے اور ہر محبوب چیز سے محبوب تر نہ ہوں۔ اور یہی بات اللہ نے مسلمانوں سے قرآن میں کہی ہے کہ النبی اولی بالمومنین من انفسهم (احزاب ۶) نبی کا درجہ مومنین کے لیے اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ اور اس محبت کی پرورش مسلمانوں کی اپنی بقا کے لیے ضروری ہے مسلمانوں سے زیادہ اس حقیقت کو اُن سے تر لیف سمجھتے ہیں۔ اس لئے مدت دراز سے ان کی کوشش جاری ہے کہ حضورؐ کی محبت مسلمانوں کے قلوب سے کسی طرح نکل جائے۔

میلاد کی محفلوں میں اہتمام ور پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اللہ نے بڑی اہمیت کے ساتھ ہدایت کی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب ۵۶)

"اللہ اور اس کے فرشتے سب نبی مکرم پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی درود و سلام بھیجا کرو"

حدیث نبوی میں ہے کہ جب میری امت کا کوئی فرد مجھ پر درود و سلام بھیجتا ہے تو وہ مجھے اسی طرح پہنچایا جاتا ہے۔ جس طرح وہ درود و سلام بھیجتا ہے یعنی اس کے اخلاص و محبت کی سب کیفیتیں پہنچائی جاتی ہیں یہی سبب ہے کہ صحابہ جب کبھی نعت کہتے تھے یا تذکار رسولؐ کرتے تھے تو صلوٰۃ و سلام ضرور بھیجتے تھے اور اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ درود و سلام نماز کا جز ہے۔ لہذا مسلمانوں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہم کھڑے ہوتے نہایت عزت و احترام اور شیفتگی و گرویدگی کے ساتھ پڑھیں درود و سلام ان تمام کیفیتوں کے ساتھ حضورؐ تک پہنچے گا، اور پھر انہوں نے وہ اشعار پڑھے جو حضور اکرمؐ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت زبان پر تھے یعنی:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

اور پھر اسی طرح کے اشعار لوگوں نے خود بھی تصنیف کیے اور اس کے ساتھ ہی یا نبی سلام علیک یا رسول۔ سلام علیک یا حبیب سلام علیک۔ صلوات اللہ علیک کی تکرار کی، یا نبی سلام علیک" التحیات سے ماخوذ ہے جو ہر نماز میں ہم آپ تعود میں پڑھتے ہیں۔ التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایها النبی اور صلوات اللہ علیک ماخوذ ہے ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی سے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین!!

Marfat.com

بلیک برڈ ایک بے نظیر قلم
۳۱
فل گولڈ
ایروڈینٹک
۵۱
سلور
کیپ
ایروڈینٹک
۲۵
اریڈیم
نب
۵۲
گولڈ
کیپ
ایروڈینٹک
۴۵
اریڈیم
نب
BLACK BIRD
• روانی میں بے مثال
• بیرونی ملکوں میں
بھی بے حد مقبول
• تین پشتوں سے جانا پہچانا
• خوبصورتی میں لاجواب
• برسوں کا آزمایا ہوا
• بچوں اور بڑوں کا
یکساں محبوب
PRODUCTS OF
KB
SYMBOL OF QUALITY
بنانے والے :
کنگ برڈ پین مینوفیکچرز
کراچی ۱۵ ، فون : ۲۰۳۸۲-۶۱۱
سول ایجنٹ :
سلیم اینڈ کمپنی
عقب لکشمی بلڈنگ ، قصور اسٹریٹ ، میریٹ روڈ ، کراچی فون ۲۲۳۶۲۶

Marfat.com

محمد مبین

فضیلت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل و اعلیٰ ہیں۔ آپ جملہ انبیاء کے سردار اور سرتاج ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ
دَرَجٰتٍ

"یہ رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے۔"

ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کسی کے درجے کسی اور بلند فرمائے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ وہ رسول ہیں جنہیں ہم نے مدارج و مراتب کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ منصب رسالت میں تو سارے رسول برابر و یکساں ہیں مگر مدارج و مراتب کے لحاظ سے بعض رسولوں کو دوسرے رسولوں پر فوقیت اور برتری دی گئی ہے مثلاً خدا نے فرمایا۔

مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ

ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا

یہ اشارہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی طرف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر کلام فرمایا۔ اور اس کے آگے ارشاد ہے۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجات میں بلندی عطا کی۔

یعنی ایک ذات بابرکات ایسی بھی ہے جو ان تمام رسولوں سے درجات میں بلند و بالا ہے۔ اور جسے سب رسولوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے خدا نے یہ کس کے لئے فرمایا۔

روح البیان میں ہے اِنَّهٗ اراد مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم لانه هو المفضل عَلَيْهِمْ۔ اس ورفع بعضهم درجات سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے کہ رسول نے سارے رسولوں پر فضیلت پائی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرام آپس میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں تشریف لے آئے۔ آپ نے سنا کہ ایک صحابی کہہ رہے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے خلیل بنایا ہے۔ دوسرے نے کہا' اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام فرمایا ہے۔ تیسرے بولے عیسےٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں' چوتھے گویا ہوئے اور آدم علیہ السلام کو اللہ نے چن لیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف لائے اور فرمایا میں نے تمہاری گفتگو سنی، ابراہیم علیہ السلام واقعی خلیل اللہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام واقعی کلیم اللہ ہیں، عیسےٰ علیہ السلام واقعی روح اللہ ہیں اور آدم علیہ السلام بھی واقعی صفی اللہ ہیں لیکن

اَلا وانا حبیب اللّٰه

خوب یاد رکھو میں اللہ کا حبیب ہوں۔

اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برتری ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ حبیب اللہ کا درجہ کلیم اللہ اور خلیل اللہ سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے تحت لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے

هو جامعٌ للخُلّة والتكليم والاصطفاء
وَالمناجاتِ مع شيئٍ زائد لم يثبت
لِاحدٍ وَهُوَ كونه محبوب الله
بالمحبّةِ الخاصّةِ التى من خواصه

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی لفظ حبیب خلت، تکلم، اصطفار اور مناجات سب کا جامع ہے۔ مع ایک ایک ایسی چیز کے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں اور وہ ہے "اللہ کا محبوب ہونا"۔ ایک ایسی صفت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ مطلب کہ کوئی پیغمبر خلیل ہے کوئی کلیم اور کوئی نجی۔ مگر سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم "حبیب" ہیں۔ اور حبیب وہ ہے جو خلیل بھی ہو، کلیم بھی ہو۔ نجی بھی ہو اور مصطفےٰ بھی۔ گویا جو جامع الصفات ہو یعنی

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کا مظہر حبیب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و برتری کا اندازہ قرآن پاک کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھی گذرے ان میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرح ممتاز نظر آتے ہیں۔ خداوند کریم نے جب بھی کسی پیغمبر کو ندا فرمائی تو اس پیغمبر کا ذاتی نام لے کر پکارا۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا۔

یا آدم اسکن انت وزوجک الجنة

اے آدم کہہ کر ندا فرمائی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا

یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی

اے زکریا فرمایا

حضرت یحیی علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا

یا یحیی خذ الکتاب بقوة اے یحیی فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا اے ابراہیم فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا

یا موسیٰ انی انا ربک اے موسیٰ کہہ کر ندا فرمائی۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا یا عیسےٰ انی متوفیک ورافعک الی اے عیسے فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ کسی نبی اور رسول کو جب بھی خدا نے پکارا تو اس کا نام لے کر پکارا۔ مگر حضور پر نور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کی عظمت کا اندازہ لگائیے کہ خدا تعا نے جب بھی اپنے محبوب کو مخاطب کیا تو کبھی حضور کا ذاتی نام لے کر "یا یا "یا احمد" کہہ کر نہیں پکارا۔ بلکہ محبوب کی اداؤں کو ملحوظ ر کہیں تو فرمایا یا ایھا المزمل اے جھرمٹ مارنے والے محبوب کہیں فرمایا یا ایھا المدثر اے کمبل اوڑھنے والے پیارے کہیں فرمایا یا ایھا النبی اے غیب کی خبریں دینے والے محبوب کہیں فرمایا یٰسین اے سردار اور کہیں فرمایا طٰہٰ اے چو کے چاند۔

اسی طرح قرآن پاک میں ہے۔

ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون (پ ۲۳ ع ۱)

یعنی جب ان کافروں کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ٹھٹھ ہی کرتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب بھی اللہ کا کوئی رسول ان (کافروں میں) تشریف لایا یہ بجائے ایمان لانے کے ٹھٹھا کرتے رہے جی ان کافروں کی گستاخیوں اور استہزاء کا دوسری آیات میں ذکر موجود ہے۔ دیکھنا ہے کہ جب بھی کسی رسول کی بارگاہ میں گستاخی کی گئی تو اس گستا جواب پیغمبر ہی دیتے رہے۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ کسی رسول کی شان میں گست کی گئی ہو اور اس کے جواب میں خدا نے جواب دیا ہو۔ نہیں بلکہ وہ پیغمب خود ہی ان گستاخیوں کا جواب دیتے رہے مثلاً حضرت نوح علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ آپ کی بارگاہ میں کافروں نے اس طرح گستا کی۔ انا لنرٰک فی ضلٰل مبین (پارہ رکوع

ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ کافروں نے معاذ اللہ حضرت نو السلام کی طرف گمراہی کی نسبت کی۔ اس گستاخی کا جواب حضرت نوح السلام نے خود دیا، اور فرمایا یا قوم لیس بی ضلالة ولکنی رسول من رب العالمین (پارہ ۱۵ ع

اے میری قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں۔ میں تو اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت ہود علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں۔ قوم نے آ کی شان میں یوں زبان درازی کی۔

Marfat.com

ترجمہ: ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں"۔ (پ ۸ ع ۱۶)

کافروں نے ہود علیہ السلام کو معاذاللہ بیوقوف اور جھوٹا کہا ... گستاخی کا جواب حضرت ہود علیہ السلام نے خود دیا اور فرمایا۔

ترجمہ: اے میری قوم مجھے بیوقوفی سے کیا علاقہ میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں (پ ۸ رکوع ۱۶)

پیغمبروں کے زمرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام برگزیدہ نبی ہیں ... قابل الفت رہی۔ جب آپ کی نافرمان قوم نے یاوہ گوئی میں زبان درازی ... اس گستاخی کا جواب موسیٰ علیہ السلام نے ہی دیا۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ ... نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔

ترجمہ۔ اے موسیٰ میرے خیال میں تو تم پر جادو ہوا ہے"۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (معاذاللہ) مسحور کہا۔ حضرت ... علیہ السلام نے اس زبان درازی کا جواب خود ہی دیا اور فرمایا۔

ترجمہ: اور میرے گمان میں تو اے فرعون تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے"۔ (پ ۱۵ ع ۱۲)

یعنی اے فرعون! میں دیکھتا ہوں اب تو نہیں بچیگا اور ہلاک ہیگا چنانچہ فرعون جیسا منکر و مغرور شخص جو اپنی وسیع سلطنت اور بڑے ساز و سامان کے پیش نظر اپنے آپکو خدا کہلاتا تھا پانی میں غرق ہلاکت سے ہمکنار ہوا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جب بھی کسی پیغمبر کی شان میں گستاخی کی گئی ... پیغمبر اس گستاخی کا خود ہی جواب دیتے رہے۔ عظمت و منزلت و مقام محمد ... اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت و بلندی کا اندازہ لگائیے کہ جب اپنے حبیب کی ... آئی اور کافروں نے آپ کی شان میں گستاخیاں کیں تو خداوند کریم نے ... اس کا جواب دیا۔

ترجمہ: اور مجھ پر چھوڑ دو ان جھٹلانے والوں کو"۔ (پ ۲۹ ع ۱۳)

یعنی اے محبوب! تم خاموش رہو۔ ان بے دینوں کی گستاخیوں کا ... خود جواب دونگا۔ چنانچہ کافروں نے حضورؐ کی شان میں گستاخی کی ... یوں کہا۔

ترجمہ "اے وہ جن پر قرآن اترا۔ بیشک تم مجنون ہو"۔ (پ ۱۴ رکوع ۱)

کافروں نے تمسخر کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے مجنون کہا مگر آپؐ نے اس گستاخی کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پروردگار عالم نے فرمایا اے میرے حبیب ان کافروں کو جواب میں دونگا لہٰذا خدا نے فرمایا

ترجمہ: قلم اور ان کے لکھنے کی قسم تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔ (پ ۲۹ رکوع ۳)

اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ حبیب تم مجنون نہیں۔ یہ بے ایمان جھوٹے ہیں اور پھر آگے فرماتا ہے۔ پ ۲۹ ع ۳۔ عنقریب تم بھی دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون مجنون تھا۔ گویا یہ بے ایمان خود ہی مجنون ہیں جو آپؐ کو مجنون کہہ رہے ہیں۔

اسی طرح کافروں نے حضور کی جناب میں گستاخی سے کہا کہ لَسْتَ مُرْسَلاً (پ ۱۳ ع ۱۲) "تم رسول نہیں"۔ تو اس کے جواب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی تو خدا نے خود جواب دیا۔ یٰسٓ ۔ والقرآنِ الحَکِیْمِ ۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (پ ۲۲ ع ۱۸) "اے سردار، حکمت والے قرآن کی قسم بیشک تم رسولوں میں سے ہو"۔

حضرت ہود علیہ السلام بھی اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں۔ قوم نے آپ کی شان میں بھی یوں زبان درازی کی "ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں"۔ کافروں نے ہود علیہ السلام کو معاذاللہ بیوقوف اور جھوٹا کہا۔ اس گستاخی کا جواب حضرت ہود علیہ السلام نے خود دیا اور فرمایا "اے میری قوم مجھے بیوقوفی سے کیا علاقہ میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں"۔

قرآن پاک کی آیات سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جملہ انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور کو جملہ انبیاء کرام کا سرتاج بنا کر مبعوث فرمایا۔ ہر نبی کو جو کمالات و فضائل انفرادی طور پر عطا ہوئے اس طرح نبی آخرالزماں کی ذاتِ ستودہ صفات تمام انبیاء کے فضائل کمالات، معجزات اور اخلاق کا گلدستہ ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

Marfat.com

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

حجّۃ الوداع

حج کی فرضیت چھٹے سال میں یا نویں سال میں ہوئی ہے۔ بہر تقدیر نویں سال میں دعوت اسلام تعلیم احکام، دین اسلام کی بنیادوں کے استحکام میں مشغولیت کی وجہ سے تشریف نہ لے جا سکے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ لوگوں کو حج ادا کرائیں۔ اور ۱۰ھ میں حضور اکرمؐ خود حج کے لئے متوجہ ہوئے اس حج کو حجۃ الاسلام اور حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں۔ اس بنا پر کہ اس میں لوگوں کو حج کے مسائل و احکام سکھائے اور سفر آخرت کے ساتھ رخصت فرمایا۔ جیساکہ فرمایا مجھ سے اپنے مناسک حج معلوم کر لو ممکن ہے کہ آئندہ سال میں حج نہ کروں اور زندہ نہ رہوں۔ اسی بنا پر حجۃ الوداع کا اطلاق احادیث اور کتب سیر میں واقع ہے۔ مواہب میں کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حجۃ الوداع کہنے کو مکروہ جانتے تھے مگر اس کی وجہ بیان نہیں فرمائی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس نام سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا وداع فرما جانا یاد آجاتا ہو اور یہ یاد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے انتہائی درد والم کا موجب تھی۔ (واللہ اعلم)

جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم غزوات اور وفود کے امور سے فارغ ہوئے تو حج کے لئے تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا۔ اور اعلان کرایا کہ حضور اکرم حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور اطراف و اکناف میں لوگوں کو بھیجا۔ اس سے مدینہ طیبہ میں لوگوں کا آنا شروع ہو گیا۔ آخر ذیقعدہ میں جب کہ اس مہینہ کی پانچ راتیں باقی تھیں خلق کثیر کے ساتھ روانہ ہوئے اور

اور چوتھی ذی الحجہ کی صبح کو مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے اس سفر [illegible] اتنے اصحاب جمع ہوئے جن کا کوئی حد و حساب نہیں بعض [illegible] ہزار بتاتے ہیں۔ ایک روایت میں ایک لاکھ چودہ ہزار [illegible] اور ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ جدھر بھی لوگ نظر اٹھاتے تھے آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا۔

غرض کہ حضور اکرم بروز شنبہ پچیس ذیقعدہ کو برآمد ہوئے غسل فرما کر بالوں میں تیل ڈالا اور کنگھی کی اور احرام کے کپڑوں میں عطر لگایا اور گھر سے باہر تشریف لائے۔ ظہر کی نماز مدینہ میں ادا فرمائی عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں قصر ادا فرمائی اور احرام باندھ کر لبیک فرمائی۔ اس کے بعد اپنے ناقہ پر جس کا نام [illegible] تھا سوار ہوئے۔ جب ناقہ اٹھی تو پھر لبیک فرمائی۔ اور جب اس پشتہ پر جو مدینہ طیبہ کے مقابل اونچائی پر ہے چڑھی تو تلبیہ فرمایا۔ اس جگہ روایتیں مختلف ہیں بعض نماز کے بعد اس [illegible] کے قریب جہاں آپ تشریف فرما تھے اور اب اس جگہ مسجد ہوئی ہے اور اسے مسجد شجرہ کہتے ہیں تلبیہ کہنا بتاتے ہیں [illegible] بعض روایتوں میں ناقہ پر جب کہ وہ سیدھی کھڑی ہو گئی مروی ہے، اور بعض میں پشتہ پر چڑھتے وقت مروی ہے غرض [illegible] نے جس وقت سنا اور اس سے پہلے نہ سنا تھا وہی روایت کر دیا۔ درحقیقت تلبیہ کی ابتداء نماز کے بعد سے ہی تھی اور امام ابو [illegible] رحمۃ اللہ امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک یہی سنت ہے [illegible] رحمۃ اللہ سے روایت مشہورہ یہ ہے کہ فرمایا:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ

Marfat.com

الحمدَ والنعمۃَ لبیک لا شریک لک۔

بخاری و مسلم میں تلبیہ کے الفاظ اس طرح مروی ہیں کہ

لَبَّیْكَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْكَ لَبَّیْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَیْكَ وَالْعَمَلُ۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم با آواز بلند تلبیہ کہتے تھے یہاں تک کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سن لیتے تھے۔ اور حکم دیا کہ بلند آوازی سے تلبیہ کہو کیونکہ جبریلؑ میرے پاس آئے ہیں اور وہ حکم دے رہے ہیں کہ اپنے صحابہ سے احرام میں بلند آوازی سے تلبیہ کہنے کا حکم دیں۔

تلبیہ فرمانے کے بعد حضور اکرمؐ نے دعا مانگی جس میں خدا کی رضا، داخلہ جنت، اور جہنم کی آگ سے پناہ میں رہنے کی دعا فرمائی۔ آپ کی سواری میں اونٹ تھا جس پر پرانا کجاوہ تھا اونٹ پر نہ شغدف تھا نہ محمل، نہ ہودج اور نہ محفہ، اور جب منزل "عرج" میں پہنچے یہاں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ایک غلام تھا جو پیچھے رہ گیا تھا جس کے پاس وہ اونٹ تھا جس پر حضور اکرم اور حضرت صدیق رضؓ کا سامان سفر لدا ہوا تھا۔ وہ اس کی تحویل میں تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے پہنچنے کا بہت انتظار کیا۔ جب وہ غلام پہنچا تو اس کے ساتھ اونٹ نہ تھا۔ حضرت صدیق رضؓ نے دریافت فرمایا اونٹ کہاں ہے اس نے کہا وہ مجھ سے گم ہوگیا ہے۔ اس پر حضرت صدیق اٹھے اور تادیب کے طور پر اسے مارنے لگے ممکن ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا اسے مارنے کا سبب اس اونٹ کی گمشدگی ہو جس پر حضور اکرمؐ کا سامان سفر تھا۔ اور اس شرمندگی کو دور کرنے کے لئے ہو جو ان سے غلام کی بدولت ہوئی۔ حضور اکرمؐ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ محرم کو دیکھو کیا کر رہا ہے۔ اُنْظُرُوْا اِلٰی ھٰذَا الْمُحْرِمِ مَا یَصْنَعُ اس سے زیادہ زجر و توبیخ، فساد احرام اور وجوب جزاء

میں کچھ نہ فرمایا۔ اس لئے کہ اتنی مقدار کی جنایت سے جزا واجب نہیں ہوتی۔

روضۃ الاحباب سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابواء میں پہنچے تو سامان سفر بھی مل گیا۔ ابواء اور ودان دو مقامات کے نام ہیں۔ صعبؓ بن جثامہ لیثی حمار وحشی کو ہدیہ میں لائے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ہدیہ لائے عجز حمار وحشی کو جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حمار وحشی کے گوشت کا ایک ٹکڑا لائے۔ ایک روایت میں ہے کہ حمار وحشی کا پاؤں لائے۔ حضور اکرمؐ نے اسے قبول نہ فرمایا اور کہا کہ ہم محرم ہیں۔ ہم شکار کا گوشت نہیں کھائیں گے۔ محرم کا شکار کے گوشت کے کھانے میں متعدد روایات اور مختلف اقوال مروی ہیں۔ اس کی تفصیل شرح سفر السعادۃ میں کر دی گئی ہے۔

جب حضور اکرمؐ وادی عسفان میں پہنچے تو فرمایا کہ حضرت ہود اور صالح علیہما السلام اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ ان کی سواری میں دو سرخ اونٹ ہیں اور کھجوروں کے پتوں کی لگام ہے ان کے تہبند اونی عبا کے ہیں اور ان کی چادریں اونی ہیں اور حج کا تلبیہ پڑھتے جا رہے ہیں۔ یہ روایت مسند امام احمد کی ہے۔ مسلم کی روایت میں مروی ہے کہ جب وادی ارزق میں پہنچے تو فرمایا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گزرتا دیکھ رہا ہوں اپنی دونوں انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھے بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں۔ بخاری میں بھی یہ روایت ہے لیکن وادی کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وادی میں داخل ہوتے ہیں اور تلبیہ کہہ رہے ہیں۔ [illegible] لدنیہ میں ہے۔ حدیث کے معنی میں کئی قول ہیں ایک [illegible] یہ خبر ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام علیہم السلام

Marfat.com

کی ان کی اپنی حیات مبارکہ میں جو حالات رونما ہوئے ان میں سے ایک مذکورہ حالت تھی اس کی خبر دی کہ وہ حج کو آتے احرام باندھتے اور تلبیہ کہتے تھے اور ان کی اس حالت کی حضور اکرمؐ پر وحی کی گئی' مسلم کی حدیث میں حضور اکرمؐ کا یہ فرمانا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے"۔ اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ "گویا میں دیکھ رہا ہوں"۔ یہ کمال علم و یقین کی بنا پر ہے گویا کہ میں انہیں اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ رویائے منامی ہے کہ حضور اکرمؐ نے خواب میں ان کو اس حال میں اس وقت دیکھا یا اس سے پہلے دیکھا اور اس وقت اس علاقہ میں پہنچ کر ان کے حج کا تذکرہ فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد اس کی حقیقت ہے اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اگر وہ حج کو آئیں تو کوئی مانع نہیں ہے اور ان انبیاء کا حج کرنا اسی سال تھا کیوں کہ

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور حضور اکرم نے ان کو اس حال میں دیکھا۔ اور ایک جماعت کہتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں یا جنت میں زندہ ہیں۔ لیکن ان کی ارواح مطہرہ متشکل ہوتی ہیں اور اجسام میں آ کر جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں جس طرح کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے شب اسرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر اطہر میں نماز پڑھتے بھی دیکھا اور آسمان میں بھی دیکھا اور انہیں اجساد متمثلہ کو بیداری میں دیکھا اور خواب میں بھی دیکھا' درحقیقت یہ عالم مثال کے کشف کی قبیل سے ہے جس طرح کہ ارباب کشف کو ہوتا ہے اور اس سے بھی برتر ایک کلام ہے۔ لہٰذا اس جہان میں جہاں عقلیں خفیف ناسوت میں مقید ہیں اس کلام کے درک تک نہیں پہنچ سکتیں اور وہ برتر کلام یہ ہے کہ علماء فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو کسی حال میں ملاحظہ فرمایا جو وہ اپنی حیات میں رکھتے تھے اور یہ وہ عالم ہے جہاں ماضی و مستقبل نہیں ہے سب حال ہی حال ہے۔ اور یہ بات بعض ارباب کشف کے رسائل میں زمان و مکان کی تحقیق میں مذکور و مسطور ہے (واللہ اعلم)

جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مقام سرف میں پہنچے یہ ایک جگہ کا نام جو مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے تو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حیض آیا۔ اور وہ غمزدہ ہو کر رونے لگیں۔ حضور اکرم نے فرمایا "کیوں رو رہی ہو شاید تمہیں حیض آگیا ہے"۔ عرض کیا "ہاں" حضور اکرم نے فرمایا اندوہگیں نہ ہو۔ یہ حق تعالے نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لئے لکھا ہوا ہے۔ ہر وہ عمل جو حجاج کرتے ہیں کرو لیکن خانہ کعبہ کا طواف نہ کرو اس بنا پر کہ وہ مسجد میں ہے اور حائضہ کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اب چونکہ عمرہ ادا کرنا محال ہو گیا تو حضور اکرمؐ نے چاہا کہ ان کے حج کو عمرہ میں داخل فرمائیں

اور ان کو قارن بنائیں چونکہ حضور اکرمؐ خود بھی قارن تھے فرمایا غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو۔ حائض و نفساء کے لئے اس حالت میں احرام باندھنا جائز ہے کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لے جس طرح ذوالحلیفہ میں اسماء بنت عمیسؓ جو کہ حضرت صدیق اکبر کی تھیں اور محمد بن ابی بکر کو انہوں نے تولد کیا تھا انہیں حکم ہوا کہ غسل کریں اور پٹی باندھ لیں اور احرام سے ہو جائیں۔ اور آخر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عمرہ کو جو ان سے فوت ہو گیا تھا قضا کیا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل فرمایا اور آفتاب بلند ہونے کے بعد حجون کی راہ سے جو کہ مکہ کا قبرستان ہے جسے معلے بھی کہتے ہیں اور ثنیہ کدا یہ نامی پہاڑ ہے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ لیکن لوگوں میں یہ متعارف ہے کہ مکہ مکرمہ میں سحر کے وقت داخل ہوتے ہیں اگرچہ یہ وقت منور و مبارک ہے لیکن چاشت کا وقت کچھ اور جلالت و نورانیت رکھتا ہے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ تم تو رات میں داخل ہو جاؤ لیکن سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم امام تھے

Marfat.com

اور امام کو دن میں داخل ہونا محبوب تر تھا تاکہ لوگ دیکھیں اور اقتدار و پیروی کریں۔ جب آپ باب شیبہ جسے باب السلام بھی کہتے ہیں پہنچے اور خانہ کعبہ کو چشم مبارک سے منور فرمایا تو یہ دعا پڑھی :-

اللھم زد بیتک ھذا تعظیما وتکریما و مہابت

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ یہ دعا پڑھی :-

اللھم انت السلام ومنک السلام حینا ربنا بالسلام
اللھم زد ھذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومھابتہ

اور اس کے آخر میں فرمایا :-

من حج واعتمر تکریما وتشریفا وتعظیما وبرا

جب مسجد حرام میں داخل ہوئے تو سیدھے کعبہ کی طرف روانہ ہوئے اور "تحیۃ المسجد" ادا کرنے میں مشغول نہ ہوئے اور طواف کیا۔ اس لئے کہ مسجد حرام کی تحیت، طواف ہے جس طرح دیگر مسجدوں کے لئے نماز تحیت ہے اور طواف، نماز کا حکم رکھتا ہے اور جب حجر اسود کے مقابل ہوئے تو استلام کیا اور اسے بوسہ دیا اور رفع یدین نہ کیا اور افتتاح نہ کیا جیسا کہ جہال کرتے ہیں سفر السعادۃ میں اسی طرح کہا گیا ہے اور فقہ حنفیہ میں تکبیر تو نہیں اور رفع یدین بتایا گیا ہے اور اس ضمن میں حدیث بھی نقل کرتے ہیں۔ استلام حجر کے بعد طواف شروع کیا اور خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ رکھا۔ یہ طواف، طواف قدوم ہے اور اسے طواف تحیہ بھی کہتے ہیں۔ اور کسی مکان کے لئے کوئی مخصوص دعا حضور اکرمؐ سے مروی و ثابت شدہ نہیں ہے مگر ہر دو رکن یمانی و حجر اسود کے درمیان کہ اس جگہ فرماتے :- رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیتہ کے شروع میں اس دعا کو بھی زیادہ بیان کیا ہے:- اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اور امام محمد رحمتہ اللہ مشاہد حج میں کسی مخصوص دعا کا تعین نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں کہ متعین دعا رقت قلب کو زائل کرتی ہے اس کے باوجود اگر وہ منقول وماثور سے تبرک وتیمن کرے تو حسن ہے۔

حضور اکرمؐ نے پہلے تین پھیروں میں تعمیل فرمائی اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھے جس طرح پہلوان چلتے ہیں۔ اس فعل کو رمل کہتے ہیں۔ اور ردائے مبارک کو اپنے بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالا اس کو اضطباع کہتے ہیں۔ اور یہ عمل بھی پہلے تین پھیروں کے ساتھ مخصوص تھا۔ اور آخر کے چار پھیروں میں آہستہ چلے اور ہر مرتبہ جب حجر اسود کے مقابل ہوتے تو اپنی اس لکڑی سے اشارہ فرماتے جو آپ کے دست مبارک میں تھی اور اس لکڑی کو بوسہ دیتے۔ حضور اکرم کا یہ لکڑی کا عصائے مبارک سرکج کا تھا۔ جو صولجان کے مشابہ تھا۔ یعنی دست مبارک میں آنے والا سرا مڑا ہوا تھا۔ (صولجان آنکڑے کو کہتے ہیں۔ یہ عصائے مبارک اکثر آپ کے دست مبارک میں رہتا تھا اور اس روز بھی طواف میں دست مبارک میں تھا اور اس کے نیچے شام تھی جس طرح کہ خدام سترہ وغیرہ کی درستگی کے لئے ہمراہ رکھتے ہیں (کذا قالوا)

رکن یمانی جو کہ بیت اللہ کے ارکان یعنی کونوں میں سے یمن کی جانب ہے اس کی جانب اشارہ کرتے ہاتھ سے یا چوب سے۔ لیکن یہ ثابت شدہ نہیں ہے کہ اپنے ہاتھ کو یا چوب کو بوسہ دیتے تھے بعض روایتوں میں دست مبارک سے استیلام کرنا آیا ہے۔ لیکن حجر اسود کو بوسہ دینا اور اپنے رخسار مبارک اور پیشانی شریف کو اس پر رکھنا ثابت ہے۔ استیلام کی حالت میں فرماتے "بسم اللہ واللہ اکبر" اور کبھی پیشانی رکھتے جس طرح کہ سجدہ کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد بوسہ دیتے۔ طالب کا مقصود کو بوسہ دینے میں جو لذت پائی جاتی ہے اسی طرح جس جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک پیوست ہوئے ہیں اس جگہ بوسہ دینے اور اپنے لب رکھنے میں جو لذت و سرور ہے۔ اس کا اندازہ طالبان حق اور عاشقان، رسول ہی کر سکتے ہیں۔ اس حالت و کیفیت کی تعبیر لفظوں سے نہیں کی جا سکتی، اس ذوق سے وہی لطف اندوز ہو سکتا ہے

Marfat.com

جس کو اللہ تعالیٰ نے ذوقِ سلیم مرحمت فرمایا ہے۔ یہ دو مقام ایسے ہیں جس کو کسی طرح تعبیر نہیں کر سکتے اور اس میں لوگوں کا دستِ تصرف نہیں پہنچ سکتا۔ ایک یہی حجرِ اسود ہے دوسرا غارِ ثور ہے۔ جس میں آپ ہجرت کے وقت داخل ہو کر آرام فرما ہوئے تھے۔

جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقامِ ابراہیم علیہ السلام میں تشریف لائے۔ مقامِ ابراہیم اس پتھر کا نام ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ اقدس کا نشان ہے اس جگہ مراد وہ جگہ ہے جہاں یہ پتھر رکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد حضورِ اکرمؐ نے یہ آیۃ کریمہ پڑھی۔ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (مقامِ ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ) اس جگہ حضورِ اکرمؐ نے دو رکعت نماز پڑھی اور مقامِ ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان رکھا طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا ہمارے نزدیک واجب ہے اور مسجدِ حرام میں جس جگہ چاہے ادا کرے جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ مقامِ ابراہیم ہی پڑھے۔ اور پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ يَاۤ اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے۔

حضورِ اکرمؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پھر حجرِ اسود کو استیلام کیا اور درمیان سے باہر نکل کر کوہِ صفا پر تشریف لے گئے جب کوہِ صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیۃ کریمہ تلاوت فرمائی۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (بیشک کوہِ صفا اور کوہِ مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔) اور فرمایا میں شروع کرتا ہوں جس طرح اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد صفا پر چڑھے اس طرح کہ کعبہ معظمہ کو دیکھا جا سکے اور بالائے صفا پر کھڑے ہو کر کعبہ کی طرف رخ فرما کر تکبیر کہی اور فرمایا:۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَصَدَقَ وَعْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

ایک روایت میں انجز وعدہ زیادہ آیا ہے اور دعا مانگی فرمایا:۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْعِصْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا ذُنُوْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا كَرْبًا اِلَّا كَشَفْتَهٗ وَلَا حَاجَةً مِّنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا قَضَيْتَهَا۔

اس کے بعد مذکورہ تہلیل تین مرتبہ کہی اور اس کے درمیان دعا مانگتے تھے اس کے بعد نیچے اتر آئے۔ موطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کوہِ صفا پر یہ دعا بھی مروی ہے اللهم انك قلت ادعوني استجب لكم وانك لا تخلف الميعاد واسئلك كما هديتني للاسلام ان تنزعه مني حتى يتوفاني وانا مسلم

اس کے بعد نیچے اتر کر مروہ کی جانب روانہ ہوئے مروی ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان فرماتے:۔ رب اغفر وارحم انك الاعز الاكرم نیز صفا سے اتر کر سعی فرمائی اور جب وادی سے اترے تو آہستہ چلے اور آج بھی محلِ سعی کے منتہا کے لئے دیوارِ حرم مسجد میں ایک نشان ہے جسے۔ بین المیلین الاخضرین کہتے ہیں اور صفا سے مروہ تک سعی فرمائی اور مروہ سے صفا تک آئے اسی طرح سات پھیرے کئے۔ اور سعی کو مروہ پر ختم کیا۔ ہر بار جب مروہ پر پہنچتے تو وہی اذکار دعوات جو صفا میں پڑھیں تھیں مروہ میں بھی پڑھتے اور پیادہ سعی فرمائی۔ پھر جب لوگوں کا اژدہام بہت زیادہ ہو گیا کچھ توسعی کرنے والے لوگوں کا اور کچھ وہ جو تماشائے جمالِ جہاں آرا کے لئے نکل آئے تھے ان کا ہجوم تھا۔ حضورِ اکرمؐ ناقہ پر سوار ہو گئے۔ اس پر لوگ کہتے۔ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ هٰذَا مُحَمَّدٌ یہاں تک کہ پردہ نشین عورتیں اور لڑکیاں گھروں

Marfat.com

سے نکل آئی تھیں۔ اور اس ہنگامہ و اژدحام میں ہٹو، بچو اور
دور ہو کی آوازیں نہ تھیں جس طرح کہ بادشاہوں کی سواریوں
میں ہوتی ہیں۔

جب سعی سے فارغ ہو گئے تو حکم دیا کہ جن کے ساتھ
ہدی کے جانور نہیں ہیں وہ احرام سے نکل آئیں اور جب بعض
صحابہ پر احرام سے نکلنا گراں گزرا تو فرمایا اگر میرے ساتھ ہدی
نہ ہوتی تو میں بھی حلال ہو جاتا۔

اسی اثنا میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ یمن سے
پہنچے وہ چند اونٹ ہدی کی نیت سے اپنے ساتھ لائے تھے
ان تمام اونٹوں کی تعداد جو حضرت علی مرتضیٰ لائے تھے اور حضور
اکرم کے ساتھ تھے کل سو اونٹ بن گئی۔ حضور اکرم نے فرمایا اے
علی تم کیا نیت کر کے لائے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اھلا
لا کا ھلال النبی قربانی کے لئے مانند حضور اکرم کی ہانی
کے حضور اکرم نے فرمایا " میں نے حج کا احرام باندھا ہے۔ اور
اپنے ساتھ ہدی لایا ہوں اے علی تم بھی اپنے احرام سے رہو۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو
دیکھا کہ انہوں نے رنگے ہوئے کپڑے پہن رکھے ہیں اور احرام سے
باہر نکلی ہوئی ہیں ان پر انکار و اعتراض کیا کہ تم کیوں حلال ہوئیں
جواب دیا کہ مجھے حضور اکرم نے یہی حکم فرمایا ہے حضور اکرم نے
سیدہ فاطمہ کی تصدیق فرمائی اور امہات المومنین میں سے جو
ہدی ساتھ نہ رکھتی تھیں بجز ... حلال ہو گئیں۔ جب صحابہ
کرام حضور اکرم کے ارشاد کے مطابق حرم سے باہر آئے تو بعضوں
نے حلق کرایا یعنی سر منڈایا اور بعضوں نے قصر کرایا یعنی بال ترشوائے
حضور اکرم نے محلقین یعنی سر منڈانے والوں کے لئے دعا فرمائی۔

اللھم ارحم المحلقین تین مرتبہ ایسی ہی دعا کی جب مقصرین نے الحاح
وزاری زیادہ کی تو ایک مرتبہ فرمایا " والمقصرین" اسی کی مانند
حدیبیہ میں بھی واقع ہوا ہے۔ مگر حجۃ الوداع میں حدیثیں زیادہ
واضح ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ " ہوالصحیح والمشہور"

اور فرمایا کہ بعید نہیں ہے کہ دونوں جگہ ایسی ہی واقع ہوا ہو۔
ابن دقیق العید نے کہا کہ اقرب یہی ہے اور فتح الباری میں
ہے کہ یہی متعین ہے چونکہ دونوں جگہ احادیث میں تواتر و
توارد ہے۔

جب مکہ مکرمہ میں تشریف لائے ہوئے آپ کو
چار دن یعنی اتوار، پیر، منگل اور بدھ گزر گئے تو جمعرات کے
دن آفتاب کے بلند ہونے کے بعد چاشت کے وقت منیٰ
کی طرف روانہ ہوئے اس وقت تمام صحابہ اور وہ جو حلال ہو
چکے تھے اور اس دن انہوں نے حج کا احرام باندھ لیا تھا آپ
کے ساتھ تھے جب منیٰ پہنچے تو اقامت فرما کر نماز ظہر و عصر
کی۔ اور رات وہیں گزاری دوسرے دن طلوع آفتاب کے
بعد منیٰ سے عرفات کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعض صحابہ تکبیر
کہتے اور بعض تلبیہ کہتے تھے حضور اکرم نے کسی پر اعتراض نہ فرمایا
اس لئے کہ مقصود ذکر و تسبیح اور تحمید تھا لیکن تلبیہ کے فضائل
افضل و اولیٰ ہیں اور جب نمرہ پہنچے جو عرفات کے قریب ایک
جگہ کا نام ہے یہاں حضور اکرم کے حکم سے خیمہ نصب کیا گیا اور
آپ نے استراحت فرمائی اور جمعہ کے دن صبح کی نماز وہاں
ادا فرمائی۔ جب آفتاب ڈھل گیا تو فرمایا سواری پر زین کسیں
پھر حضور اکرم سوار ہوئے اور وادی میں تشریف لائے۔ اور
نہایت بلیغ خطبہ دیا اور اس خطبہ میں مسلمانوں کے لئے دعائم
و قواعد بیان فرمائے۔ گرچہ یہ پہلے سے معلوم تھے مگر انہیں
برقرار رکھنا اور شرک و جاہلیت کی بنیادوں کو منہدم کرنا
کرنا مقصود تھا۔ اور تمام جاہلیت کی رسموں کو نیست و نابود کرنا تھی۔
فرمایا تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اس دن اس مہینہ اور اس
شہر کی حرمت کی مانند تم پر حرام ہیں۔ مراد روز عرفہ ماہ ذی الحجہ
اور شہر مکہ معظمہ سے ہے۔ اور فرمایا " جو چیز جاہلیت کی مقرر
کردہ ہیں میرے قدموں میں پامال ہیں مطلب یہ کہ جاہلیت
کی تمام رسمیں اور صورت طریقے میں باطل کرتے " کان لم یکن " گویا
وہ تھی ہی نہیں، بتاتا ہوں۔ اہل عرب کی عادت ہے کہ جس امر کو

Marfat.com

وہ باطل و نابود کرتے ہیں پھر دوبارہ اسے نہیں کرتے اور نہ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ میں انہیں پامال کرتا ہوں اور فرمایا جاہلیت کے تمام خون موضوع و ہدر ہیں۔ مطلب یہ کہ جس کسی پر خون کا دعویٰ ہے جو کہ زمانہ جاہلیت میں واقع ہوا ہے اب میں اس دعویٰ کو برطرف کر کے ضائع قرار دیتا ہوں۔ اور اول خون جو ہمارے خون کے دعوؤں میں سے ہے جسے میں برطرف اور ہدر (رائیگاں) بناتا ہوں۔ وہ خون ابن ربیعہ بن الحارث ہے۔ ابن ربیعہ بنی سعد میں دودھ پیتا تھا جس طرح کہ حضور اکرمؐ نے بھی قبیلہ بنی سعد میں دودھ پیا تھا۔ یہ قبیلہ دودھ پلانے میں مشہور تھا۔ اور حارث بن عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور ربیعہؓ حضور اکرم کے ابن عم صحابی اور حضور اکرمؐ سے عمر میں زیادہ تھے۔ ان کے لڑکے کا نام ایاس تھا جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا۔ بنی سعد اور ہذیل کی جنگ کے درمیان ایک پتھر ایاس کے لگا جس سے وہ فوت ہو گیا! ور بنی عبد المطلب اس خون کے ان پر دعویدار تھے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خون کو ہدر (معاف) فرمایا اور بنی عبد المطلب کو اس دعویٰ سے باز رکھا۔

فرمایا جاہلیت کے سود ناپید ہیں۔ قریش کو عادت تھی کہ سود کھاتے تھے اور ایک دوسرے پر ان سودی قرضوں کا دعویٰ رکھتے تھے۔ آپ نے ان دعووں کو بھی باطل قرار دیا اور فرمایا سب سے پہلا سود جسے میں نابود کرتا ہوں وہ حضرت عباس بن عبد المطلب کا سود ہے اور اس خطبہ میں امت کو وصیت فرمائی کہ وہ اپنی عورتوں کے ساتھ مراعات ملاطفت اور حسن سلوک کریں اور ان کے حقوق میں احسان کریں اور وہ حقوق جو عورتوں کے شوہروں پر اور شوہروں کے عورتوں پر ہیں بیان فرمائے اور عورتوں کے حقوق کے بارے میں خدا سے خوف کرو تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو۔ اور ان حقوق کا لحاظ رکھو جو مردوں نے اپنے پر لازم کر کے انہیں حلال بنایا اور جس کلمہ سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے تصرف میں لیا۔ خدا کے حکم اور اس کے عہد سے تم ان کو نکاح میں لائے اور فرمایا تمہارے حقوق عورتوں پر یہ ہیں کہ وہ تمہارے بستر کو کسی ایسے شخص سے پامال نہ کریں جن کو تم مکروہ و ناگوار جانتے ہو۔ مطلب یہ کہ غیر مرد کو اپنے قریب جگہ نہ دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مارو لیکن ایسی مار نہیں جو سخت تکلیف دہ ہو اور عورتوں کا تم پر نان و نفقہ اور عادت کے مطابق لباس اور انصاف فرض ہے اور فرمایا بلاشبہ میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے یہ چیز اللہ عزوجل کی کتاب قرآن مجید ہے۔ خطبہ دینے اور وصیت فرمانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا اور فرمایا کل بروز قیامت تم سے پوچھا جائے گا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا اور میں نے تم میں کس طرح زندگانی گزاری تو تم کیا جواب دو گے اور کیا کہو گے اور کیسی گواہی دو گے" صحابہ نے عرض کیا" ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے خدا کے فرمان و احکام ہمیں پہنچائے اور امت کو خوب عمدہ نصیحت فرمائی۔ اور آپ پر ادائے رسالت کے جو حقوق تھے وہ خوب ادا کئے اور دعوت دی۔ اور جو امانتیں آپ کے پاس تھیں انہیں ادا فرمایا اور راہ خدا میں جہاد کیا۔ اس پر حضور اکرم نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ فرمایا اور سر مبارک اٹھا کر کہا " اللھم اشھد اللھم اشھد" اے خدا تو گواہ ہو اے خدا تو گواہ ہو" اور فرمایا اے مسلمانو! جان لو کہ تین چیزیں سینہ کو پاک و صاف کرتی ہیں ایک عمل میں اخلاص' دوسرا مسلمان بھائیوں کے ساتھ خیر خواہی تیسرا لزوم جماعت مسلمین اور حاضرین کو چاہیئے کہ جو کچھ میں نے فرمایا ہے وہ غائبوں اور غیر موجود لوگوں کو پہنچائیں۔ اسی اثناء میں کہ حضور اکرمؐ عرفات میں ایستادہ تھے ام الفضل بنت الحارث' والدہ ماجدہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے دودھ کا ایک پیالہ بھیجا حضور اکرمؐ نے اس پیالہ کو لے کر اس کا دودھ اس طرح نوش فرمایا کہ تمام لوگوں نے دیکھ لیا اور جان لیا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم روزے سے نہیں ہیں علما فرماتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ سنت ہے مگر عرفات میں ٹھہرنے والوں کے لئے تاکہ ذکر و اذکار سے روکنے والی کمزوری

Marfat.com

نہ ہو۔

خطبہ کے بعد حضور اکرمؐ سواری سے نیچے اترے اور حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم فرمایا پھر اقامت کہی اور نماز ظہر و عصر ایک ساتھ قصر سے ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھیں۔ اور دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز سنت و نفل نہ پڑھی۔ یہ بات وقوف میں عجلت اور دعا میں زیادہ وقت گزارنے کے قصد کی وجہ سے تھی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ بین الصلوٰتین کی یکجائی صرف اس دن کے ساتھ مخصوص ہے شوافع کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اکثر شوافع اس کی وجہ سفر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اہل مکہ اور وہ غیر اہل مکہ جو مسافر نہ تھے سب ہی جمع تھے اور حضور اکرمؐ نے ان کو اس سے منع نہ فرمایا بلکہ اسے برقرار رکھا تھا۔ یہ بات اس کی دلیل ہے کہ یہ جمع صلوٰتین لبیک کی بنا پر تھی نہ کہ سفر کی وجہ سے۔ شاید کہ وہ یہ کہیں کہ یہ جمع حضور اکرمؐ کی صحبت اور متابعت کی وجہ سے تھی ورنہ یہ واقعہ اپنی جگہ سفر کی ہی جہت سے تھا۔ البتہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے دو رکعت قصر کی پڑھنے کے بعد فرمایا اے اہل مکہ تم اپنی نمازوں کو پورا کرلو ہم مسافر ہیں۔"

حضور اکرمؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سوار ہو کر دامن کوہِ عرفات میں جسے جبل رحمت کہتے ہیں تشریف لائے اور وہاں کالے کالے بڑے بڑے پتھروں کے قریب جہاں ریت میں ایک عمارت نمودار ہے جسے لوگ مطبخ آدم علیہ السلام کہتے ہیں استادہ ہوئے۔ علماء فرماتے ہیں کہ متعین طور پر حضور اکرمؐ کے وقوف کی جگہ کسی کو معلوم نہیں ہے لیکن اگر ان پتھروں کے قریب کھڑا ہوا جائے اور کچھ ویران جگہوں میں ٹھہرے تو حضور اکرمؐ کے وقوف مبارک کی جگہ پائے گا اور اس پہاڑ پر چڑھنے کے بارے میں کوئی چیز معتبر نہیں ہے اور نہ کوئی ثواب ہے۔ حضور اکرمؐ نے انہیں پتھروں کے قریب قبلہ رو ہو کر اونٹ کی پشت پر دعا،

تضرع اور ابتہال شروع فرمایا اس مقام میں تضرع و ابتہال بہت مطلوب ہے۔ اگر دل بھر کر رونا میسر آجائے تو قبول و اجابت کی علامت ہے۔ حضور اکرم نے دعا کے دوران اپنے مبارک ہاتھوں کو سینۂ اقدس کے مقابل رکھا تھا جس طرح مسکین مانگنے میں رکھتے ہیں۔

عرفات کے دن کثرت کے ساتھ دعاہائے ماثورہ مروی ہیں۔ ان میں سے جس قدر سفر السعادۃ میں مذکور ہیں کافی ہیں ایک اور طویل دعا بھی ہے جو اوراد میں مذکور ہے اور فرمایا افضل دعا جو میرے اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں کے نزدیک اس روز پڑھنے کے سلسلہ میں یہ ہے کہ:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ جب تک کہ آفتاب غروب نہ ہو روانہ نہ ہونا چاہیئے۔

عرفہ کے روز یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمتیں تمام فرمادیں اور میں تمہارے لئے دین اسلام سے راضی ہوا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اس دن سے زیادہ شیطان کو ذلیل و خوار اور غم و غصہ میں مبتلا کسی اور دن دیکھا نہ گیا۔ جیسا کہ وہ عرفہ کے دن بنی آدم پر نزولِ رحمت اور مغفرت کو دیکھ کر ہوا تھا۔ البتہ ایک دن اور ہے وہ روز بدر کا ہے جب کہ اس نے دیکھا کہ جبریل علیہ السلام فرشتوں کی صفوں کو ترتیب دے رہے ہیں۔ اس دن بھی شیطان بہت ذلیل و خوار ہوا تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ وہ کتنا بدبخت ہے کہ اس موقف میں کھڑا ہوا اور پھر وہ گمان کرے کہ بخشا نہیں گیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ یہ کیا مانگتے ہیں جو کہ اپنا گھر بار، اہل و عیال میری خاطر چھوڑ کر میری درگاہ میں سر برہنہ، گرد آلود آئے ہیں اور مجھے یاد کرتے

Marfat.com

ہیں، میں انہیں آتشِ دوزخ سے آزاد کرکے ان کے تمام گناہوں کو بخشتا ہوں۔ ادائے فرض کے لئے ایک گھڑی عرفات میں وقوف کرنا کافی ہے۔ مگر سنت یہ ہے کہ غروب آفتاب تک ٹھہرا رہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب تک قیام فرمایا تھا۔ اور عرفات ہیں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی ا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اگرچہ اس آیۃ کریمہ کا نزول ذوق وسرور در مسلمانوں کی عید کا موجب ہے لیکن بعض دانا ورمز شناس صحابہ نے اس سے قربِ زمانۂ رحلت اور حلول مدت فرقت سمجھا اور ان کے دل دہل گئے اور شکستہ خاطر ہوگئے جس طرح سورۂ:۔
اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ کے نزول کے وقت حضرت صدیق اکبرؓ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے اور آپ رونے لگے تھے یہی صورت اس وقت بھی ہوئی۔

جب غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانگی فرمائی تو حضرت اسامہؓ کو اپنا ردیف بنایا اور اونٹ کی مہار کھینچے رکھی اور فرمایا "اے لوگو! آرام سے چلو، اطمینان سے رہو تیز چلنے میں نیکی نہیں ہے اور عجلت میں پرہیزگاری نہیں ہے درحقیقت اطمینان ووقار موجبِ سکون اعضاء وجوارح اور علامتِ استقامتِ حال وجمعیت مال ہے۔ اور حرکت واضطراب موجبِ تشویش قلب، تفرقۂ باطن اور پریشاں خیالی ہے۔ دوڑنے اور اضطراب دکھانے سے منع کرنے کا سبب، نماز کی جماعت پانے کے لئے تھا۔ کیونکہ بعض نافہموں اور ناوانوں کی طرف سے اس کا اظہار ہوا تھا۔

فارنین (ایک جگہ کا نام) عرفہ ومزدلفہ سے مکہ کا دوسرا راستہ ہے اور ایک راستہ منیٰ اور مکہ کے درمیان کا ہے۔ حضور اکرمؐ نے یہاں سے واپسی میں بھی عیدگاہ میں آنے جانے کا طریقہ اختیار فرمایا اور مخالف راستہ کی رعایت ملحوظ رکھی۔ عرفات میں آنے اور وہاں سے جانے میں بھی یہی صورت اختیار کی، اور واپسی میں فارنین کا راستہ اختیار فرمایا۔ راستہ میں اونٹ کی مہار کو قدرے چھوڑے رکھا کہ وہ تیز وسست کے درمیان رفتار رکھے اور جب کشادہ اور فراخ راستہ میں ہوتے قدرے تیز چلتے اور جب بلندی پر چڑھتے تو اونٹ کی مہار بالکل چھوڑ دیتے تاکہ آسانی سے چڑھ سکے تمام راستہ تلبیہ کہتے رہے راہ میں ایک گھاٹی میں رغبت فرمائی اور اتر کر وضو کیا اس طرح کہ پانی کو بہایا بھی نہیں اور کامل وضو بھی ہوگیا حضرت اسامہ رضؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ! کیا نماز مغرب ادا فرمانے کا ارادہ ہے؟" فرمایا "نماز آگے ہے یعنی مزدلفہ میں عشاء کی نماز کے ساتھ ادا کریں گے۔ اس کے بعد سوار ہوئے اور مزدلفہ میں رونق افروز ہوئے۔ مزدلفہ ایک مقام ہے جو منیٰ اور عرفات کے درمیان ہے۔ قریش جاہلیت میں اسی جگہ ٹھہرتے تھے اور عرفات نہیں جاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم حرمِ خدا کے ہمسایہ ہیں حرم سے باہر نہیں جاتے اور مزدلفہ میں کامل وضو فرمایا اور حکم دیا کہ اذان کہیں اقامت کے بعد مغرب کی نماز پڑھی قبل اس کے کہ سامان وغیرہ اتار کر اونٹوں کو فارغ کریں۔ نماز مغرب کے بعد سامان اتارا اور پھر اقامت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ اور عشاء کی نماز کے لئے اذان کہی۔ مغرب و عشا کے فرضوں کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مغرب وعشاء کے درمیان جمع، ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ تھی۔ جیسا کہ عرفات میں ظہر وعصر کے درمیان ہوا تھا۔

بخاری ومسلم کی حدیث میں بروایت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ایسا ہی مروی ہے۔ امام زفر، شافعی اور امام ابوحنیفہ اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ یہ روایت بھی حضرت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم میں مروی ہے، ترمذی نے اس کی تحسین وتصحیح کرکے اس کو ترجیح دی ہے۔ اور فرمایا کہ چونکہ عشاء کی نماز اس جگہ اپنے وقت میں ہے تو اس کے لئے علیحدہ اقامت واذان کی ضرورت نہ تھی اور عرفات میں نماز عصر غیر وقت میں تھی اس بنا پر زیادتی اعلام کی ضرورت ہوئی۔

(واللہ اعلم)

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز ادا فرمانے

Marfat.com

کے بعد محوِ خواب استراحت ہوئے اور شب بیداری نہ فرمائی
یا وجودیکہ اس پر حضور اکرمؐ کی کمال مواظبت تھی اس کی وجہ
رعایت' اعتدال اور رعایت حق بدن تھی پھر جب فجر نے
طلوع کیا تو صبح کی نماز اوّل وقت میں ادا فرمائی نماز فجر کے
بعد حضور اکرمؐ سوار ہوئے اور مشعر حرام تشریف لائے۔ یہ مزدلفہ
کے درمیان ایک ٹیلہ ہے۔ اس پر ایک نئی عمارت بنی ہوئی ہے۔
حضور اکرمؐ مشعر حرام میں قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا اور تضرع و
ابتہال میں مشغول ہوئے۔ سفر السعادۃ میں ابوداؤد و ابن ماجہ سے
روایت عباسؓ بن مرداس منقول ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ و
سلم نے عرفات کے قیام میں اُمت کی مغفرت کے لئے دعا فرمائی۔
حق تعالیٰ کا جواب آیا کہ ظالموں کے سوا میں نے بخش دیا۔ کیوں کہ
میں مظلوم کے حق میں گرفت میں لوں گا۔ اس پر حضور اکرمؐ نے عرض
کیا اے میرے رب تو قادر ہے کہ اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت
دیدے اور ظالم کو بخش دے۔ اس وقت اس دعا کا جواب نہیں
آیا۔ جب مزدلفہ میں اس دعا کو دوبارہ مانگا تو جواب آیا کہ تمہاری
مستدعا کو میں نے قبول فرمایا۔ حضور اکرمؐ نے تبسم فرمایا۔ حضرت
ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے عرض کیا "یا رسول
اللہؐ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ وقت تو ایسا نہ تھا
کہ حضور تبسم فرماتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہی تبسم کناں رکھے
فرمایا دشمنِ خدا ابلیس نے جب جانا کہ حق تعالےٰ نے میری امت
کے لئے میری دعا قبول فرمالی ہے اور اسے بخش دیا ہے تو
وہ ملعون اپنے سر پر خاک ڈالنے چیخ و پکار اور واویلا کرنے
لگا۔ مجھے اس کی جزع و فزع دیکھ کر ہنسی آگئی۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس جگہ امت سے مراد وہ لوگ ہیں
جو عرفات میں ٹھہرنے والے ہیں اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ حج
مکفرِ حقوق العباد بھی ہوتا ہے۔ طبرانی نے کہا کہ یہ اس پر محمول ہے
کہ وہ توبہ کرے اور حق العباد پورا کرنے سے عاجز رہے۔ بیہقی
نے بھی ابوداؤد و ابن ماجہ کی روایت کی مانند بیان کیا ہے
اور کہا کہ اس کے شواہد بہت ہیں اگر صحیح ہے تو حجت ہے ورنہ
حق تبارک و تعالےٰ کا ارشاد وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ۔
کافی ہے۔ اور ظلم بھی مادون شرک ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ
حجاج سے حقوق اللہ تو مغفور ہیں اور حقوق العباد میں اختلاف
ہے۔ مگر حق تعالیٰ کا فضل وسیع ہے۔ اور ظاہر حدیث عام
ہے (واللہ اعلم)

آپ مزدلفہ میں ذکر و تکبیر اور تہلیل میں مشغول رہے
یہاں تک کہ جب طلوع آفتاب' قریب ہوا تو منیٰ کی طرف
روانہ ہوگئے۔ اس مرتبہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما
کو اپنا ردیف بنایا۔ اور حضرت اسامہؓ بن زید قریش کے ساتھ
پیدل روانہ ہوئے۔ اور اس راہ میں حضرت فضل بن عباس
سے فرمایا کہ رمی جمار کے لئے کنکریاں چن لو' جو چنے سے بڑی ہوں
اور بادام سے چھوٹی ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت
میں بکریوں کی مینگنی کے برابر آیا ہے۔ ان کو "حصی خذف" یعنی
پھینکنے والی کنکریاں کہتے ہیں۔ اور اگر ان سے کچھ بڑی ہوں تب
بھی جائز ہے لیکن خلاف سنت ہے۔ حضرت فضلؓ بن عباس
نے سات کنکریاں زمین سے چن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو دیں یہ سات کنکریاں آج کے لئے جو عید کا دن ہے جمرۃ العقبہ
کی رمی کے لئے کافی ہیں اور اگر کوئی تین دن کے لئے اٹھائے تو
اسے ستر اٹھانی چاہئیں۔ سات عید کے دن کے لئے اور ایام
ایام تشریق کے لئے ہر روز اکیس اکیس۔ بعض علماء کہتے ہیں یہ
بہتر ہے اور اس زمانہ میں یہی عادت ہے اور بعض کہتے ہیں اگر اس
سے زیادہ اٹھائے تو بہتر ہے ممکن ہے کہ کوئی کہیں گر پڑے اور گم
ہو جائے لیکن حدیث میں سات ہی واقع ہوا ہے حضور کے اپنی
مبارک ہتھیلیوں سے ان کنکریوں سے غبار صاف کیا بعض کے نزدیک
اگر دھو لیا جائے تو بہتر ہے۔

اسی راہ میں ایک خثعمی خوبصورت عورت سامنے آئی اور
اس نے سوال کیا کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ اونٹ کی پیٹھ
پر نہیں بیٹھ سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں تو فرمایا
"ہاں" حضرت فضل بن عباس جو حضور اکرمؐ کے ردیف تھے

اس عورت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ فضل بن عباس بھی خوش رو، خوش جمال، سرخ و سفید صاحب حسن تھے۔ اس پر حضورؐ نے اپنا دست مبارک کا فضلؓ کے سامنے حجاب بنا لیا تاکہ دونوں ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے فضلؓ کی گردن کو گھما دیا۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اپنے عمزاد کی گردن کیوں موڑی؟ " فرمایا" میں نے ایک جوان مرد اور ایک جوان عورت کو دیکھا تو میں نے ان دونوں کو شیطانی وسوسہ سے محفوظ نہ پایا۔

اسی راستہ میں ایک بوڑھی عورت سامنے آئی۔ اور اس نے اپنی ماں کی بابت کہا کہ وہ بہت لاچار و ناتواں ہوگئی ہے۔ اگر اسے اونٹ پر باندھوں تو اس کے مرنے کا خطرہ ہے کیا میں اس کے بدلے میں حج کر سکتی ہوں؟ فرمایا اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو تو کیا اس کا قرض اتارتی؟ اس نے کہا "میں ضرور قرض اتارتی"۔ پھر تو اپنی ماں کی طرف سے حج ادا کر کہ یہ خدا کا قرض ہے اس کا ادا کرنا اولیٰ ہے۔ اس حدیث میں حج بدل ادا کرنے پر جواز کی دلیل ہے۔ اس مسئلہ میں بہت تفصیل ہے جو کتب فقہ میں مذکور ہے۔

حضور اکرمؐ جب بطن محسر میں پہنچے (یہ وادی منیٰ کے شروع میں ہے) تو اونٹ کو تیز دوڑایا۔ اور عجلت کے ساتھ اس وادی سے باہر آگئے۔ یہ سوار کے لئے سُنت ہے اور اگر پیدل ہے تب بھی تیزی سے گزرنا سُنت ہے۔ یہ وہی وادی ہے جہاں اصحاب فیل ٹھیرے تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ اس بنا پر اس کو محسر کہتے ہیں کہ اس جگہ سے ہاتھی نے جنبش نہ کی تھی اور عاجز ہو کر بیٹھ گیا تھا محسر کے لغوی معنی عاجز رہنے، لاچار ہونے اور بے بس ہو جانے کے ہیں۔ اس وادی میں ہاتھی عاجز و بے بس اور فیل بان لاچار ہو گیا تھا اور اصحاب فیل مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیئے گئے تھے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جس جگہ کسی دشمن خدا پر کوئی عذاب یا بلا نازل ہوتی ہوتی اس جگہ سے حضور اکرمؐ تیزی و عجلت کے ساتھ گزرتے تھے جس طرح کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں جب قوم لوط کے گاؤں اور ان کی بستیوں پر سے گزرے تو تیزی کے ساتھ گزرے اور صحابہ کو بھی حکم فرمایا کہ عجلت سے گزرو۔

اسی طرح منیٰ کے اسفل وادی میں چاشت کے وقت تشریف لائے اور جمرۃ العقبہ کے مقابل استادہ ہوئے جمرہ اصل معنیٰ سنگریزہ اور کنکری کے ہیں اس کے بعد یہ نام اسی جگہ پر غالب آگیا جہاں رمی جمار ہوتی ہے۔ یہ تین جگہیں ہیں۔ جمرۂ اولیٰ جو مسجد خیف کی جانب ہے کہ جب مزدلفہ سے درمیانی راہ سے آئیں تو یہ پہلے پڑتا ہے اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ ہے اس کے بعد جمرۂ عقبہ ہے۔ عقبہ پہاڑ سے نکلنے کے بعد ہے اور جمرۂ پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ اور یہ مکہ کی جانب ہے تو پہلے دن جب مزدلفہ سے وادی محسر کی راہ سے آئے تو جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ کو چھوڑ کر جمرۂ عقبہ پر آئے۔ اور استادہ ہوئے اور کعبہ معظمہ کو بائیں جانب اور منیٰ کو دائیں جانب رکھ کر ان ساتوں کنکریوں کو ایک ایک کر کے ماریں۔ درآنحالیکہ حضور اکرمؐ سوار تھے۔ آپ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے اور جمرہ پر مارتے جاتے تھے۔ بقیہ ایام تشریق میں تینوں جمرات پر پیدل رمی جمرات کیں اگرچہ سوار ہو کر بھی جائز ہے لیکن افضل و اولیٰ پیدل ہے۔ جیسا کہ سُنت میں آیا ہے۔ رمی جمار کے بعد تلبیہ کو ترک کر دیا اس کے بعد اپنی قیام گاہ مسجد خیف کے قریب واپس تشریف لے آئے خیف اس بلند و مرتفع جگہ کو کہتے ہیں جو پانی کے سیلاب سے محفوظ ہو۔ منیٰ میں اس جگہ بہت بڑی مسجد ہے اور اس کے صحن میں ایک گنبد ہے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جائے اقامت ہے۔ اسی جگہ حضور اکرمؐ نے قیام فرمایا تھا۔ اور خطبۂ بلیغ دیا تھا چنانچہ آپ کی آواز تمام خیموں کے اندر سب کو پہنچتی تھی۔ اس آواز کا ہر ایک تک پہنچنا بھی حضور اکرمؐ کے معجزات میں سے ہے۔ حضور اکرمؐ نے اس خطبہ میں قربانی

Marfat.com

کے دن کی حرمت سے آگاہ فرمایا جو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اس
دن کی حرمت ہے۔ اور فرمایا زمانہ اپنی اُس اصلی ہیئت پر پلٹ
آیا ہے جس پر حق تعالیٰ نے پہلے دن آسمان و زمین کو پیدا فرمایا
تھا۔ سال کے بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار مہینے حرمت والے
ہیں۔ تین مہینے پے در پے ہیں ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا
مہینہ رجب کا ہے جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔
اور فرمایا تمہارے خون، تمہارے اموال، اور تمہاری عزتیں ایک
دوسرے پر حرام ہیں قریب ہے کہ تم اپنے رب العزت کے حضور
حاضر ہو اور تم سے تمہارے اعمال کی پرسش ہو۔ خبردار اور ہوشیار
رہنا میرے بعد دین سے نہ پھرنا اور گمراہ نہ ہونا۔ ایک روایت یہ
ہے کہ کفر کی طرف نہ پلٹنا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارو۔ اور
سن لو کہ جو کوئی خدا کے حق یا بندوں کے حق میں خیانت کرتا ہے وہ
اپنی ہی جانوں پر خیانت کرتا ہے۔ باخبر اور آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے
تمہارے رب کا حکم پہنچا دیا ہے۔ اور فرمایا "اے خدا تو گواہ رہ۔
تم پر لازم ہے کہ ان احکام کو حاضر غائب کو پہنچائے اور لوگوں سے
فرمایا آؤ حج کے مناسک سیکھ لو۔ ممکن ہے کہ آئندہ سال میں
لوٹ نہ آؤں اور ان کو سمع و طاعت امر اور اس کی فرمانبرداری کا
حکم فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہمیشہ کتاب اللہ کو پڑھتے رہنا اور دین و
سنت کی نہ مخالفت کرنا اور نہ اس کے خلاف بولنا۔ اور فرمایا:۔
اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شهرکم
واطیعوا اذا امرکم تدخلوا جنة ربکم۔ اپنے
رب کی عبادت کرنا اور پانچوں نمازیں پڑھنا اور رمضان کے روزے
رکھنا اور صاحب امر کی اطاعت کرنا تاکہ تم اپنے رب کی جنت
میں داخل ہو۔ اور وداع کیا اس کے بعد آپ منحر یعنی قربان گاہ
تشریف لائے۔ یہ جگہ منیٰ کے بازار کے درمیان مشہور ہے اسے منحر النبی
بھی کہتے ہیں، تمام اونٹ سو تھے آپ نے تریسٹھ اونٹ اپنے
دست مبارک سے ذبح فرمائے جو آپ کی عمر شریف کے سالوں
کا عدد ہے۔

مروی ہے کہ آپ کے قریب پانچ چھ اونٹ قربانی کے
لئے لائے جاتے۔ تو ہر اونٹ قریب ہوتا اور ایک دوسرے
کو دھکیلتا اور دور کرتا تاکہ حضور اکرمؐ پہلے اسے ذبح فرمائیں
اور سینتیس ۳۷ اونٹوں کے لیے حضرت علی مرتضیٰ کرم کو حکم
فرمایا کہ وہ قربانی کریں۔ اور ان کو ہدی میں شریک کیا۔ اور
حکم دیا کہ ہر ایک اونٹ سے تھوڑا تھوڑا گوشت لے کر دیگ
میں ڈال کر پکائیں۔ پھر حضور اکرمؐ نے گوشت اور اس کے
شوربے کو حضرت علیؓ مرتضیٰ کے ساتھ تناول فرمایا۔ اور
حضرت علی مرتضیٰ رضہ کو حکم دیا کہ ان اونٹوں کی کھالوں اور گوشت
کو اور ان کی جھولوں کو مساکین و غرباء پر تقسیم کر دیں ۔۔۔ اور
قصابوں کو اس میں سے کچھ نہ دیں ان کی اجرت اپنے پاس سے
دیں۔ مسلم میں بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہے کہ حضور
اکرمؐ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائیں ذبح فرمائیں
ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف
سے گائے ذبح فرمائی۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ اس دن حضور اکرمؐ نے بکریوں کو بھی ذبح فرمایا۔ جب قربانی سے فارغ ہوئے تو اعلان کرایا کہ منیٰ کی تمام زمین قربان گاہ ہے۔ اور منحر یعنی قربان گاہ کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

اس کے بعد حضور اکرمؐ نے حلاق کو طلب کیا۔ اور حلق کیا جب حلاق جن کا نام معمرؓ بن عبداللہ قرشی ہے اور قدیم الاسلام ہیں، وہ استرا ہاتھ میں لے کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب کھڑے ہوئے تو حضور اکرمؐ نے ان کی طرف نظر فرمائی اور فرمایا "اے معمرؓ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسول خداؐ کے نرمۂ گوش پر قادر بنایا حالانکہ تمہارے ہاتھ میں استرا ہے۔ مطلب یہ کہ ہشیار رہو اور اس نعمت کی قدر جانو۔ اس پر معمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرا یہاں کھڑا ہونا اور اس مقام کی قدرت پانا یقیناً مجھ پر خدا کی نعمت ہے۔ اور مجھ پر اللہ عزوجل کا احسان کرم ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا ٹھیک کہتے ہو۔ یہ اس کی عظیم نعمتوں میں سے ہے اس کے بعد حضور اکرمؐ نے اشارہ فرمایا کہ داہنی

Marfat.com

جانب سے سر مونڈنے کی ابتدا کریں۔ ظاہر مراد حضور اکرمؐ کی داہنی جانب ہے اور مشکوٰۃ میں متفق علیہ حدیث میں صراحت کے ساتھ منقول ہے۔ بعض نے حلاق کی داہنی جانب کا اعتبار کیا ہے۔ جب داہنی جانب حلق سے فارغ ہوئے تو ان موہائے مبارک کو حاضرین میں تقسیم فرمایا اور اشارہ فرمایا کہ بائیں جانب بھی حلق کریں۔ اور ان تمام موہائے مبارک کو حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کو مرحمت فرمایا جو ام سلیمؓ کے شوہر اور وہ حضرت انسؓ بن مالک کی والدہ ہیں۔ اسی بنا پر بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ام سلیمؓ کو مرحمت فرمایا۔ اور ابوطلحہ انصاریؓ کے حصہ میں داہنی جانب کے بھی چند موہائے مبارک سب سے پہلے آئے تھے۔ اور یہ ان پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص فضل و عنایت تھی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ جب حلق سے فارغ ہوئے تو تمام لوگوں کے حصہ میں ایک یا دو موہائے مبارک کے تار آئے ؎

صبا از زلف تو موئے بلند است
فضولی می کنم بوئے بسند است

حلق کے بعد حضور اکرمؐ نے ناخنہائے مبارک کٹوائے۔ اور ان کو بھی لوگوں میں تقسیم فرما دیا۔ بکثرت صحابہ نے حلق کرایا اور کمتر اصحاب نے قصر کرایا۔ اور حلق کو قصر پر افضل قرار دیا۔

اس کے بعد نزول سے پہلے مکّہ مکرمہ تشریف لے گئے اور طواف کیا۔ یہ طواف حج کے ارکان اور اس کے فرائض میں سے ہے۔ اس کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں اور طواف زیارت بھی۔ جب طواف سے فارغ ہوتے تو زمزم کے قریب آئے۔ سقایت بیت اللہ چونکہ حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کا منصب تھا اس لئے وہ پانی کھینچتے تھے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا "اگر اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ عباسؓ کی اولاد پر لوگ غلبہ کریں گے تو میں بھی اتر کر زمزم کے کنویں سے پانی کھینچتا اور تمہاری سقایت پر میں تمہاری مدد کرتا۔ اس بنا پر کہ اس کام میں فضیلت و بزرگی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر میں اس کام کو کروں تو میرے بعد اُمت پر سُنّت بن جائے گی اور اتباع سُنّت کی خا... تمام لوگ اس کام میں ہاتھ لگائیں گے اور وہ تم پر غالب آجائیں گے اور یہ منصب بزرگ تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے... انہوں نے ایک ڈول حضور اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور اکرمؐ نے اسے کھڑے کھڑے نوش فرمایا۔ معلوم نہیں کہ اس حالت میں کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لئے تھا۔ یا کسی ضرورت و حاجت کی بنا پر۔ (واللہ اعلم)

بعض کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینا آب زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس طواف میں حضور اکرمؐ سواری پر تھے۔ سوار ہونے کے سبب میں بعض کہتے ہیں کہ یا تو ازدحام زیادہ تھا یا یہ مقصود تھا کہ تمام لوگ آپ کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور طواف کی کیفیت سیکھتے رہیں۔ اور اس کے آداب و احکام معلوم کرتے رہیں اور بعض کہتے ہیں کہ رو پائے رحمت موجزن تھا اور آپ ضرورت سے سوار ہو کر طواف کر رہے تھے اور حضور اکرمؐ کی ناقہ مسجد کو آلودہ کرنے سے مامون تھا۔ آپ اسی وقت منیٰ واپس ہو گئے اور ظہر کی نماز منیٰ میں ادا فرمائی۔ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی مروی ہے مسلم میں ایک اور روایت حضرت عائشہؓ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ نماز ظہر مکہ میں گزاری بعض علماء اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں کیوں کہ روایت کے راوی دو ہیں۔ ایک حضرت جابرؓ دوسرے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابرؓ حجۃ الوداع کی حدیث میں زیادہ معروف ہیں اور حضرت عائشہؓ حضور اکرمؐ کی اخص ہیں۔ اور بعض علماء حضرت ابن ... کی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں کہ وہ متفق علیہ ہے اور اس کے تمام راوی اعظم و اجل ہیں شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں اگر ہم دونوں حدیثوں کے جمع کرنے کا تکلف کریں تو ہم یہ کہیں گے کہ ظہر نماز مکہ میں گزاری اور منیٰ میں پڑھنے کو اس کے اعادہ ...

Marfat.com

وصول کریں گے اس بنا پر حضور اکرم کو یہ معلوم ہوا تھا کہ میں مکہ میں پہلے جو نماز پڑھی تھی اس میں نقصان تھا۔

اس کے بعد حضور اکرم نے مراجعت فرمائی تو رات منی میں گزاری قربانی کے بعد کے دن انتظار فرمایا۔ یہاں تک کہ آفتاب ڈھل گیا تو نماز ظہر سے قبل، پیدل جمرۂ اولی پر تشریف لائے یہ وہ جمرہ ہے جو مسجد خیف سے بہت نزدیک ہے یہاں سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر تکبیر فرماتے جاتے جب رمی سے فارغ ہوئے تو چند قدم اپنی جگہ سے آگے بڑھکر قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور اتنی دیر تک دعا میں مشغول رہے کہ کوئی دوسرا سورۃ بقرہ کی تلاوت کر لے۔ پھر جب دعا سے فارغ ہوئے تو جمرۂ وسطی آئے اور اسی طریق پر رمی جمار فرمائی وہاں سے چند قدم درمیان وادی کے چلے اور اس جگہ کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور طویل دعا مانگی۔ اس کے بعد روانہ ہوئے یہاں تک کہ جمرۂ عقبہ کے سامنے آئے اور کعبہ کو اپنے ہاتھ اور منی کو بائیں رکھ کر کھڑے ہوئے اور رمی جمار کی۔ اور اسی ساعت بغیر توقف کے لوٹ آئے اور اس جگہ دعا نہ فرمائی۔ اس کی حکمت، علم نبوت کے ساتھ موقوف ہے علماء اس جگہ دو وجہ بیان کرتے ہیں ایک یہ کہ یہ جمرہ راستہ میں ہے اور اژدہام بہت تھا اور کھڑے ہونے کی جگہ نہ تھی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دعا عبادت کے درمیان میں ہوتی جس طرح کہ جمرۂ وسطی میں تھی اس سے افضل ہے کہ بعد عبادت ہو۔ جیسا کہ اس جمرۂ عقبہ میں ہے کہ یہاں عبادت ختم ہو گئی

واللہ اعلم

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے منی سے کوچ کرنے میں تعجیل نہ فرمائی۔ اور یوم النفر (یعنی کوچ کرنے کا دن)۔ عید الاضحی کے تیسرے دن کو کہتے ہیں اور لیلۃ النفر وہ رات ہوتی ہے جب حجاج منی سے لوٹتے ہیں۔ عرفات سے روانہ ہونے کو افاضہ کہتے ہیں اور مزدلفہ سے روانگی کو دفع اور منی سے کوچ کرنے کو نفر کہتے ہیں بلکہ حضور اکرم نے منی میں تین روز اقامت فرمائی اور بعض چوتھا روزہ بھی کہتے ہیں جو ذی الحجہ تیرہ اور آخری ایام تشریق کا دن ہے۔ بعد زوال رمی کر کے روانہ ہوئے اور وادی محصب میں نزول فرمایا۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے باہر ہے اس جگہ سنگریزے کثرت سے ہیں اور خیف بنی کنانہ بھی اسی کا نام ہے اسے ابطح بھی کہتے ہیں۔ ابطح ایسے کشادہ میدان کو کہتے ہیں جس میں باریک سنگریزے ہوں جس طرح کہ دریا اور نالوں میں ریت ہوتی ہے اور مکہ کا نام جو بطحا و ابطح ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء اسی محصب میں ادا فرمائی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس جگہ قیام اتفاقی امر تھا کیونکہ ابو رافعؓ کو مقرر فرمایا تھا اور حضور اکرم کا سامان وغیرہ انہیں کے سپرد تھا۔ اتفاق سے انہوں نے خیمہ وہاں نصب کر دیا پھر جب حضور اکرم تشریف لائے تو اسی جگہ قیام کریں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ حج کے سنن اور اس کے مناسک کے تمام کرنے میں سے ہے۔ اس لئے کہ حضور اکرم نے منی میں فرمایا "میں کل انشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں قیام کروں گا جہاں کافروں نے قسم کھائی تھی اور عہد باندھا تھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سے میل جول نہ رکھیں گے اور ان سے مناکحت اور خرید و فروخت نہ کریں گے جب تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد نہ کریں۔ اس لئے حضور اکرم نے محصب میں ارادۃً قیام فرمایا تاکہ شعار اسلام اس جگہ ظاہر ہو جہاں کبھی کفر نمودار ہوا تھا اور حق تعالی کی نعمت کا شکر بجا لائیں اور غالب وجہ یہ ہے کہ واللہ اعلم حضور اکرم کا عشاء تک توقف فرمانا حضرت عائشہؓ کے عمرہ کرنے کے سبب سے ہو۔ اگر یہ وجہ نہ ہوتی تو ممکن ہے کہ اس سے بھی کمتر وقوف فرماتے۔

جب یہ بندہ ضعیف صاحب ترجمہ شیخ محقق شیخ جلیل اکرم عبد الوہاب متقی شاذلی قادری رحمۃ اللہ کی خدمت میں منی سے محصب میں آیا تو نماز ظہر اس جگہ پڑھی اور سو گئے اور نماز عصر بھی اسی جگہ پڑھی اور فرمایا اتباع سنت کی سعادت اور شرف میں اتنا ہی کافی ہے۔ یہ بات اہل عرب کے اسلوب میں فرمائی حضور اکرم نے رات کا کچھ حصہ اس جگہ آرام فرمایا اور جب

Marfat.com

بیدار ہوئے تو سوار ہو کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور طواف وداع فرمایا۔ غیر اہل مکہ پر یہ طواف واجب ہے اور اس طواف میں رمل نہ کیا مگر دو رکعتیں طواف کی پڑھیں۔ اس لئے کہ طواف کے بعد مطلقاً یہ واجب ہے۔ خواہ طواف واجب ہو یا نفل۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اسی رات اجازت چاہی کہ عمرہ ادا کریں تو حضور اکرمؐ نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی اور ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو ان کے ساتھ بھیجا تاکہ مقام تنعیم میں جو بیرون حرم ہے جا کر احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوں اور عمرہ پورا کریں۔ ابھی رات تمام نہ ہوئی تھی کہ عمرہ کے اعمال سے وہ فارغ ہو گئیں اور محصب میں لوٹ آئیں۔ اس کے بعد حضور اکرمؐ نے کوچ کا اعلان فرمایا اور سب کوچ کر کے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ اور جانب اسفل جسے "کُدا" کہتے ہیں کا راستہ اختیار فرمایا۔ برخلاف اس راستہ کے جو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے اختیار فرمایا تھا جو کہ اعلائے مکہ ہے۔ جیسا کہ آپ کی عادت شریفہ تھی۔

داخل ہونے اور باہر نکلنے کے لئے مختلف راستہ اختیار کرنے میں بعض فضلاء فرماتے ہیں کہ جانب علو سے داخل ہونا بیت اللہ کی تعظیم اور علو شان کی وجہ سے تھا اور جانب اسفل سے باہر نکلنا اس سے جدائی اور فرقت کے غم کی بنا پر تھا اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت بھی ایسی ہی تھی۔

طواف وداع کے وقت ملتزم میں وقوف فرمایا اور دعا مانگی۔ حدیث میں مروی ہے کہ کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو ملتزم میں کھڑی ہو اور دعا مانگے ——— اور اپنی حاجت بارگاہ رب العزت میں پیش کرے اور وہ پوری نہ ہو۔ ملتزم حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیانی جگہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس جگہ لپٹا اور چپٹا جاتا ہے اور ان دونوں کے مابین مسافت ایک باع ہے اس طرح کہ ایک ہاتھ باب کعبہ پر ہو اور دوسرا ہاتھ حجر اسود پر اور یہ التزام مستحب ہے کہ بعد از طواف وداع کرتے ہیں۔ نیز چاہ زمزم پر تشریف لے گئے اور خود بنفس نفیس اس سے ایک ڈول کھینچا اور نوش فرمایا اور بقیہ پانی چاہ زمزم میں ڈال دیا۔ وداع کے وقت الٹے قدم حسرت کے ساتھ گریہ کناں چلے۔ خانہ کعبہ سے وداع کے وقت یہی سنت ہے۔ صبح کی نماز کعبہ کے مقابل کی نماز میں سورۃ والطور تلاوت فرمائی نماز کے بعد روانہ ہوئے جب منزل روحا میں پہنچے تو رات کے وقت سواروں کی ایک جماعت دیکھی۔ انہیں سلام فرمایا اور فرمایا تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں! آپ کون ہیں؟ فرمایا میں خدا کا رسول ہوں۔ اس کے بعد ایک عورت آئی اور اپنے بچہ کو محفہ سے نکال کر سامنے لائی۔ اور عرض کیا "یا رسول اللہؐ! کیا اس بچہ کا حج درست ہوگا؟" فرمایا۔ ہاں اس کا حج ہوگا۔ اور تجھے بھی ثواب ہوگا جب ذوالحلیفہ پہنچے تو رات وہاں قیام فرمایا اور صبح کو مدینہ روانہ ہوئے۔ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ مدینہ طیبہ میں چاشت کے وقت داخل ہوتے تھے۔ اور سفر سے رات کے وقت گھر میں داخل ہونے سے منع فرمایا کرتے تھے کہ آنے والا پہلے کچھ خبر گھر بھجوائے تاکہ اس کے گھر والے اس کے آنے کی تیاری کر لیں جب حضور اکرمؐ نے مدینہ طیبہ کو دیکھا تو بتصور عظمت کبریائی باری تعالےٰ وظہور آثار قدرت نامتناہی حق تعالیٰ عزوعلا اور اس بلدہ طیبہ کے انوار و اسرار کے مشاہدے اور اس مقام کی بزرگی و شرافت کے ملاحظہ سے تین مرتبہ تکبیر بلند فرمائی اس کے بعد اپنی سنت مستمرہ کے مطابق جو اس شہر مقدس میں داخل ہونے کے وقت تھی اعانت و نصرت، تکمیل دین، اتمام نعمت، رجوع بخیر و عافیت اور امن و سلامتی کے ساتھ اپنے مکان میں پہنچنے پر شکرانہ ادا فرمایا اور کہا:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ وَاَعَزَّهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ پھر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے

(والحمد للہ علی اتمام النعمۃ والاتمام)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جناب شاہ بلیغ الدین صاحب

رنگ میں ملاحت، بیان میں فصاحت، چوڑا ماتھا، پتلے ہونٹ، بڑی بڑی آنکھیں، ان میں لال ڈورے، اونچی ناک، کشادہ دہن، رخسار، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد سجیلا تھا، نہ بڑا تھا، نہ چھوٹا، مگر تھا ذرا نکلتا ہوا۔ ایک خاص بات تھی کوئی ساتھ ہوتا تو آپ کا قد دب جاتا، بالا بلند دکھائی دیتے۔

رسالت پناہ ﷺ کی صحت نہایت اچھی تھی۔ بدن بھاری نہ ہلکا درمیانہ تھا۔ قامت کے لئے نہایت زیبا۔ جلد نرم، سینہ فراخ، پیٹ دبا ہوا تھا۔ بال کالے ملائم اور لمبے تھے۔ کوئی کہتا کان کی لو تک پہنچتے کوئی کہتا کندھے پر پڑے رہتے۔ داڑھی گول گھنی قریب تھا کہ سینہ ڈھک لے، مونچھیں ترشی، سید العرب والعجم کو اللہ نے احسن تقویم کے کمال پر پیدا کیا تھا۔

براء بن عازب رضؓ سے پوچھا گیا —— کیا رسالت مآب صلعم کا چہرہ کٹرا تھا، تلوار کی طرح لمبا اور پتلا؟ بولے —— نہیں! نابی معلوم ہوتا تھا۔ روایتیں ہیں۔ بالکل گول نہیں تھا ذرا کتابی چہرہ تھا۔ روشن روشن تاباں تاباں! کعب بن مالک کہتے ہیں۔ —— کسی بات سے ہوتے تو چہرۂ مبارک کھل اٹھتا، انھوں نے تشبیہ دی —— روئے مبارک چاند کا ٹکڑا بن جاتا۔ یہی حضرت ابوبکر رضؓ بھی کہتے تھے۔ ان کا ماچہرہ چاند کا ہالہ تھا۔

آنحضرت ﷺ کے بازو سڈول، ہتھیلی چوڑی بھرواں انگلیاں بڑی تھیں رواں، ایڑی پتلی، پاؤں گداز، ان کی جلد روغنی تھی۔ پیر دھوتے تو پانی ڈھلک جاتا۔ متانت بھی تھی تواضع بھی۔

ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں —— آپ چلتے تو معلوم ہوتا کہ زمین خود ہی لپٹی جا رہی ہے۔ تیز رفتار نہ تھے بلکہ ہم ساتھ نہ دے سکتے تھے۔ قدم ملاتے محسوس ہوتا جیسے ہم دوڑ رہے ہیں۔

کبھی پیدل نکل کھڑے ہوتے اور صحابہ کرامؓ کا ساتھ ہوتا تو فرماتے —— آگے آگے رہو میرے پیچھے فرشتوں کی جگہ ہے۔

والدۂ محترمہ نے محمد ﷺ نام رکھا۔ دادا نے اسی نام کا اعلان کر دیا۔ لوح محفوظ پر بھی یہی نام لکھا تھا۔ یہی اسم ذات ٹھیرا اور آمنہ کا جگر گوشہ نکلا۔ یہ بخت و اتفاق نہیں فیصلۂ ربانی تھا۔ آل عمران، الاحزاب، الفتح میں یہ نام آیا اور ایک پوری صورت کا عنوان ہے —— محمدؐ —— دوسری آیت میں رب المشرقین والمغربین نے پھر یہ پیارا نام لیا ہے۔ نام محمدؐ! جس پر اللہ بھی اور اس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی —— میرے بعد آنے والا احمد ہوگا۔ آپ محمدؐ بھی کہلائے احمد بھی اور بھی کئی ناموں سے پکارے گئے۔ ایک شرح مواہب میں آٹھ سو نام ملتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی نام ہیں جو خدا کے بھی نام ہیں۔ ایک ایک نام ایک ایک دبستان ہے۔

جبیر بن مطعم رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں محمدؐ ہوں، احمد ہوں، حاشر ہوں، ہوں، عاقب ہوں۔

حاشر، خاتم اور عاقب ایسے نام صاف بتاتے ہیں کہ آپ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

Marfat.com

نگاہ پاک، ذہن پاک، کپڑے پاک، صاحبِ صدق و صفا کا رواں رواں پاک تھا۔ ہاتھ پاؤں ستھرے، چہرہ تازہ، دانتوں میں موتی ڈلک ہیرے کی چمک۔ سامنے کے دونوں دانتوں میں ذرا سا شگاف تھا۔ ابنِ عباس کہتے ہیں یہ فصل بڑا حسین معلوم ہوتا۔ تازہ وضو کے جو گویا۔ نہانے عادی۔ آپؐ کثرت سے مسواک کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بسترِ مرگ پر بھی یہ سنت نہ چھوٹی۔

ارشاد تھا ——— مسواک کرنے سے بینائی کو جلا ملتی ہے۔ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں۔ فرمان تھا ——— مسواک کرنا بجز م کے ہر بیماری سے شفا دیتا ہے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے سنا آپ نے فرمایا ——— مسواک کرنا فصاحت کو بڑھاتا ہے۔ آپؐ طاہر بھی تھے۔ طیب بھی، بدن میں خوش سانس میں مہک، پسینہ بھی معطر تھا۔ مستشرقین لکھتے ہیں یہ کثرت سے عطر استعمال کرنے کا نتیجہ تھا۔ ارشاد تھا ——— میری اُمت پر بار ہونے کا نہ ہوتا تو میں مسلمانوں کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے اور خوشبو استعمال کرنے کا حکم دیتا۔

حسنِ مرتبت دیکھنے میں خوش رو، میل ملاپ میں خوش اخلاق، یکتائے زمانہ، یگانۂ روزگار تھے۔ آپ کی خاموشی میں جلال تھا گویائی میں جا اپنی ذات کے لئے آپ نے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ کبھی کوئی ناشائستہ لفظ زبان سے نہیں نکلا۔ کبھی کسی کا بُرا نہ چاہا۔ کبھی کسی کا دل نہ توڑا۔ دوستوں کے ل ورحیم، دشمنوں کے لئے کریم و حلیم۔ انتقام کے بجائے احسان فرماتے۔ کمال کی قدر کرتے۔ شہسواروں، نیزہ بازوں کا دل بڑھاتے۔ پیراکی میں دلچسپی تھی۔ ک میں طاق تھے۔ شعر سنتے خوابوں کی تعبیر دیتے تھے۔ نیک نامی سے خوش ہوتے بدنامی کو پسند نہیں فرماتے۔ مہمانوں کی تعظیم کرتے، ہمسایوں کی تکریم۔ حیا بھی لحاظ ایسا تھا کہ صاحبِ قاب و قوسین ہو کر کبھی تمکنت سے نہ بیٹھتے تھے۔ صحابہؓ کے ہجوم میں کبھی پیر نہ پھیلاتے۔ سچے ایسے کہ چشمِ فلک نے ایسا سچا کوئی نہ د دوست تو دوست دشمن بھی اس خوبی کا اعتراف کرتے۔

بدر کی لڑائی کا دن تھا۔ میدانِ جنگ میں تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی چھنکار میں بنو زہرہ کے سردار اخنس بن شریق نے ابوجہل سے پوچھا کہو محمدؐ (صلعم) سچے ہیں کہ جھوٹے؟ دل کی بات بتانا سچ پر پردہ ڈالنا۔ وہ ایک زمانہ کا بیری، کبر و نخوت کا پتلا نعرۂ حق سنتا تو اس کے سر پر کاج کرتی پہ سانپ لوٹ جاتا۔ صفا کی پہاڑی پر آپ کو زخمی کر چکا تھا۔ آپ کے قتل کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ اس موقع پر دل کی بات کہہ گیا کہ ——— آدمی سچے کبھی جھوٹ ان کی زبان پر نہیں آیا۔ حضرت علیؓ اور ناز عہ بن کعب کی روایت ہے۔ اس نے آنحضرتؐ سے کہا ——— ہم آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتے لیکن آپ کے کو جھٹلاتے ہیں۔ یہی بات ابوسفیان کی زبان سے نکلی۔ حضور اکرمؐ نے قیصرِ روم کو جب اسلام کی دعوت بھیجی تو اتفاق سے ابوسفیان ان دنوں شام میں تھا۔ ق اُسے بلا بھیجا اور پوچھا ——— جو نبی تمہارے ملک میں پیدا ہوئے ہیں کیسے آدمی ہیں؟ ابوسفیان چاہتا تھا کہ بات بنائے لیکن بنا نہ سکا۔ قیصر نے سوا مرتب کر دیئے تھے۔ مجبوراً حق زبان پر آ گیا۔ کچھ یوں بولا ——— سچے ہیں امانت دار ہیں، اچھے ہیں۔ ان کے ماننے والوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ برائی بس ہے کہ ہمارے بتوں کو بُرا کہتے ہیں۔

ہادیٔ برحق زبان کے سچے، قول کے پکے اور دل کے صاف تھے۔ کھرے ایسے کہ سچا موتی۔ لہجہ شیریں باتیں میٹھی۔ حق کے سوا کبھی زبان سے کچھ اور نہ نکلتا باتیں کرتے تو ٹھہر ٹھہر کر۔ کوئی گننے والا چاہتا تو الفاظ گن لیتا۔ ہاتھ کھلا تھا۔ سخاوت کا یہ حال جیسے بہتی ہوا۔ روک تھی ہی نہیں۔ پلّے کچھ نہ ہوتا تو قرض لے لیتے لیکن داتا سائل کو خالی ہاتھ کبھی نہ لوٹاتے۔ حکم ہے ——— خوشحالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں دیئے جاؤ۔

بیواؤں۔ یتیموں۔ مسافروں اور بے نواؤں کے غمگسار۔ زندگی بھر یہی کرتے رہے۔ منہ کا نوالا دوسروں کو دیدیتے۔ فقر و غنا کی ایسی شان کیا کسی نے دیکھ بڑے صابر اور بڑے شاکر تھے۔ وقت بے کار کبھی نہ کھوتے۔ شب و روز کو تین حصوں میں بانٹ رکھا تھا ——— ایک حصہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے۔ کی یہ بڑی صحت مند تقسیم تھی۔ آپ بیوی بچوں کا پورا حق ادا کرتے۔ نقطۂ عدل سے کبھی نہ ہٹتے۔ نظم و ضبط کے سخت پابند تھے لیکن ترش رو بالکل نہیں تھے۔ ج ملتے مسکرا کر ملتے۔ نبوت کی گراں بار ذمہ داریوں نے آپ کو خشک مزاج نہیں بنایا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ——— گھر میں آتے تو

Marfat.com

یک لہر دوڑ جاتی۔ اوٹ پٹانگ باتیں کبھی نہ کرتے۔ مجلس میں قہقہہ نہ لگاتے اور بلا اجازت کسی کے گھر میں نہ جاتے۔ سلام میں پہل کرتے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ نماز پڑھتے تو چاہتے کہ لمبی ہو جائے۔ خطبہ دیتے تو یہ کوشش کرتے کہ چھوٹا ہو جائے۔ اکثر قبلہ رو رہے۔ ذرا فرصت ملتی تو ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ ارشاد تھا ——— زمانۂ امن میں بھی رحمت ہوں اور زمانۂ جنگ میں بھی۔ مسلمانوں کو جہاد پر روانہ فرماتے تو سالارِ لشکر کو نصیحت فرماتے ——— یاد رکھو! تم میں خدا کے نزدیک وہ ہے جس کا عمل اچھا ہے جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں انھیں اپنا بھائی سمجھو۔ ہر دم ان کی بھلائی کا خیال رکھو۔ مجاہدوں سے فرماتے ——— خدا کی راہ میں خدا کے نام پر کافروں سے لڑنا۔ خیانت اور بدعہدی سے بچنا۔ لاشوں کو بے حرمت نہ کرنا۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سے اچھا سلوک کرنا، انھیں قتل نہ کرنا۔ پھر ارشاد ہوتا ——— میں تمہارے فرض کی امانت اور تمہارے اعمال کے نتائج کو خدا کے حوالے کرتا ہوں۔

دُنیا کہتی ہے کہ جنگ میں ہر بات روا ہے۔ مجاہدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کی کہ جنگ کے بھی آداب ہیں انھیں ملحوظ رکھو۔ فرمایا ——— جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔ جہاد (قتال) دین کا کوہان ہے، بہت بڑی عبادت ہے ——— ! عبادت میں ظلم زیادتی کا کیا سوال؟ یہی وجہ ہے کہ مسلمان میدانِ جہاد میں جاتا ہے تو سخت نظم و ضبط کا پابند ہوتا ہے اور بلا وجہ خون ریزی نہیں کرتا۔

لڑائی سے پہلے خیر البشر صلعم لڑائی کو ٹالنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ صلح و صفائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ اُس پر دشمن نہ مانتا تو اللہ کے نام پر اُٹھ کھڑے ہوتے، آپؐ کے عہد کی کوئی لڑائی جارحانہ نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ کشور کشائی کے لیے آپؐ نے کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ فتح کے بعد آپؐ تین دن تک اُس جگہ قیام کرتے۔ لڑائی کے بعد پھر کبھی ایسا نہ ہوتا کہ دشمن کو پریشان کیا جاتا۔ ایک بات آپؐ میں ایسی تھی کہ کسی سپہ سالار میں دیکھی نہ سنی۔ وہ ہے خونِ انسانی کا احترام۔ پیغمبروں میں کسی نے آپ کے برابر لڑائیاں نہیں لڑیں۔ جب اللہ کے آخری نبی نے دُنیا سے پردہ فرمایا تو دس لاکھ مربع میل کے علاقے پر لا الٰہ الا اللہ کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اتنی بڑی سلطنت کے قیام کے لیے تلوار نے نہیں آپؐ کی تعلیمات اور آپؐ کے خلقِ عظیم نے کام کیا۔ اس حقیقت کو معلوم کرنا چاہو تو یہ دیکھیے کہ عہدِ نبوی کی جنگوں میں کتنے لوگ کام آئے۔ ایک سو بیس مسلمانوں اور ڈیڑھ سو سے کچھ زیادہ مشرک۔ خونِ انسانی کا یہ احترام دنیا کی کسی تاریخ میں کسی دور میں نہیں ملتا۔ کس قدر سچ ہے یہ بات کہ امن کے دن تھے یا جنگ کا زمانہ ہر حال میں آپ دنیا کے لیے رحمت ہی رحمت تھے ——— خیرِ مجسم۔

صاحب التاج والمعراج مبلغ بھی تھے معلم بھی۔ مصلح بھی تھے مرشد بھی۔ ہر طرح نمونۂ کامل تھے۔ رزم میں بھی ایک بزم میں بھی ایک۔ بندوں میں سب سے اعلیٰ۔ خالق کے سب سے زیادہ محبوب تھے اور آپ ہی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ دن میں روزے بھی ایسے کہ متصل! رات کو نمازیں پڑھتے۔ نمازیں بھی ایسی کہ مسلسل۔ ذکر اذکار، تسبیح تہلیل الگ۔ عرض کیا جاتا کہ خدا نے آپؐ کو برگزیدہ بندہ بنا کر پیدا کیا ہے اگر آپؐ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی محنت نہ اٹھائیں تو کیا حرج ہے۔ خود اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے ——— ہم نے قرآن اس لیے نہیں اُتارا کہ آپؐ مشقت میں پڑ جائیں۔ جواب میں ارشاد ہوتا ——— کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ کبھی اپنی صاحبزادی سے فرماتے ——— خبردار فاطمہ! یہ نہ سمجھنا کہ میری بیٹی ہو۔ عمل سے اپنی عاقبت سنوار و رخود کچھ بھی نہ کرو گی میں کچھ نہیں سکتا۔

اللہ اللہ کیا پاکیزہ تعلیم تھی۔ کتاب و حکمت کا کیسا سچا اور اچھا درس تھا جبھی تو حجۃ الوداع کے آخری لمحوں میں کوئی سوا لاکھ بندگانِ خدا سے جو حاضر تھے دریافت فرمایا ——— کیا میں نے اللہ کے احکامات تم تک پہنچا دیئے؟ یک زبان ہو کر سب نے اقرار کیا ——— جی ہاں! یا رسول اللہ ———

قلب و نظر، شمس و قمر، کوہ و حجر سب گواہ تھے کہ پیغمبری کا حق ادا ہوا۔ انسانی سروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا تھا کہ گواہی دے رہا تھا کسی نبی کو کسی اُمت نے ایسا نہ چاہا تھا جیسے آپ چاہے گئے۔ کسی رسول نے اپنی زندگی میں اپنے ماننے والوں کی اتنی بڑی تعداد نہ دیکھی۔ جواب سُن کر دانائے سبل ختم الرسل نے یہ انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ ——— مولا! سن لے تیرے بندے کیا کہتے ہیں؟ جب بندوں کا نعرہ ختم ہوا تو انگشتِ شہادت سے زائرینِ حج کی طرف اشارہ کیا۔ فضا میں ہر طرف تسبیح و تقدیس کا ورد کا تھا۔ دل میں درود و سلام لیے اللہ کے نیک بندے ہادیٔ برحق کی ایک ایک بات دل سے سن رہے تھے کہ مژدہ سنایا گیا۔

Marfat.com

آج ہم نے دین مکمل کر دیا۔ اپنی نعمتیں بندوں پر تمام کیں اور اسلام کو دینِ عالمگیر بنا کر خوش ہیں۔

اے سبحان اللہ کیا مژدہ تھا۔ اسی دن کا تو صبحِ ازل سے انتظار تھا۔ اللہ نے قبولیت دی تو بے پناہ قرب عطا فرمایا تو دائمی۔ اے خوشا کیا مقام ہے۔ بے مثل بے نظیر ــــــ۔

اے شہنشاہِ رسل ختمِ رسل فخرِ رسل\
خوب سے خوب خوش اُسلوب ہوا خوب ہوا\
تو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا\
یا نبی خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا

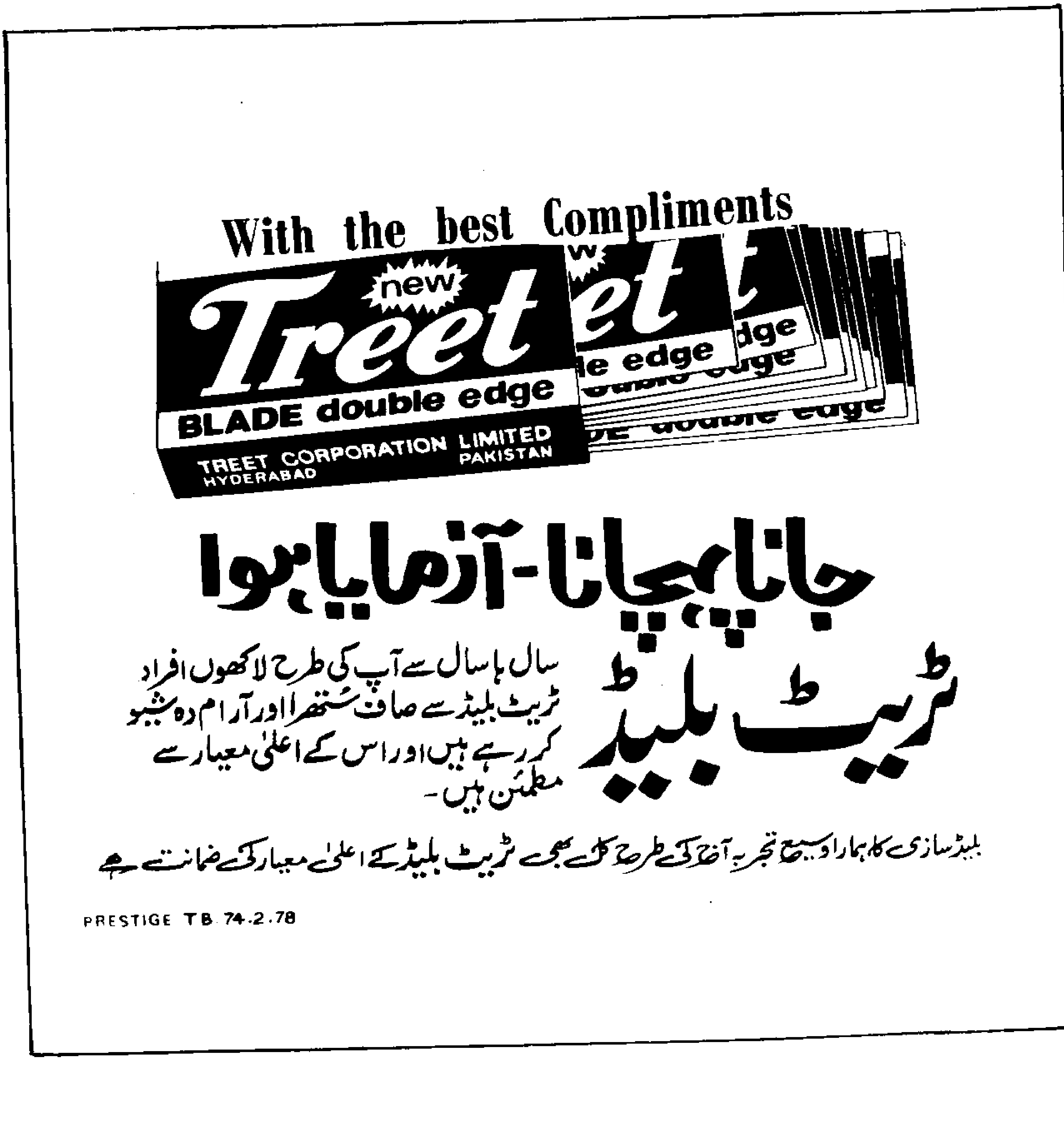

Marfat.com

محمد شفیع اوکاڑوی

سرِ عرش مسند نشیں ہیں

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حبیبِ خدا ہیں حسیں ہیں محمدؐ
نبی مصطفےٰ ہیں، امیں ہیں محمدؐ

بشیرٌ، نذیرٌ، سراجٌ، منیرٌ
سراپا وہ نورِ مبیں ہیں محمدؐ

عزیزٌ، حریصٌ، رؤفٌ، رحیمٌ
وہ غم خوارِ امت معیں ہیں محمدؐ

نبی سارے رحمت ہوئے ہیں بلاشک
مگر رحمتِ عالمیں ہیں محمدؐ

وہی بے کسوں کے ہیں ماویٰ و ملجا
وہی شافع المذنبیں ہیں محمدؐ

سرِ طور موسےٰ، فلک پر ہیں عیسےٰ
سرِ عرش مسند نشیں ہیں محمدؐ

صفاتی تجلی سے بے ہوش موسےٰ
مگر ذاتِ حق کے قریں ہیں محمدؐ

حسینانِ عالم میں ان کی ضیا ہے
خدا کی قسم وہ حسیں ہیں محمدؐ

محمد شفیع خادمِ دینِ حق ہے
محمد شفیع کے معیں ہیں محمدؐ

Marfat.com

ماہر القادری

عقیدت کے پھول

رسولِ مجتبےٰ کہیے، محمدؐ مصطفےٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبِ خدا کہیے

جبین و رُخِ محمدؐ کے تجلّی ہی تجلّی ہیں
کسے شمس الضحےٰ کہیے کسے بدر الدجیٰ کہیے!

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
جب اُن کا نام آئے مرحبا صلِ علیٰ کہیے

غبارِ راہ طیبہ سُرمۂ چشمِ بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاکِ شفا کہیے

صداقت پر بنا رکھی گئی ہے دینِ فطرت کی
اسی تعبیر کو انسانیت کا ارتقا کہیے

مرے سرکارؐ کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستا کہیے

محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے جلوۂ حق کا
اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے
مری آنکھوں کو ماہرؔ چشمۂ آبِ بقا کہیے

Marfat.com

جس کی جاں کو تمنا ہے دل کو طلب — وہ سکوں بخش محفل مدینے میں ہے
یوں تو جینے کو ہم جی رہے ہیں مگر — جاں مدینے میں ہے دل مدینے میں ہے

فکرِ دنیا وہاں دور پاؤ گے تم — قلب میں ہر طرف نور پاؤ گے تم
روح کو اپنی مسرور پاؤ گے تم — اک عجب کیفِ کامل مدینے میں ہے

ہر تمنا وہاں جا کے بر آئے گی — ایک رحمت کی دنیا نظر آئے گی
ناامیدو تم اتنے پریشاں نہ ہو — آرزوؤں کا حاصل مدینے میں ہے

کیا مہ و مہر و انجم اور کیا انس و جاں — ہے اسی سمت مائل دلِ دو جہاں
کوئی سمجھے نہ سمجھے حقیقت یہ ہے — ذرہ ذرہ کی منزل مدینے میں ہے

بارک اللہ یہ ذوق و شوق و خوشی — بارک اللہ یہ وجد و وارفتگی
عشق کا طوف ہر لمحہ صلِّ علیٰ — عشق کا کعبہ دل مدینے میں ہے

ہے تصور میں ہر وقت باب السلام — ہیں تصور میں ہر لحظہ سقف و بام

جب سے بہزاد اُن کا کرم ہو گیا
جاں مدینے میں ہے دل مدینے میں ہے

حضرت بہزاد لکھنوی

دلِ مدینے میں ہے

Marfat.com

جناب انجم نعمانی

اک نگاہِ التفات

اے کہ ترا وجود پاک باعث خلق کائنات
کون و مکاں کے واسطے نازش و فخر تیری ذات

تیرے قدوم پاک کے فیض و اثر سے بن گئی
رونق گلشن جناں دہر کی بزم بے ثبات

پھیلا ہوا تھا ہر طرف زنگ عناد و انتقام
تو نے بتائے دہر کو آ کے غوامض حیات

دہر کے بے نیاز ہوش بن گئے رشک اہل ہوش
تو نے پلائی اِن کو وہ بادۂ معرفت صفات

کر کے بلند وحدت رب قدیم کا علم
کر دیا اہل کفر کو غرق یم تحیرات

تو نے مٹائیں محفل شرک خودی کی زینتیں
لرزہ بدوش کر دیئے پیکر لات اور منات

سرور کن فکاں تری امت خستہ حال پر
گردش روزگار سے ٹوٹ پڑی ہیں مشکلات

آہ وہ امت حزیں جس جہاں میں نام تھا
جملہ امم میں تھی جو اک صاحب احترام ذات

جس کا مقام برتری چرخ سے بھی بلند تھا
جس کے جلال و رعب سے خوفزدہ تھی کائنات

محو نہیں ہوئے ہنوز نقشے حنین و بدر کے
جس کے مجاہدی ادا جس کے شجاعی واقعات

جس نے دیا جہان کو مژدۂ امن و آشتی
جس سے دیار ظلم پر تنگ تھا عرصۂ حیات

ج وہ اس کا کر و فر جاہ و جلال کھو گیا
چھن گئیں سربلندیاں مٹ گئے سب تجملات

باقی رہیں نہ اس میں اب خلق و صفا کی خوبیاں
غیروں نے چھین لی ہیں سب اسکی حسین ترصفات

اس کی نظر میں دلفریب رنگ تمدن فرنگ
کر دیئے محو سر بسر اپنے سلف کے واقعات

رحمت عالمیں لقب اب تو خدا کے واسطے
امت خستہ حال پر ایک نگاہ التفات

اچھی ہے یا بری ہے وہ تیری مگر غلام ہے
تیرے سوا ہو کون اب اس کا بوقت مشکلات

حد سے گزر چکی ہیں اب اس کی تباہ حالیاں
دیر نہ کر بدل بھی دے نقشہ محفل حیات

گلشن دیں میں آئے پھر ایسی بہار جاوداں!
جس میں کبھی خزاں نہ ہو جس میں نہ ہوں تغیرات

Marfat.com

یہ دلِ غریب کی بات ہے

رشحۂ قلم شمسؔ بریلوی

یہاں دخل حسنِ عمل نہیں ، یہ فقط نصیب کی بات ہے
کرے جس پہ چاہے نوازشیں ، کرم حبیب کی بات ہے

حرمِ نبی کے مسافرو ! یہ صدائے درد ذرا سنو
میں تڑپ کے کس لئے رہ گیا ، یہ بہت قریب کی بات ہے

تو حرم سے شیخ پلٹ پڑا ، میں درِ نبی پہ مقیم ہوں
وہ ترے نصیب کی بات تھی ، یہ مرے نصیب کی بات ہے

یہ ورائے فہم و شعور ہے ، یہ مقامِ عین شہود ہے
یہ کمالِ قرب کا ذکر ہے ، سفرِ حبیب کی بات ہے

کسے دیکھ کر یہ مچل گیا ، کسے دیکھ کر یہ تڑپ گیا
تمہیں حال شمسؔ بتائے کیا ، یہ دلِ غریب کی بات ہے

Marfat.com

قرآن مجید

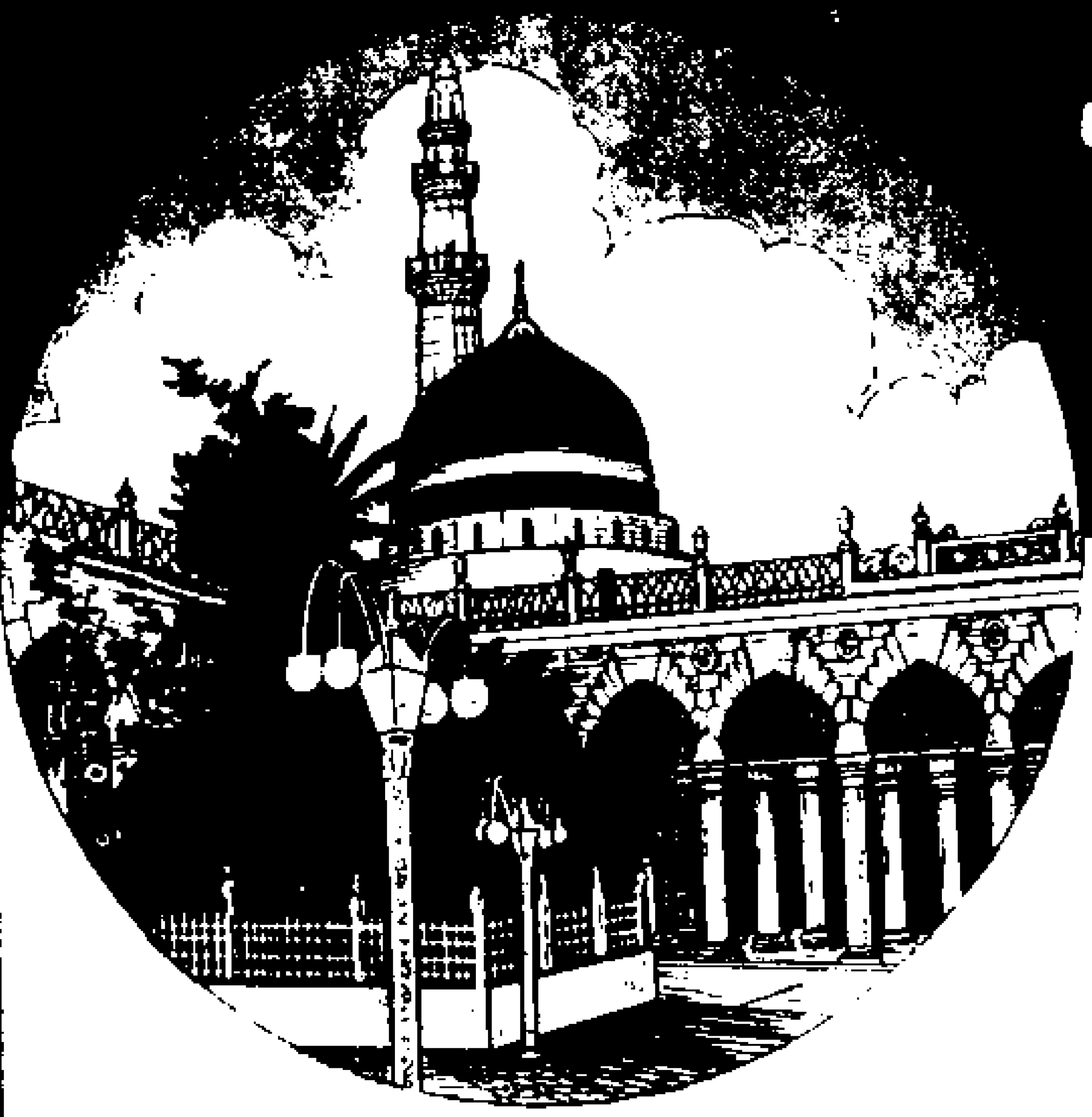

حمائل شریف تفاسیر
پنجسورہ
علمی ادبی تاریخی فنّی اسلامی مطبوعات
اور
اسکول و کالج کی کتابوں کا مرکز

مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ بندر روڈ
کراچی

فہرست مفت طلب فرمائیں

Marfat.com

مشہور آفسٹ پریس

پاکستان کے

صف اوّل کے پریسوں میں

اپنی انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔

ہر قسم کی فوٹو آفسٹ کی طباعت کیلئے ہم سے رجوع فرمائیں

مشہور آفسٹ پریس۔ مشہور محل۔ آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی۔ فون نمبر 213091

• دیدہ زیب رنگین فوٹو آفسٹ سے متعلق ہر قسم [illegible] ہم سے رجوع فرمائیں۔

آئیڈیل پیکجز

مشہور محل

آئی۔ آئی۔ چندریگر روڈ

کراچی فون:- ۲۱۱۹۶۹

Marfat.com

WITH BEST COMPLIMENTS

OF

GRIND WHEEL (PAK) LTD.

JAMIL ZAKRIA

(MANAGER)

F/30, S. I. T. E.
KARACHI.

Tel { *Office : 235300*
Factory : 291725

ہر قسم کی

• فنی — • درسی

• ادبی

• اخلاقی — • سائنسی

• معاشرتی کتب کا واحد مرکز۔

اردو اکیڈیمی سندھ

بہادر شاہ مارکیٹ۔ کراچی۔ فون نمبر ۲۱۳۷۳۰

Marfat.com

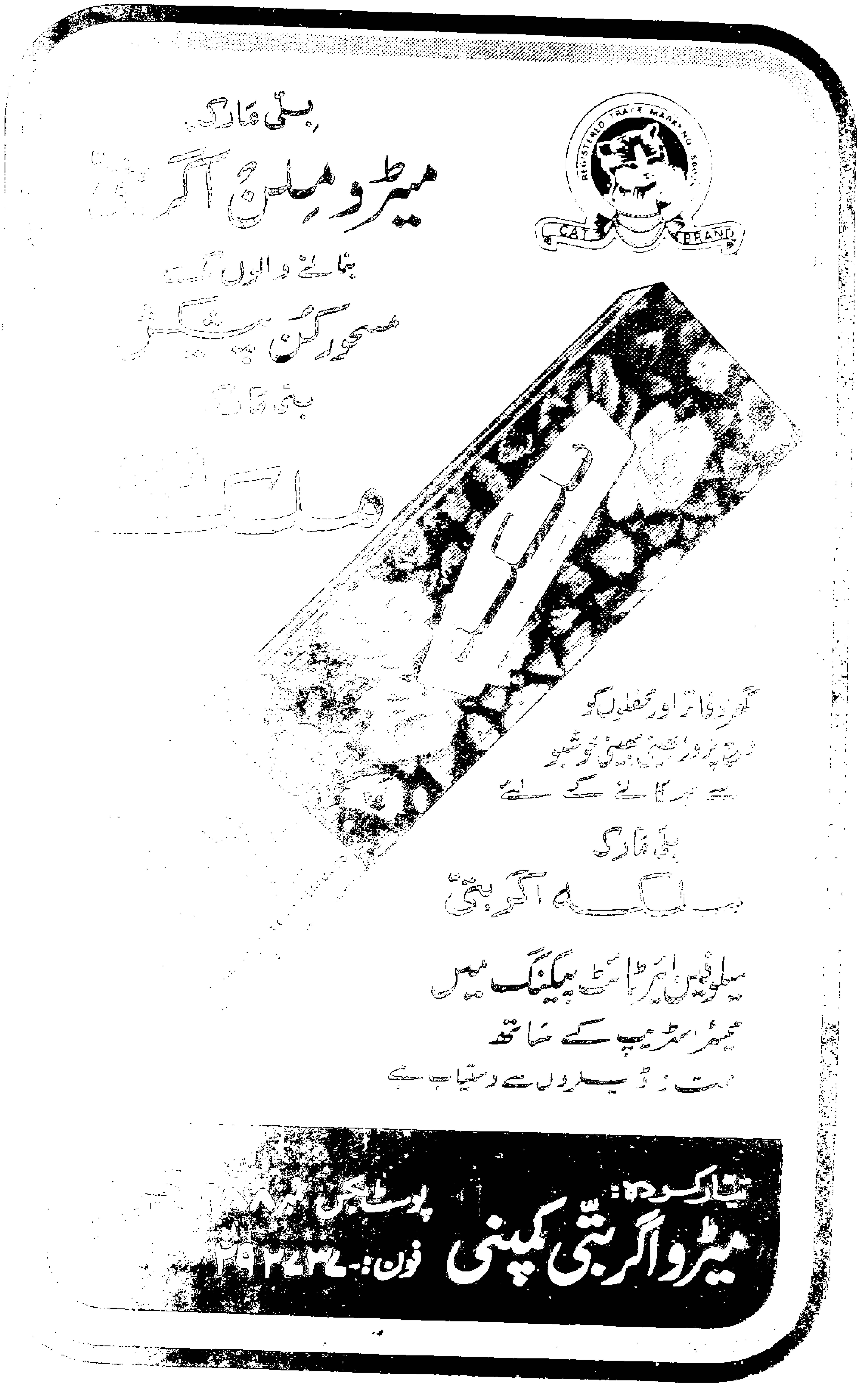

بلی مارک
میٹرو ملن
بنانے والوں کی
CAT BRAND
سیلوفین ایئر ٹائٹ پیکنگ میں
ٹیئر اسٹرپ کے ساتھ
تیار کردہ:
میٹرو اگربتی کمپنی

ORIENT

خاتم النبیؐ

Marfat.com

BALKAN
ČAJSKO
JEZERINE
Ridine
Šubarini
Kalpakovi
Ljevo Brdo
Sevce
Jažince
Brazda
Jadupak
PILJEVAC
Radanova Mala
Stanisavljeva Mala
Orlovčevo
Krst
ŠTRUGE
BIVOLI
Popovo Prase
Beli Rid
2212
1911
1946
1297
1296
1289
1037
1356
2092
1934
1432
1237
1079
1068
71
72
73
74
75
76
77

Marfat.com

Treskavec
1817
1593
Jalovkarnik
Drozga
2075
1430
BURNIK
Drajčići
1118
RASOVATICA
ORMANOVO
1520
SAR PLANINA
2358
2685
Serbia" (APPROXIMATE)
THE FORMER YUGOSLAV REPUBLIC OF MACEDONIA
2671
Mala Planina
2438
2081
Velika Planina
2651
DOBRA STRANA
2350
62
63
64
65
66
67
68
89
90
91
92
93
94
95
96
97
98
99

Marfat.com

PLANINICA
VODA
Setole
Germo
1136
Padine
Orlica
1850
1909
1731
Broder
1362
Drven
1304
Selce
925
Šipkovica
1606
Lavčanski Dol
Potoj
Lavce
DRENOVAC
DRUNAVEC
450
DUPNIK
810
803
TETOVO
94
97
98
99
58
57
56
55
54
53
52

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com